# المحلیٰ

اردو

تالیف

امام ابن حزم اندلسی

ترجمہ

پروفیسر غلام احمد حریری

جلد سوم

مرکز الدعوۃ والارشاد

۵- چیمبرلین روڈ موچی دروازہ

لاہور - پاکستان

امام ابن حزم اندلسی

# المحلّٰی اردو

جزء سوم

ترجمہ

پروفیسر غلام احمد حریری

ناشر

مرکز الدعوۃ والارشاد

۵۔ چیمبرلین روڈ موچی دروازہ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین (بخاری)

دو ہزار سے زائد احکام و مسائل زندگی پر مشتمل فقہ الحدیث کی بلند پایہ کتاب

# المحلی اردو

تالیف

حافظ ابو محمد علی بن احمد بن سعید المعروف بہ امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ

المتوفی : ۴۵۶ ھ

ترجمہ

مولانا غلام احمد حریری

صدر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی ، فیصل آباد

نظر ثانی

مولانا ابوالاشبال صغیر احمد شاغف بہاری (جدہ)

جلد سوم

مرکز الدعوۃ والارشاد چمبرلین روڈ موچی دروازہ ۰ لاہور

زیرِ اہتمام ——— شیخ محمود باحاذق

زیرِ نگرانی ——— (پروفیسر) حافظ محمد سعید، (پروفیسر) ظفر اقبال

زیرِ انتظام ——— اعجاز احمد تنویر

ناشر ——— شعبہ تصنیف و تالیف

مرکز الدعوۃ والارشاد

۵۔ چیمبرلین روڈ (الفضل مارکیٹ) بیرون موچی دروازہ

(لاہور۔ پاکستان)

مطبع ——— جاوید ریاض پرنٹرز، لاہور

طبع اوّل ——— جُمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ

دسمبر ۱۹۹۲ء

ٹیلیفون ۲۳۱۱۰۶

# فہرست مضامین

## المحلّٰی (اردو) جلد سوم

## کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ مسائل

## ( فصل )

## وہ اعمال جو نماز میں مستحب ہیں اور فرض نہیں

## فصل

## سجودِ سہو کا بیان

## نماز با جماعت

## (فصل)

### حکمِ مساجد

## (فصل)

## مسافر کی نماز



تمت

## فصل

## مسافر کی نماز



تمت

الحمد لله رب العالمين والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین

1991ء میں راقم کو جب حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی محترم محمود باحاذق اور حامد باحاذق صاحبان کے گھر ایک ضیافت میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ یہ دونوں بھائی عالمی سطح پر سلفی دعوت کی نشر و اشاعت اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے منصوبوں میں نہ صرف دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ ان میں بھرپور حصہ بھی لیتے ہیں۔ کثر اللہ امثالھم فینا وبارک اللہ فی حیاتھم واعمالھم۔

ضیافت میں دورانِ گفتگو پانچویں صدی کے عظیم المرتبت فقیہہ اور امام ابنِ حزم اندلسیؒ کی مشہور کتاب "المحلّیٰ" کے اُردو ترجمہ کی اشاعت کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا۔ یہ کتاب جیسا کہ اہلِ علم جانتے ہیں، عربی میں ہے اور اسے اُردو کا قالب پہنانے کا خیال بھی اُن سلفی احباب کو آیا جن کا تعلق تو برِ صغیر پاک و ہند سے

ہے، لیکن عرصہ دراز سے سعودی عرب میں رہائش پذیر ہیں۔

ان احباب میں نامور سلفی عالم اور حدیث و رجال کے ماہر مولانا صفی احمد شاغف بہاری حفظہ اللہ اور مذکورہ برادران سرفہرست ہیں۔ چنانچہ کئی سال قبل انہوں نے "المحلیٰ" کے اُردو ترجمہ کے کام کا آغاز کیا تھا، پہلے اس کا ترجمہ کرایا جو پروفیسر مولانا غلام احمد حریری مرحوم نے کیا، پھر اس پر نظرثانی اور احادیث کی تخریج کا کام خود حضرت مولانا شاغف بہاری صاحب نے اپنے ذمہ لے لیا۔ اور وہ اپنی گوناگوں علمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ یہ نہایت محنت طلب کام بھی سرانجام دے رہے ہیں وفقہ اللہ وایدہ

ترجمہ اور نظرثانی و تخریج کے بعد اس کی اشاعت، احباب مذکور نے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحومؒ کے سپرد کر دی، جو احیاء مآثر اسلاف میں معروف اور جدید ذوق طباعت سے بھی بہرہ ور تھے۔ چنانچہ اسکی پہلی دو جلدیں حضرت مولانا بھوجیانیؒ کے قائم کردہ ادارہ "دارالدعوۃ السلفیۃ" کے زیراہتمام نہایت معیاری انداز سے شائع ہوئیں پہلی جلد حضرت مولانا کی زندگی (فروری ۱۹۸۴ء) میں شائع ہوگئی تھی جبکہ دوسری جلد انکی وفات کے بعد مارچ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ تاہم بقیہ جلدوں کی اشاعت میں بوجوہ تاخیر ہو رہی تھی جسطرح کہ دوسری جلد، پہلی جلد کی اشاعت کے ۶ سال بعد شائع ہوئی۔

مذکورہ ضیافت میں جب یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو اس کی جلد از جلد اشاعت کے لیے یہ تجویز پاس کی گئی کہ اسے کسی ایسے ادارہ کے سپرد کر دیا جائے جو اسے اولین فرصت میں مکمل طور پر شائع کر سکے تاکہ اس کی اشاعت میں مزید تاخیر نہ ہو اور باذوق برادران نے اس کے لیے "مرکز الدعوۃ والارشاد" کا نام تجویز کیا جسے راقم نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد مولانا شاغف بہاری صاحب حفظہ اللہ سے اس کی منظوری لی گئی جو انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے دے دی اور تاکید کی کہ اپنے وسائل سے "مرکز الدعوۃ" اس کی اشاعت کے کام کو ممکن حد تک جلد سے جلد پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

مرکز الدعوۃ والارشاد، الحمد للہ ایک عرصے سے دعوت وجہاد کے میدان میں پہلے ہی منظم اور مؤثر کردار ادا کر رہا ہے۔ ایک ماہوار مجلہ "الدعوۃ" بھی پابندی سے اس کے زیراہتمام شائع ہو رہا ہے جس نے تھوڑے سے عرصے میں سلفی دعوت و تبلیغ میں مؤثر حصہ لیا ہے اور اس کی اشاعت و مقبولیت کا دائرہ روز افزوں ہے فالحمد للہ علیٰ ذلک۔ جہادی سرگرمیاں بھی اس کے زیراہتمام جاری ہیں اور جہادی قافلے سرگرم

اور رواں دواں ہیں جو افغانستان کے ساتھ ساتھ اب کشمیر کے محاذ پر بھی دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔
مریدکے میں ایک عظیم تعلیمی ادارہ اور سلفی بستی کا منصوبہ زیر تکمیل ہے اور ایک عظیم الشان مسجد بھی زیرِ تعمیر ہے۔ یہ منصوبہ اپنی نوعیت کا ایک ممتاز انفرادی منصوبہ ہے جہاں شرعی علوم کی تدریس کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم اور ٹیکنیکل تعلیم کا پروگرام ہے جو تکمیل کے بعد جماعت کے لیے ایک سنگِ میل ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

اب "المحلّٰی" کی اشاعت کے ساتھ ساتھ یہ ایک نئے دَور کا آغاز کر رہا ہے اور علمی کتابوں کی اشاعت و توزیع بھی اس کے منصوبے کا اہم شعبہ ہوگا اور اس کی کامیابی کے لیے بھی ہم بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس راہ کی مشکلات بھی ہمارے لیے آسان فرمادے اور اپنی رضا کے لیے سلفی لٹریچر کی تیاری اور اس کی اشاعت کی توفیق سے نوازے۔

ہم کوشش کریں گے کہ جیسے جیسے "المحلّٰی" کا اردو ترجمہ حضرت مولانا شاغف بہاری حفظہ اللہ کی نظرِثانی و تخریج احادیث کے بعد ہمیں موصول ہوتا رہے ہم ویسے ویسے اس کی فوری اشاعت کا اہتمام اللہ تعالےٰ کی توفیق سے کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ارادوں اور عزائم کے مطابق منصوبے کو جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
ہم مولانا شاغفؔ بہاری اور اُنکے رفقائے کرام کے ممنون ہیں کہ انہوں نے ایک نہایت عظیم الشان علمی منصوبے کی طرف توجہ مبذول کرائی اور ہمیں اس کا اہل سمجھ کر یہ ذمہ داری ہمارے سپرد کی جو یقیناً ہمارے ادارے کے تمام رفقاء کیلئے ایک اعزاز بھی ہے اور ایک امتحان بھی۔ اللہ کرے کہ ہم اس اعزاز کو برقرار رکھ سکیں اور اس امتحان میں سُرخرُو ہوسکیں۔ ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

ہم ادارہ "دار الدعوۃ السلفیہ" کے ارکان بالخصوص اس کے ناظم حافظ احمد شاکر صاحب کے بھی ممنون ہیں کہ انہوں نے نہایت خوش دلی سے مولانا شاغفؔ بہاری حفظہ اللہ کی حسبِ ہدایت اس علمی منصوبے کی تکمیل کی ہمیں اجازت عنایت فرمادی جس کا آغاز انہوں نے فرمایا تھا اور نہایت معیاری انداز سے اس پر کام جاری تھا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

چنانچہ "مرکز الدعوۃ والارشاد" اب تیسری اور چوتھی جلد شائع کر رہا ہے۔ تیسری جلد کی کتابت۔

دار الدعوۃ السلفیہ۔ کے زیر اہتمام ہی ہوئی تھی، جسے شائع کرنے کی توفیق "مرکز الدعوۃ والارشاد" کو مل رہی ہے اور چوتھی جلد مرکز الدعوۃ میں موجود کمپیوٹر پر ہی کمپوز کرائی گئی ہے۔ یہ دونوں جلدیں بیک وقت شائع کی جا رہی ہیں تاکہ پچھلی تاخیر کی کچھ تلافی بھی ہو جائے اور اپنے ارادوں کے مطابق اس منصوبے کو تیزی کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عملی اظہار بھی۔ ہماری کوشش ہوگی کہ بقیہ جلدیں بھی جلد شائع کی جائیں تاکہ مکمل کتاب سے اردو خواں حضرات استفادہ کر سکیں۔

بقیہ جلدوں کی پروف ریڈنگ اور دیگر انتظامی اور طباعتی امور کے لیے ہمیں اپنے مرکز کے ساتھی محترم بھائی اعجاز احمد تنویر صاحب کی خدمات حاصل ہیں۔ موصوف نے کئی بار ان دونوں جلدوں کو پڑھا ہے اور مقدور بھر کوشش کی ہے کہ کوئی لفظی غلطی باقی نہ رہے۔ علاوہ ازیں ہم نے طباعت اور جلد بندی میں بھی خوب سے خوب تر کے معیار کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اس کے باوجود بتقاضائے بشریت کوئی سقم رہ گیا ہو تو قارئین توجہ دلائیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ادنیٰ کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ واللہ المستعان

(پروفیسر) ظفر اقبال
مرکز الدعوۃ والارشاد
لاہور۔ پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# کتابُ الصّلوٰۃ کے بقیہ مسائل

**۳۷۷۔ فرض میں سہو** مذکورہ اُمور جن کے بارے میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ وہ فرض ہیں، ان میں سے اگر کسی میں سہو ہو گیا حتیٰ کہ رکوع کر لیا تو وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے، اگر مقتدی ہے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو پڑھ لے اور اگر امام ہے یا کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو وہ اس رکعت کو لغو قرار دے دے اور نماز کی تکمیل کرلے البتہ سجدۂ سہو سب کو کرنا پڑے گا کیونکہ اس نے اس رکعت کو حسبِ مامور ادا نہیں کیا ہے اور ہر وہ امر جس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اسے نماز کے فلاں حصہ میں ادا کیا جائے، اگر فی الواقعہ وہاں ادا نہ کیا جائے تو وہ درست نہ ہوگا کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ۔ (الطلاق-۱) "جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔"

**۳۷۸۔ نماز میں گفتگو کرنا جائز نہیں** نماز میں کسی کے ساتھ گفتگو کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ نماز کی اصلاح کے بارے میں دورانِ نماز امام سے بھی گفتگو نہیں کی جا سکتی، اگر کسی نے عمداً نماز میں کوئی گفتگو کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر کسی نے دورانِ نماز اس قسم کا کوئی کلمہ کہہ دیا "رَحِمَكَ اللّٰہُ یَا فُلَانُ" (اے فلاں شخص! اللہ تجھ پر رحم فرمائے)، تو بھی اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو:

۵۷۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع، از محمد بن اسحاق، از ابن الاعرابی، از ابو داؤد، از موسیٰ بن اسماعیل، از ابان بن یزید عطار، از عاصم بن ابی النجود از ابی وائل از] حضرت ابن مسعودؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کہہ دیا کرتے تھے اور اپنی ضرورت کے کاموں کے لیے حکم دے دیا کرتے تھے، پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، اس حال میں کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا،

تو آپؐ نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپؐ کے سلام کا جواب نہ دینے کے باعث میں قدیم و جدید ہموم و افکار میں مبتلا ہو گیا۔ جب آپؐ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے حکم میں تبدیلی فرما دے اور اب اللہ تعالیٰ نے یہ تبدیلی فرمائی ہے کہ نماز میں گفتگو کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ فرما کر پھر آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ (ابو داؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

## ۳۷۹۔ سورۂ فاتحہ کے علاوہ امام کو اور کوئی آیت نہیں بتلائی جا سکتی

کسی کے لیے جائز نہیں کہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ امام بھول جائے تو اسے کچھ بتلائے، اگر امام پر قرأت میں التباس پیدا ہو جائے، تو وہ رکوع کرلے یا کسی دوسری سورۃ کو شروع کرلے، اگر کوئی یہ جانتے ہوئے کہ نماز میں امام کو بتانا جائز نہیں، امام کو کچھ بتا دے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو ہم قبل ازیں اسناد کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں (یعنی مسئلہ ۳۶۰ میں) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَتَقْرَأُوْنَ خَلْفِیْ؟ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ۔

"کیا تم میرے پیچھے کچھ پڑھتے ہو؟ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا، سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھا کرو۔

امام کو بتانے والے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں کہ اس نے قرأتِ قرآن کا قصد کیا ہے یا اس سے اس کا مقصود قراءتِ قرآن نہیں ہے، لہٰذا اگر مقصود قراءتِ قرآن ہے تو یہ جائز نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے اور اگر مقصود قراءتِ قرآن نہیں تو پھر بھی جائز نہیں کیونکہ پھر اس کی حیثیت عام گفتگو کی سی ہو گی اور عام گفتگو سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ اور دوسرے صحابہ کا یہی قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

اگر ہمارے مخالفین اس مسئلہ کے بارے میں وہ حدیث ذکر کریں جو بطریق یحییٰ بن کثیر اسدی از مُسَوَّر[1] بن یزید

---

[1] اس نام کا تلفظ مُسَوَّر ہے۔ امیر ابن ماکولا نے اسی طرح ضبط کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" میں آپ سے

اَسَدی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک آیت بھول گئے جب آپ نے سلام پھیرا تو ایک آدمی نے آپ کو وہ آیت یاد دلائی، آپ نے اس سے فرمایا کہ تم نے مجھے اس وقت کیوں نہ یاد دلایا؟ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۶۴، مسند احمد ۴/۷۴، وطبقات ابن سعد ۶/۳۲)

ہمیں یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو منع فرما دیا تھا کہ وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور پڑھے، گویا آپ کا یہ فرمان ناسخ ہے لہٰذا کسی جھوٹے دعویٰ کے ساتھ اسے منسوخ قرار دینا جائز نہیں[1]۔

## ۳۸۰۔ نماز میں بھول کر گفتگو کرنا

اگر کسی شخص نے بھول کر نماز میں کوئی گفتگو کر لی، تو اس کی نماز مکمل ہوگی خواہ گفتگو کم ہو یا زیادہ البتہ سجدۂ سہو کرنا پڑے گا اگر کوئی جہالت کے باعث گفتگو کرے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں قصداً یا سہواً گفتگو کرنے کا ایک ہی حکم ہے اور وہ یہ کہ دونوں ہی سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز میں اگر قصد و ارادہ سے کسی کو سلام کہا تو نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر بھول کر سلام کہہ دیا تو اس سے نماز باطل نہ ہوگی اور یہ صریحاً تناقض ہے۔ ہمارے قول کے درست ہونے کی دلیل حسب ذیل ارشادِ الٰہی ہے:-

وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ وَ "اور جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر

---

نقل کیا ہے، ذہبیؒ نے "المشتبہ" میں بھی اسی طرح ضبط کیا ہے، طبقات ابن سعد میں اسے مِسور ضبط کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

[1] امام اثنائے نماز میں اگر بھول جاتے یا اس پر قراءت کا التباس ہو جاتے تو مقتدی پر واجب ہے کہ وہ امام کو بتلائے جیسا کہ مسور بن یزید کی مذکورہ بالا حدیث میں ہے اور نیز ابی بن کعبؓ سے ابوداؤد میں موجود ہے اسی طرح مصنف عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں بھی آثار مروی ہیں۔ اس بحث کے لیے عون المعبود، ج ۱ ص ۳۴۱ بھی دیکھیے۔ ابن حزم کا یہ دعویٰ کہ یہ روایت منسوخ ہے، یہ غلط دعویٰ ہے اور صحیح یہ ہے کہ مقتدی کو جس طرح امام کو متنبہ کرنے کے لیے جبکہ امام سے کوئی غلطی ہو رہی ہو سبحان اللہ کہنے کی اجازت ہے اسی طرح لقمہ دینے کا حکم بھی ہے۔ (ابو الاشبال شاغف)

لٰکِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ۔ کچھ گناہ نہیں لیکن جو دل کے قصد سے کرو (اس پر مواخذہ ہے)
(الاحزاب - ۵)

۵۷۴۔ و نیز ہم نے بطریق [احمد بن عمر بن انس، از حسین بن عبداللہ جرجانی، از عبدالرزاق بن احمد بن عبدالحمید شیرازی، از فاطمہ بنت حسن بن ریان مخزومی وراق بکار بن قتیبہ قاضی از ربیع بن سلیمان موذن، از بشر بن بکر از اوزاعی، از عطاء بن ابی رباح، از عبید بن عمیر از] حضرت ابن عباسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا، نسیان اور ہر اُس چیز کو معاف کر دیا ہے جس پر مجبور کیا گیا ہو[1]۔

۵۷۵۔ نیز ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج از ابوبکر بن ابی شیبہ، از اسماعیل بن ابراہیم - ابن علیہ از حجاج صواف، از یحییٰ بن ابی کثیر، از ہلال بن ابی میمونہ، از عطاء بن یسار از] حضرت معاویہ بن حکم سلمی روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا کہ ایک آدمی کو چھینک آئی، تو میں نے کہہ دیا "یرحمك الله"! لوگوں نے مجھے ترچھی نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیا تو میں نے عرض کیا افسوس! کیا بات ہے کہ تم لوگ مجھے ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو؟ انہوں نے میری یہ بات سن کر اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر مارنا شروع کر دیا، میں نے محسوس کیا کہ یہ حضرات مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں، تو میں خاموش ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ پر میرے ماں باپ نثار! میں نے آپ سے پہلے اور بعد آپ سے اچھی تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! مجھے آپ نے نہ ڈانٹا، نہ مارا اور نہ بُرا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا "نماز میں لوگوں کے کلام جیسی کوئی بات موزوں نہیں کیونکہ نماز تو تسبیح و تکبیر اور قرائت قرآن کا نام ہے او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم کتاب الصلوٰۃ و ابوداؤد و نسائی ایضاً کتاب الصلوٰۃ)"

---

[1] اسے طحاوی نے "معانی الآثار" ج ۲ ص ۵۶ میں ربیع بن سلیمان سے روایت کیا ہے۔ یہ سند صحیح ہے۔ سیوطی نے "جامع صغیر" میں اسے حاکم (۲: ۱۹۹) کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن ماجہ نے ج ۱ ص ۳۲۲ میں اسے بطریق ولید بن مسلم از اوزاعی روایت کیا ہے امام ابن حزمؒ نے اسے "الاحکام" ج ۵ ص ۱۴۹ میں بھی اسی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ فرمائیے "تلخیص الحبیر" ج ۴ ص ۱۱۲، ۱۱۴، جامع العلوم لابن رجب، ص ۲۷۰ - ۲۷۲ -

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے قول کو باطل قرار دے رہی ہے، کیونکہ اس میں یقینی طور پر اس بات کی صراحت ہے کہ یہ حدیث نماز میں کلام کی حرمت کے بعد سے تعلق رکھتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز کو باطل قرار نہیں دیا تھا۔

اگر کہا جائے کہ آپ نے اسے سجدۂ سہو کا بھی تو حکم نہیں دیا تھا تو ہم عرض کریں گے کہ اس سلسلہ میں صحیح طور پر ثابت شدہ امر یہ ہے کہ جس سے نماز میں کمی بیشی ہو جائے، وہ سجدۂ سہو کرے۔ پس ثابت ہوا کہ اس کو بھی اُس حکم کے ساتھ ملا لیا جائے، اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔

۵۷۶۔ جیسا کہ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از ابراہیم بن یعقوب از حسن بن موسیٰ از شیبان از یحییٰ بن ابی کثیر، از ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن از] حضرت ابوہریرہ روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ نے دو رکعتوں کے بعد ہی سلام پھیر دیا، تو بنو سُلیم کے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا "اے اللہ کے رسُول! کیا نماز کم کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہ نماز میں کمی ہوئی ہے اور نہ ہی میں بھولا ہوں، اُس نے عرض کیا اے اللہ کے رسُولؐ! آپ نے دو رکعتیں پڑھی ہیں، آپ نے فرمایا کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں! تو آپ اُٹھے اور انہیں دو رکعت مزید پڑھائیں۔" (مسلم کتاب الصلوٰۃ و نسائی الصلوٰۃ فی الکبریٰ باب ١٠٤)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس خبر سے متعلق دو قسم کے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے (١) امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب اور (٢) ابن قاسم اور آپ کے ہم نوا کو۔

اصحاب ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ شاید اس خبر کا تعلق نماز میں کلام کی حُرمت سے پہلے کے دَور سے ہے۔ کہتے ہیں کہ مذکورہ شخص غزوۂ بدر میں شہید ہو گیا تھا۔ سعید بن مُسیّب اور امام زُہریؒ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ان الفاظ سے بھی استدلال کیا ہے جو بعض راویانِ حدیث نے ذکر کیے ہیں، یعنی "صلّی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز (مسلمانوں کو سکھانے) کے لیے پڑھی تھی

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ باطل، خلافِ واقعہ اور ظن کا ذب ہے۔ ان حضرات نے جو یہ کہا ہے کہ شاید اس کا تعلق تحریم کلام سے پہلے سے ہو، یہ بھی باطل ہے کیونکہ نماز میں کلام کی حُرمت کا تعلق یقینی طور پر

جنگِ بدر سے پہلے سے ہے، اس کی دلیل درج ذیل ارشادِ نبوی ہے:

۵۷۷۔ ہم سے [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابن نمیر از محمد بن فضیل از اعمش، از ابراہیم نخعی، از علقمہ از] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں "ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا کرتے تھے (اس حال میں بھی کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے) آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے۔ جب ہم نجاشی کے پاس سے واپس آئے اور آپ کو سلام کہا تو آپ نے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا کہ نماز میں مشغولیت ہے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ والمناقب، مسلم، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابنِ مسعودؓ نے سرزمینِ حبشہ سے واپسی کے بعد جنگِ بدر میں شرکت فرمائی تھی نیز حضرت ابوہریرہؓ اور عمران بن حُصین بھی متاخر الاسلام ہیں اور یہ دونوں بھی حدیثِ ذوالیدین روایت کرتے ہیں، یہ تو جنگِ بدر کے کئی سال بعد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، اسی طرح حضرت مُعاویہ بن خُدیج بھی متاخر الاسلام ہیں۔ (اور ان سے بھی اسی طرح کی روایت ملتی ہے)

انہوں نے جو یہ کہا تھا کہ مذکورہ شخص جنگِ بدر کے دن شہید ہو گیا تھا، یہ بھی کئی اسباب کے باعث بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ ایک تو اس لیے کہ اس سند کا سب سے اوپر کا راوی ابنِ مُسیّب ہے اور ان کی ولادت جنگِ بدر کے دس سال سے بھی زیادہ عرصہ بعد ہوئی اور دوسرے اس لیے کہ جنگ بدر کے دن جو شہید ہوئے وہ ذوالشمالین ہیں، آپ کا نام عبد عمرو اور نسب خزاعی ہے جبکہ یہ نماز کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے والے ذوالیدین ہیں اور ان کا نام خرباق اور نسبت سُلمی ہے۔

ان کا حضرت ابوہُریرہ کے اس قول "صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے یہ استدلال کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز سے متعلق ہے جو آپ نے مسلمانوں کو پڑھائی، جن میں حضرت ابوہریرہؓ بھی شامل تھے، یہ بھی باطل ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کے اس قول سے ثابت ہے کہ بینما انا اُصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا) پس ان کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا۔

اگر وہ یہ کہیں کہ ہم بھول کر کلام کرنے کو قصد و ارادہ سے کلام پر قیاس کر لیتے ہیں؟ تو ہم ان سے یہ کہیں گے کہ قیاس تو سارے کا سارا باطل ہے، اگر قیاس کی کوئی صورت صحیح بھی ہو تو یہ بالکل باطل ہے کیونکہ قیاس کے قائل

حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قیاس تو کسی چیز کی نظیر پر ہوتا ہے ، ضد پر نہیں اور بھولنا تو قصد و ارادہ کی ضد ہے۔ پھر ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ تم نے نماز میں سہواً کلام کو ، نماز میں سہواً سلام پر کیوں نہ قیاس کر لیا ؟ یہ دونوں صورتیں باہمی زیادہ مشابہت رکھتی ہیں کیونکہ دونوں کلام ہی ہیں اور سہواً کلام کرنے اور قصد و ارادہ سے کلام کرنے کے مابین تو نہایت بیّن اور واضح فرق ہے ــــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

ابنِ قاسم اور آپ کے ہم نوا حضرات نے اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز قرار دیا ہے کہ لوگ نماز کی اصلاح کے سلسلہ میں دورانِ نماز امام سے گفتگو کر سکتے ہیں لیکن یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ لوگوں نے تو فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کی تھی اور آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ دورانِ نماز قصد و ارادہ سے گفتگو کرنا نماز کے لیے ضرر رساں نہیں ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے گفتگو فرمائی کیونکہ آپ کے خیال میں نماز مکمل ہو چکی تھی نیز آپ کے لیے ویسے بھی کلام مباح ہے ، اسی طرح اس دن لوگوں کا باہمی گفتگو کرنا اس لیے تھا کہ ان کے خیال میں نماز میں کمی کر دی گئی تھی اور جو پڑھی گئی وہ مکمل نماز تھی۔

۵۷۸۔ ہم نے بطریق [ احمد بن محمد بن جسور از محمد بن عبداللہ بن ابی دلیم از محمد بن وضاح از ابوبکر بن ابی شیبہ ، از محمد بن جعفر غندر ، از شعبہ از خبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم از ] حضرت ابوسعید بن مُعلّٰی روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو بلایا لیکن میں نماز کی تکمیل کے بغیر آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا اور جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے پہلے حاضر کیوں نہ ہوتے ؟ میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے ارشادِ باری تعالیٰ نہیں سنا کہ :

| | |
|---|---|
| يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ ۔ (الانفال ۔ ۲۴) | مومنو ! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جبکہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں " (پھر راوی نے پوری حدیث کو بیان کیا۔ |

(بخاری کتاب التفسیر و فضائل القرآن ، ابوداؤد ، نسائی کتاب الصلوٰۃ ، ابن ماجہ کتاب الادب)

تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق نماز میں کلام کی حرمت کے بعد سے ہے کیونکہ حضرت ابوسعید اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر نہ ہوئے ، جب تک انہوں نے نماز کی تکمیل نہ کر لی۔ نیز یہ بھی معلوم

ہوا کہ نماز پڑھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کلام کر لینا مباح تھا اور یہ آپ کا خاصہ تھا۔ اس میں الفاظ کو عموم پر محمول کیا جائے گا یعنی جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بلائیں خواہ تم کسی بھی حالت میں ہو فوراً آپ کی بات پر لبیک کہو۔ اس بات پر بھی اہلِ اسلام کا یقینی اجماع ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز میں یہ بھی کہے :-

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ "اے نبی! آپ پر سلامتی ہو"

ہمارے مدِمقابل حاضرین میں سے کسی کا بھی اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص قصد و ارادہ سے نماز میں یہ کہہ دے السلام علیك یا فُلاں! اس کی نماز باطل ہو جائے گی ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۳۸۱۔ نماز میں کپڑوں یا بالوں کا قصداً اکٹھا کرنا درست نہیں

نماز پڑھنے والے کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ قصد و ارادہ سے نماز میں اپنے کپڑوں یا بالوں کو اکٹھا کرے کیوں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی قبل ازیں مع سند ذکر کر آتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ سات ہڈیوں (دونوں پاؤں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ اور چہرہ) پر کروں اور یہ کہ بالوں اور کپڑوں وغیرہ کو اکٹھا نہ کروں (دیکھو مسئلہ ۳۶۹)

## ۳۸۲۔ نماز میں نظر نیچی کرنا فرض ہے

نمازی کے لیے فرض ہے کہ اپنی آنکھ کو ہر اُس چیز کی طرف دیکھنے سے بچائے جس کی طرف دیکھنا حلال نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ـــ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ۔ (النّور: ۳۰-۳۱)

"مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں ـــ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔"

جس شخص نے (اپنی تمام تر توجہ نماز ہی کی طرف مرکوز نہ رکھی اور) کوئی ایسا فعل سرانجام دے لیا جس کا کرنا حرام تھا تو اس نے گویا حسبِ امرِ الٰہی نماز کو ادا نہ کیا لہٰذا اس کی نماز نہ ہوگی ـــــ وباللہِ تعالیٰ التوفیق

امام مالکؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے دورانِ نماز کسی انسان کی شرم گاہ کی طرف دیکھا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی!

**۳۸۲۔ نماز میں ہنسی اور مُسکراہٹ** نمازی پر فرض ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے قصداً نہ ہنسے اور نہ مُسکرائے۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر کسی سے سہواً ایسا ہو گیا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہو گا اور بس! قہقہہ پر تو اجماع ہے کہ اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ باقی رہا تبسّم تو ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (البقرہ: ۲۳۸) "اور اللہ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو۔"

قنوت کے معنی ہیں خشوع، اور تبسّم ہنسی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا۔ (النمل-۱۹) "تو وہ اس کی بات سے ہنس پڑے۔"

گویا جو نماز میں مُسکرایا اس نے خشوع کو اختیار نہ کیا اور جس نے خشوع کو اختیار نہ کیا اس نے حسبِ امرِ الٰہی نماز کو ادا نہ کیا۔ روایت ہے کہ:

امام محمد بن سیرینؒ سے نماز میں تبسّم کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے اس مذکورہ آیت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کہ تبسّم بھی ہنسی ہے (ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۸۰)

قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ کے طریق سے روایت ہے کہ آپ نے ہنسی کے باعث اپنے اصحاب کو نماز دُہرانے کا حکم دیا تھا (وضو کا نہیں)، (عبدالرزاق: ۲/ ۳۷۷)۔

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ قہقہہ و تبسّم کے مابین استحسان کے قائلین نے فرق کیا ہے یعنی انہوں نے کثیر و قلیل عمل کے مابین فرق کیا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ یہ فرق کرنا محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کی کوئی دلیل نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ نماز میں ہنسنا مباح ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو کمی و بیشی حرمت کے اعتبار سے برابر ہے اور اگر مباح ہے تو کمی و بیشی اباحت کے اعتبار سے برابر ہے ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق!

**۳۸۴۔ کنکریوں یا سجدہ کی جگہ کو چھُونا** نمازی کنکریوں یا سجدہ کی جگہ کو نہ چھُوئے۔ ہاں ایک مرتبہ چھُو سکتا ہے، ایک مرتبہ بھی نہ چھُوئے تو افضل ہے۔ سجدہ کی جگہ کو نماز شروع کرنے سے

پہلے برابر کرلے۔ اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے :-

۵۷۹۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنّٰی از یحیٰی بن سعید قطان، از ہشام دستوائی، از یحیٰی بن ابی کثیر، از ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن، از] حضرت مُعَیقیبؓ[1] روایت کیا کہ صحابۂ کرامؓ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نماز میں کنکریوں وغیرہ کو چھونے کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ چھُو سکتے ہو۔ (اصحاب صحاح کتابُ الصّلوٰۃ)

۵۸۰۔ امام مسلم فرماتے ہیں، ابوبکر بن ابی شَیبہ نے حسن بن موسیٰ سے، وہ شَیبان سے، وہ یحیٰی بن ابی کثیر سے، وہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے، وہ حضرت مُعَیقیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس شخص کی بابت فرمایا جو سجدہ کرتے ہوئے مٹی کو برابر کرتا ہے، اگر ضروری ہو تو ایک دفعہ کرلے۔ (مسلم کتاب الصّلوٰۃ، باب ۶۵)۔

## ۳۸۵۔ قاطعِ صلوٰۃ کا ذِکر

نمازی کے آگے اگر کُتّا ہو خواہ گزر رہا ہو یا نہ گزر رہا ہو، چھوٹا ہو یا بڑا ہو، زندہ ہو یا مُردہ ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، گدھے کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح عورت بھی خواہ گزر رہی ہو یا نہ گزر رہی ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، اس سے بھی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ہاں اگر عورت سامنے لیٹی ہوئی ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ نیز اگر عورتیں ایک دوسری کے آگے سے گزر جائیں تو اس سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔

اگر نمازی کے آگے ایک ہاتھ کے بقدر کوئی اونچی چیز ہو یعنی اتنی اونچی جتنا کہ کجاوے کا پچھلا حصہ ہوتا ہے

---

[1] مُعَیقیبؓ سے مراد ابن ابی فاطمہ دوسی ہیں، یہ زمانہ قدیم ہی میں مسلمان ہوتے تھے، حبشہ کی طرف ہجرت کی اور غزوہ خیبر کے موقعہ پر حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ ابن حجرؒ نے تہذیب میں ذکر کیا ہے کہ یہ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے ابنِ مندہ نے بھی آپ کی اتباع میں یہی ذکر کیا ہے لیکن یہ غلط ہے یہی وجہ ہے کہ ابن ہشام اور ابن سعد نے شرکاء بدر میں آپ کا شمار نہیں کیا۔ ملاحظہ فرمائیے سیرۃ ص ۷۸۱، ۸۲۰، طبقات ج ۴ ق ۱ ص ۸۶-۸۷۔ ابن سعد نے آپ کا ذکر انصار و مہاجرین کے طبقۂ ثانیہ میں کیا ہے، جس نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں فرمائی۔

تو اس کے پیچھے سے خواہ کوئی چیز بھی گزر جائے، نماز کو نقصان نہیں پہنچاتی، خواہ وہ سُترہ سے اونچی ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح جس شخص نے نماز پڑھتے ہوئے اپنی گردن پر چھوٹی بچی کو اُٹھا لیا، اُس کی نماز بھی باطل نہیں ہوگی خواہ نمازی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے:

۵۸۱ - ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف، از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسٰی، از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج، ز اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ، از مخزومی ابوہشام مغیرہ بن سلمہ، از عبدالواحد بن زیاد، از عُبیداللہ بن عبداللہ بن اصم، از یزید بن اصم، از] حضرت ابوہریرہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت، گدھا اور کتا نماز قطع کر دیتے ہیں، کجاوے کے پچھلے حصہ کے بقدر اگر کوئی (سُترہ) ہو تو وہ نماز کو ٹوٹنے سے بچا سکتا ہے۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۵۰)۔

۵۸۲ - ہم نے بطریق [عبدالرحمن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری، از بخاری، از مسدد، از یحییٰ بن سعید قطان، از عُبیداللہ بن عمر، از نافع، از] حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آگے ایک نیزہ (بطور سُترہ) گاڑ کر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

ایضاً بطریق شعبہ از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۱)

اگر کہا جائے کہ بطریق حضرت ابوذرؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب کوئی نماز پڑھنے لگے اور اس کے آگے کجاوے کے آخری حصہ کے بقدر کوئی چیز ہو تو وہ سُترہ بن سکتی ہے، اگر ایسی کوئی چیز نہ ہو تو گدھا، عورت اور سیاہ رنگ کا کتا نماز کو توڑ دیتا ہے (مسلم ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)۔

ہم عرض کریں گے کہ حدیث ابوہریرہؓ و انسؓ میں حضرت ابوذرؓ سے مروی حدیث کی نسبت زیادتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین میں جو امر زائد وارد ہو اسے قبول کرنا فرض ہے، جو شخص ایسا کرے، اس نے گویا حضرت ابوذرؓ سے مروی حدیث کے مطابق عمل کر لیا اور اس کی مخالفت نہیں کی، کیونکہ حدیثِ ابوذرؓ میں صرف سیاہ رنگ کے کتے کا ذکر ہے اور جس نے فقط حدیثِ ابوذرؓ پر ہی اکتفاء کیا، اس نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ سے مروی روایت کی مخالفت کی ہے اور یہ جائز نہیں ہے[1]۔

[1] دیکھیے صفحہ آئندہ پر۔

ہم نے جو یہ کہا تھا کہ عورت اگر سامنے لیٹی ہوئی ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی، اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے۔

۵۸۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف، از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ، از احمد بن علی از مسلم بن حجاج، از عمر بن حفص بن غیاث، از والدِ خود، از اعمش، از ابراہیم نخعی و مسلم ابوالضحیٰ ہر دو از مسروق،] از حضرت عائشہؓ روایت کیا، وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور میں آپ کے اور قبلہ کے مابین چارپائی پر لیٹی ہوتی تھی، اسی دوران مجھے ضرورت پیش آتی تو میں پسند نہ کرتی کہ اٹھ کر بیٹھ جاؤں تاکہ آپ کو تکلیف محسوس نہ ہو بلکہ میں آپ کے پاؤں مبارک کی طرف سے نکل جاتی (بخاری، مسلم، کتاب الصلوٰۃ)

---

لہ (حاشیہ صفحہ سابق) مصنف سے یہاں عجیب و غریب قسم کی غلطی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ آپ نے حدیثِ مطلق کو مقید کی نسبت زائد سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ امر معنی کی طرف راجع ہے۔ راجح بات یہ ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ثقہ راوی جب روایت میں کسی لفظ کا اضافہ کرے یا کسی قیدِ مزید کو ذکر کرے تو اس کی زیادتی کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور جب مخرج ایک ہو تو اسی معنی میں مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ جب یہ اصول پیشِ نظر رکھا جائے تو پھر حدیث ابوذرؓ مصنف کی بات کی واضح طور پر تردید کر رہی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۹۴ میں حضرت عبداللہ بن صامت، حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے کجاوے کے آخری حصہ کے بقدر کچھ ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اگر نہ ہو تو پھر گدھا، عورت اور سیاہ رنگ کا کتا (آگے سے گزر کر) نماز کو توڑ دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا ابوذرؓ! سرخ یا زرد کے بجائے کالے رنگ کے کتے کی تخصیص کیوں؟ انہوں نے فرمایا برادر زادے! میں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال پوچھا تھا جو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کہ سیاہ رنگ کا کتا شیطان ہوتا ہے۔ اس روایت کو امام بخاری کے علاوہ دیگر سب محدثین نے روایت کیا ہے۔ اس روایت میں صراحت ہے کہ سیاہ رنگ اور دوسرے رنگ کے کتوں میں فرق ہے، نیز یہ روایت اس بات پر بھی دلالت کناں ہے کہ اس رنگ کی زیادتی کی قید ایک حافظ کی طرف سے ہے لہٰذا اس کی رعایت رکھنا واجب ہے جس نے رنگ کے بغیر حدیث کو مطلقاً ذکر کر دیا ہے، اس نے گویا اختصار سے کام لیا ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ کے آگے (حالت نماز میں) بیٹھنے اور لیٹنے میں فرق کیا ہے۔ بیٹھنے کو آپ نے باعث اذیت بتایا ہے جبکہ لیٹنے کو اذیت کا باعث قرار نہیں دیا۔ چنانچہ ہمارے مذکورہ قول کی دلیل بھی یہی حدیث ہے۔ وللہ الحمد!

ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت ابی العاص کو گردن پر اٹھا کر نماز پڑھی ہے (دیکھو مسئلہ ۴۰۱)۔ لہٰذا جس صورت کو نص نے مستثنیٰ کیا ہم نے بھی مستثنیٰ کر دیا اور جس صورت کو نص نے باقی رکھا ہم نے بھی باقی رہنے دیا سلف صالح میں سے ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

ہم نے بطریق حجاج بن منہال، از سفیان بن عُیَینہ، از عبیداللہ بن ابی یزید روایت کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا کہ کتا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں (عبدالرزاق ۲/۲۷)

ہم نے بطریق یحییٰ بن سعید قطان از شعبہ، از قتادہ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن زید سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ الصلوۃ، معجم کبیر طبرانی ۱۲/۱۰۹)۔ یہ دونوں سندیں اس قدر صحیح ہیں کہ ان سے زیادہ صحیح سند کوئی نہیں۔

ہم نے بطریق شعبہ از عبیداللہ بن ابی بکر بن انس، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۱)

ہم نے بطریق حجاج بن منہال، از حماد بن سلمہ، از حمید بکر بن عبداللہ مُزَنی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے قریب نماز پڑھ رہا تھا کہ ہمارے درمیان کتے کا ایک بچہ گھس آیا جو میرے آگے سے گزر گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ نماز کو دہرائیں البتہ میں نہیں دہراؤں گا کیونکہ یہ میرے آگے سے نہیں گزرا ہے۔

ہم نے بطریق یحییٰ بن سعید قطان، از سُلیمان تیمی بکر بن عبداللہ مُزَنی سے روایت کیا ہے کہ کتے کا ایک بچہ حضرت ابن عمرؓ کے آگے سے گزر گیا جس سے آپ کی نماز ٹوٹ گئی تھی (ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۲)۔ یہ بھی نہایت صحیح ترین سند ہے۔

ہم نے بطریق علی بن مدینی از معاذ بن ہشام دستوائی، از والد خود، از قتادہ، از زرارہ بن اوفیٰ، از سعد بن

ہشام، از عامر، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ (بیہقی ۲/۲۷۴)

ہم نے بطریق عبداللہ بن مبارک از سلیمان بن مغیرہ، از حمید بن ہلال، عبداللہ بن صامت سے روایت کیا ہے کہ حضرت حکم بن عمرو غفاری نے ایک سفر میں لوگوں کو نماز پڑھائی، آپ کے سامنے سترہ بھی تھا۔ ایک گدھا آپ کے اصحاب کے سامنے سے گزر گیا تو آپ نے انہیں دوبارہ نماز پڑھائی (عبدالرزاق ۲/۱۸۔ ومعجم کبیر طبرانی ۳/۲۴۴)

ہم نے بطریق حماد بن سلمہ، از حمید، از حسن بن مسلم مکی، از صفیہ بنت شیبہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ تم نے تو ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا ہے، نماز کو تو کتا، گدھا اور بلی توڑتی ہے۔

ہم نے بطریق سفیان بن عیینہ، از زہری، از سالم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ کتا اور گدھا نماز توڑ دیتے ہیں۔

عطاء اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے مگر انہوں نے سیاہ رنگ کے کتے کی تخصیص کی ہے نیز کہا ہے کہ حائضہ عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹتی ہے۔ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ کتا اور حائضہ عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں۔

ہم نے بطریق شعبہ، از زیاد بن فیاض روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالاحوص ــ صاحب ابن مسعودؓ ــ سے سنا، فرماتے تھے کہ کتا، عورت اور گدھا نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۱)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ سیاہ رنگ کا کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں۔ ہاں اگر عورت سامنے لیٹی ہوئی ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ان میں سے کوئی چیز بھی نماز کو نہیں توڑتی۔ ہمارے علم میں حدیث عائشہ کے علاوہ ان ائمہ کرام کے پاس اور کوئی دلیل نہیں، اور حدیث عائشہ ان کے خلاف حجت ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ نیز ان کی دلیل ایک یہ حدیث ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک گدھیا پر سوار ہو کر آیا اور ان دنوں بلوغت کے قریب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے، میں صف کے آگے سے گزرا، نیچے اتر آیا، گدھیا کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا اور خود صف میں داخل ہو گیا، کسی نے بھی میرے اس کام کی تردید نہ کی۔ (بخاری کتاب العلم والصلوٰۃ والحج والمغازی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ کئی وجوہ کے باعث یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اوّل اس لیے کہ:

۵۸۴۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف، از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ، از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج، از محمد بن مثنّٰی، از محمد بن جعفر، از شعبہ، از] حکم بن عُتیبہ روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جُحَیفہؓ سے سُنا، وہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف تشریف لاتے، آپ نے وضو فرمایا، اور ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی، آپ کے سامنے نیزہ (بطور سُترہ) گاڑا ہُوا تھا۔ عون بن ابی جُحَیفہ نے اپنے باپ سے اس روایت کو ذکر کرتے ہوئے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ نیزے کے پیچھے سے گدھا اور عورت گزر رہے تھے۔ (بخاری کتاب الطہارۃ والصلوٰۃ والمناقب، مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ)۔

۵۸۵۔ [بدیں سند تا مسلم از عُبیداللہ بن مُعاذ بن معاذ عنبری، از والد خود، از شعبہ از یعلی بن عطاء روایت کیا، انہوں نے ابو عَلقمہ سے سُنا] انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سُنا، فرماتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ امام ڈھال ہے، جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو (مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب ۲)۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ چیزوں میں سے جو امام اور مقتدی کے مابین حائل نہ ہو وہ نماز کو نہیں توڑتی، کیونکہ امام سب مقتدیوں کے لیے سُترہ ہے خواہ صف کتنی میل لمبی ہو۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ بلاشک اس بات پر یقینی طور پر اجماع ہے کہ جب امام کے آگے سُترہ ہو تو پھر مقتدیوں میں سے کسی کو سُترہ کا مکلّف قرار نہیں دیا جاتا بلکہ سب کے لیے امام کا سُترہ ہی کافی ہوتا ہے جیسا کہ سب نے اس نیزہ پر ہی اکتفا کر لیا تھا جس کی طرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ابن عباسؓ کی گدھی لوگوں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم یا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپ کے سُترہ کے مابین حائل نہیں ہوتی تھی۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عباسؓ سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے کہ گدھا، عورت اور کُتّا نماز کو توڑ دیتے ہیں[۱] اور ہمارے اور ان کے مابین یہ اصول مسلّمہ ہے کہ راوی صحابی اپنی روایت کے بارہ میں

---

[۱] حضرت ابن عباسؓ سے روایتیں مختلف ہیں۔ آپ سے یہ بھی وارد ہے جو عدمِ قطع پر دلالت کرتا ہے اور جو آپ سے

زیادہ جانتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ اگر کچھ اور صحیح ہو ـــــ اور ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا ـــــ تو جو حضرت ابو ہریرہؓ، انسؓ اور ابوالدرداءؓ نے روایت کیا ہے، وہ بلاشک یقینی طور پر اس کے لیے ناسخ ہے، جس پر ان روایات سے قبل ان کا عمل تھا۔

انہوں نے دو حدیثیں اور بھی ذکر کی ہیں۔ ایک تو بطریق عباس بن عبداللہ بن عباس، از حضرت فضل بن عباسؓ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباسؓ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے، آپ نے نماز پڑھی گدھی اور کتیا آپ کے آگے تھیں[1]۔

---

اثبات قطع کے سلسلہ میں وارد ہے، اسے ایک دوسرے معنی پر محمول کیا جائے گا جیسا کہ طحاوی نے معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۶ میں حضرت عکرمہؓ سے روایت کیا ہے کہ پوچھا گیا کہ نماز کو کون سی چیز توڑ دیتی ہے؟ انہوں نے کہا کتا اور گدھا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ (اس کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں) یہ چیزیں نماز کو نہیں توڑتیں لیکن مکروہ ہے (کہ یہ چیزیں نمازی کے آگے سے گزریں)۔ نسائی نے ج ۱، ص ۱۲۲ میں حضرت صُہیب سے روایت کیا ہے کہ میں نے ابن عباس سے سنا فرماتے تھے کہ بنو ہاشم کا ایک نوجوان گدھے پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے گزرا، آپ اس وقت نماز پڑھا رہے تھے، وہ نیچے اُترا اور صف میں داخل ہو گیا، بنو عبدالمطلب کی دو بچیاں دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا، آپ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور نماز سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

[1] ابوداؤد نے اسے ج ۱ ص ۲۶۱ کتاب الصلوٰۃ میں روایت کیا ہے، الفاظ یہ ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے پاس جنگل میں تشریف لائے، حضرت عباسؓ بھی آپ کے ساتھ تھے، آپؐ نے صحرا میں نماز پڑھی، آپؐ کے آگے کوئی سترہ بھی نہ تھا، ہماری گدھی اور کتیا آپ کے آگے کھیل رہی تھیں، آپؐ نے اس کی کوئی پروا نہ کی۔ نسائی نے اسے ج ۱ ص ۱۲۳ کتاب الصلوٰۃ میں روایت کیا ہے اور اس روایت میں ہے کہ آپ نے عصر کی نماز پڑھی اور اس روایت کے آخر میں ہے کہ گدھی اور کتیا کو نہ ڈانٹا گیا اور نہ پیچھے ہٹایا گیا۔ طحاوی نے بھی ج ۱ ص ۲۶۶ میں اس کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے۔ (بیہقی ۲/۲۷۸ میں بھی یہ روایت ہے، و نیز مصنف عبدالرزاق ۲/ ۲۸ میں محمد بن عمر بن علی از فضل بن عباس بھی یہ روایت مروی ہے) لیکن محمد بن عمر، فضل بن عباس کے بعد پیدا ہوتے ہیں لہٰذا یہ روایت بھی صحیح نہیں)۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ روایت صحیح نہیں۔ عباس بن عبیداللہ نے اپنے چچا فضل کا زمانہ نہیں پایا۔

دوسری حدیث انہوں نے یہ ذکر کی ہے، جو بطریق مجالد از ابوالوداک، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی (ہاں جو سامنے آئے) اسے تم مقدور بھر پیچھے دھکیل دو۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۱۶ و ابن ابی شیبہ ۱/۲۸۰)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ابوالوداک ضعیف ہے اور مجالد بھی انہی کی مانند ہے[1]۔ پھر اگر یہ سب کچھ صحیح ثابت بھی ہو جائے، تو یہ لازم نہیں آتا کہ ایک روایت کو لے لیا جائے اور باقی سب کو چھوڑ دیا جائے محض خواہشِ نفس سے تو ایسا ہو نہیں سکتا، ہاں کوئی واضح دلیل ہو تو الگ بات ہے۔ اگر یہ آثار صحیح بھی ہوں —— حالانکہ صحیح نہیں ہیں —— تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کہ کتا، گدھا اور عورت نماز کو توڑ دیتے ہیں، پہلے کے احکام کے لیے ناسخ ہے جو یہ تھے کہ حیوانات میں سے کوئی چیز نماز کو نہیں توڑ سکتی، جیسا کہ گھوڑا، بلی اور خنزیر کے آگے سے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، تو یہ بات بالکل غیر مخفی اور باطل ہے کہ جس امر کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ ناسخ ہے اسے ترک کر دیا جائے اور جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ یہ منسوخ ہے، اسے لے لیا جائے۔ اور یہ بھی امر محال ہے کہ منسوخ

---

[1] ابوالوداک کا نام جبر بن نوف بکالی ہے۔ ثقہ ہیں۔ ابن معین (تاریخ عثمان الدارمی عنہ ترجمہ ۲۲۱) و ابن حبان (ثقات ۴/۱۱۷) نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام نسائیؒ کے اقوال آپ کی بابت مختلف ہیں کبھی تو فرمایا "صالح" ہیں اور کبھی فرمایا کہ "لیس بالقوی" اور جس راوی کے بارے میں ائمہ اس قسم کے الفاظ ذکر فرمائیں اس پر ضعیف ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ امام مسلمؒ نے بھی ان سے روایت ذکر کی ہے، باقی رہے مجالد تو یہ ابن سعید ہمدانی کوفی ہیں۔ امام احمدؒ اور کئی دیگر ائمہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آپ کے بارے میں کلام کیا ہے لیکن آپ "صدوق" ہیں۔ امام بخاریؒ نے بھی آپ کو "صدوق" قرار دیا ہے، امام مسلمؒ نے دیگر رواۃ کے ساتھ ملا کر آپ کی روایت لی ہے۔ اس قسم کے راوی کی حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا، اس لیے امام ابوداؤدؒ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں میں تنازعہ ہو تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آپ کے بعد صحابہ کرام کا عمل کیا تھا (عون المعبود ۱/۲۶۲)

حالت یا حکم پھر عود کر آتے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم اس کے عود کر آنے کی وضاحت نہ فرمائیں [1]

---

[1] راجح بات یہ ہے کہ ان اشیاء کے ساتھ نماز ٹوٹنے کی حدیث منسوخ ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ نماز کو کوئی چیز توڑ نہیں سکتی، اس میں اشارہ ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اس قسم کی اشیاء سے نماز کا ٹوٹ جانا مشہور و معروف تھا اور جو شخص حدیث کے معنی میں تأمل و تفکر کرے اس کے لیے گویا صراحت ہے پھر دوسری احادیث میں یہ بھی وارد ہے جو اس کی تائید کرتا ہے۔ ابن عبد البر نے "التمہید" ص ۱۴۰-۱۴۱، اور بیہقی، ج ۲ ص ۲۷۷، ۲۷۸ میں بطریق ابراہیم بن منقذ خولانی، از ادریس بن یحییٰ ابو عمرو معروف بالخولانی، از بکر بن مضر از صخر بن عبد اللہ بن حرملہ، انہوں نے عمر بن عبد العزیز سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ان کے آگے سے ایک گدھا گزرا، تو عیاش بن ابی ربیعہ نے کہا سُبحان اللہ، سُبحان اللہ، سُبحان اللہ! جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ ابھی ابھی کون سُبحان اللہ کہہ رہا تھا؟ انہوں نے کہا یا رسُول اللہ! مَیں نے کہا تھا، کیا گدھا نماز کو توڑتا نہیں؟ آپ نے فرمایا نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی۔ باغندی نے مسند عمر بن عبد العزیز میں از عبد اللہ بن ہشام بن عبید اللہ روایت کیا ہے (دیکھو حدیث ۷) پھر حافظ ابو الحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ راوی مسند نے باغندی سے، از محمد بن موسیٰ حضرمی، از ابراہیم بن سعد دونوں ہی از ادریس بن یحییٰ روایت کیا ہے (دیکھو حدیث ۸)۔ اور ادریس بن یحییٰ کا ترجمہ ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل ۱/۱/۲۶۵ میں دیا ہے اور انہیں صدوق و افاضل المسلمین میں شمار کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن جوزیؒ نے "تحقیق" میں جب اپنے مذہب کی نصرت و حمایت کا ارادہ کیا تو اس حدیث کو صخر بن عبد اللہ کے باعث ضعیف قرار دے دیا حالانکہ یہ ان کی شدید غلطی ہے کیونکہ انہوں نے خیال کیا ہے کہ شاید یہ "صخر بن عبد اللہ حاجبی منقری" ہے، وہ کوفی اور متأخر ہے، مالک اور لیث سے روایت کیا ہے۔ سنہ ۲۲۰ھ کے قریب تک باقی رہا ہے۔

لیکن اس سند میں جو راوی ہے، وہ صخر بن عبد اللہ بن حَرْمَلَہ مُدلجی ہے، جو حجازی و قدیم ہے۔ سنہ ۱۳۰ھ کے قریب موجود تھے اور ثقہ ہیں۔ باغندی نے مسند عمر ص ۷، ج ۹ میں کہا ہے ہم نے ہشام بن خالد ازرق از ولید بن مسلم، از بکر بن مضر مصری از صخر بن عبد اللہ مدلجی روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ مَیں نے عمر بن عبد العزیز سے سُنا وہ عیاش بن ربیعہ مخزومی سے بیان کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ہمارے سامنے سے ایک گدھا گزرا عیاش نے کہا سُبحان اللہ! جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ سُبحان اللہ کس نے کہا تھا؟ عیاش نے کہا "مَیں نے یا رسُول اللہ! کیوں کہ مَیں نے سُنا ہے کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے"۔ آپ نے فرمایا "نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی"!

مَیں نے "التحقیق لابن الجوزی" کی جو شرح لکھی ہے اس میں اس روایت کے بعد لکھا ہے کہ یہ سند صحیح ہے مگر عمر بن عبد العزیز نے عیاش

بعض مخالفین نے فرمانِ باری تعالیٰ:

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ۔ (فاطر: ۱۰)

"اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتے ہیں۔"

سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ عملِ صالح کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی!

ابن حزمؒ فرماتے ہیں، حالانکہ ان حضرات کے نزدیک اگر آدمی اپنی عورت کا بوسہ لے لے، آلہ تناسل کو چھولے اور درہم بغلی سے زیادہ پیشاب لگ جائے تو ان امور سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اگر جان بوجھ کر دُبر سے ہوا خارج کر دی جائے، تو سب کے نزدیک نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ عورتوں کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ان کی سب سے بہتر صف آخری صف ہے (حوالہ پہلے گزر چکا) اور صحیح یہ ہے کہ بعض عورتیں بعض کی نماز کو قطع نہیں کرتیں۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۳۸۶۔ نماز و دعا میں آنکھ اوپر اٹھانا حلال نہیں

نمازی کے لیے نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا حلال نہیں ہے اور نہ نماز کے علاوہ دعا وغیرہ میں آسمان

---

سے سماع نہیں کیا کیونکہ عیاش ۱۵ھ میں فوت ہو گئے تھے لیکن اسے حضرت انسؓ سے ایک دوسری روایت پر محمول کیا جائے گا۔ گویا حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے جب اسے حضرت انسؓ سے سنا تو کبھی تو آپ سے روایت کر دیا اور کبھی اسے عیاش سے مرسلاً روایت کر دیا اور اس سے آپ کا ارادہ روایتِ قصہ کا تھا نہ کہ ذکرِ اسناد کا۔ رواۃ حدیث سے ایسا بکثرت ثابت ہے خصوصاً قدماء کے ہاں یہ معمول رہا ہے اور اس بات کی اس میں صریحاً دلالت ہے کہ وہ احادیث جن میں یہ حکم مذکور ہے کہ عورت، گدھا اور کتا نماز کو توڑ دیتے ہیں، منسوخ ہیں۔ عیاش نے سنا تھا کہ گدھا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ عیاش ان سابقین و مہاجرین میں سے ہیں، جنہوں نے دو ہجرتیں کی تھیں، پھر مکہ میں محبوس ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت میں آپ کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے جیسا کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہے یعنی آپ کو پہلے حکم کا تو علم ہوا لیکن نسخ کا علم نہ ہو سکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو معلوم کروایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑ سکتی۔ یہ تحقیق دقیق اور استدلالِ ظریف ہے، سابقہ حضرات میں سے کسی کے ہاں میں نے یہ نہیں دیکھا۔

کی طرف نظر اُٹھانا جائز ہے۔

۵۸۶۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج از ابوکریب از ابو معاویہ از اعمش، از مُسَیَّب بن رافع از تمیم بن طرفہ از] حضرت جابر بن سمرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ دورانِ نماز آسمان کی طرف اپنی آنکھیں اُوپر اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھیں ان کی طرف واپس ہی نہیں آئیں گی۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ والدارمی ایضاً فی الصلوٰۃ)

صحیح طرق کے ساتھ یہ روایت حضرت انسؓ، ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے بھی مروی ہے (انسؓ کی روایت بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ ابن عمر کی روایت ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب الخشوع فی الصلوٰۃ و طبرانی کبیر ۱۲/ ۲۸۷ میں ہے۔ اور ابوہریرہؓ کی روایت آگے آرہی ہے)

۵۸۷۔ ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات از ابن مُفرج از عبداللہ بن جعفر بن وَرْد از یحییٰ بن ایوب بن بادی علاف از یحییٰ بن بکیر، از لیث بن سعد، از جعفر بن ربیعہ، از عراک بن مالک واعرج، دونوں از] ابوہریرہؓ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ دعا کے وقت آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھوں ہی کو اُچک لیا جائے گا۔[1]

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ وعید شدید ہے اور وعید صرف حرام اور کبیرہ گناہ پر ہی ہوتی ہے، جو چیز مُباح اور مکروہ ہو اس پر وعید بالکل نہیں ہوتی اور نہ ہی صغیرہ مَغفورہ گناہ پر وعید ہوتی ہے۔ سلف میں سے ایک جماعت نے بھی یہی فرمایا ہے جیسا کہ درجِ ذیل روایت سے ثابت ہے۔

ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن مھدی، از سفیان ثوری، از زیاد بن فیاض تمیم بن سلمہ[2] سے روایت کیا ہے کہ

---

[1] مسلم نے ج ۱ ص ۱۲۷، نسائی نے ج ۱ ص ۱۸۰ میں اسے بطریق ابن وہب از لیث، از جعفر از اعرج، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ لوگ نماز میں بوقت دعا اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ پھر ان کی نظروں ہی کو اچک لیا جائے گا۔

[2] یہ روایت مُرسل ہے کیونکہ تمیم بن سلمہ نے ابن مسعودؓ کو نہیں پایا، ان کی وفات ۱۰۰ھ میں ہوتی جبکہ ابن مسعودؓ نے ۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کو نماز میں آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ لوگ نماز میں آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر دیکھنے سے باز آجائیں ورنہ ان کی نظریں ان کی طرف لوٹیں گی ہی نہیں! نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص اپنے سر کو امام سے پہلے اٹھاتا ہے، اُسے ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو کتے کے سر سے نہ بدل دے (عبدالرزاق ۲/۳۷۲، معجم کبیر طبرانی ۹/۲۷۴ وابن ابی شیبہ ۲/۲۴۰)

ہم نے بطریق حماد بن سلمہ از عمران بن حدیر ابو مجلزؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ شخص جو آسمان کی طرف نظر اُٹھاتا ہے، کیا اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کی نظر کو اُچک لے؟ کیا وہ یہ نہیں دیکھتا کہ فرشتے اُتر رہے ہیں!۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ حنفی اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں جو کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے ایک طرف کوئی عورت بھی اسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہو لیکن یہ اس عورت کو دُور ہٹانے پر قادر نہ ہو، اسی طرح ان کے نزدیک اُس شخص کی نماز بھی باطل ہے، جو بھول کر نماز میں گفتگو کر لے۔ مالکی اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں جس نے ایسے پانی کے ساتھ وضو کر کے نماز پڑھ لی ہو جس میں روٹی بھگوئی گئی ہو اور شافعی اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں جس کے کپڑوں پر اس کے جسم، داڑھی یا سر کا کوئی بال ہو حالانکہ ان میں سے کسی شخص کی نماز کے باطل ہونے کے سلسلہ میں کوئی نص یا دلیل نہیں ہے اور پھر یہ حضرات اس شخص کی نماز کو جائز قرار دیتے ہیں جس نے نماز میں قصداً کوئی ایسا کام کر لیا جس کی حرمت نص سے ثابت ہو یا جس کے سلسلہ میں کوئی شدید وعید آئی ہو ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۳۸۷۔ عورت کا آدمی کے قریب نماز پڑھنا

اگر کسی عورت نے ایک ایسے شخص کے پہلو میں نماز پڑھ لی جس کی یا جس کے امام کی اس نے اقتدار نہ کی تو یہ جائز ہے۔ اگر آدمی نے عورت کی امامت کی نیت نہ کی ہو لیکن عورت نے اقتدار کی نیت کر لی ہو تو آدمی کی نماز صحیح لیکن عورت کی نماز باطل ہو گی۔ اگر آدمی نے عورت کی امامت کی نیت کر لی اور عورت اس بات پر قادر رہے کہ اس سے پیچھے ہٹ کر نماز پڑھے تو دونوں ہی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر دونوں ہی ایک امام کی اقتدار کر رہے ہوں اور دونوں میں سے کوئی بھی کسی دوسری جگہ منتقل ہونے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو دونوں ہی کی نماز درست

ہوگی۔ اگر عورت کسی دوسری جگہ منتقل ہونے پر قادر ہو مگر آدمی کو قدرت نہ ہو تو عورت کی نماز باطل مگر آدمی کی نماز صحیح ہوگی۔ اگر آدمی عورت کو پیچھے ہٹانے پر قادر ہو مگر وہ ایسا نہ کرے تو دونوں کی نماز باطل ہوگی۔

۵۸۸۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب، از عمرو بن علی از یحییٰ بن سعید قطان، از شعبۃ از عبداللہ بن مختار، از موسیٰ بن انس بن مالک، از] حضرت انسؓ بن مالک روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے اور میرے گھر کی ایک عورت کو نماز پڑھائی، مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت ہمارے پیچھے تھی۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۵۸۹۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از قُتیبہ بن سعید، از مالک بن اَنس، از اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، از] حضرت انس بن مالکؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں نماز پڑھائی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں اور یتیم نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے صف باندھی اور عورت ہمارے پیچھے تھی، آپ نے ہمیں دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر تشریف لے گئے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی کتاب الصلوٰۃ۔)

اس سے معلوم ہُوا کہ عورت ایک ہو، دو ہوں یا زیادہ، ان کا مقام آدمیوں کے پیچھے ہے، نہ تو کسی آدمی کے ساتھ عورت کھڑی ہو سکتی ہے اور نہ ہی آدمی سے آگے۔ اسی طرح آدمی خواہ ایک ہو یا دو یا زیادہ، ان کا مقام عورت سے آگے ہے، عورت خواہ ایک ہو، دو ہوں یا زیادہ۔

جس شخص نے ایسی جگہ سے تجاوز کیا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اور کسی ایسی جگہ نماز پڑھ لی جہاں سے اللہ نے اسے منع فرمایا ہے، تو اس نے اس عمل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا اور اس نماز کو ادا نہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یاد رہے معصیت، اطاعت سے کفایت نہیں کر سکتی! امام ابوحنیفہؒ اور بعض اصحاب ابوسلیمان ظاہری کا بھی یہی قول ہے۔

[1] بعض علماء حنفیہ نے جو یہ روایت ذکر کی ہے کہ "اَخِّرُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَخَّرَهُنَّ اللّٰهُ" یہ حدیث مرفوع نہیں ہے بلکہ یہ ابن مسعود کا کلام ہے۔ عبدالرزاق نے اسے مصنف (۱۴۹/۳) میں روایت کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے نصب الرایہ (ج ۱ ص ۲۴۳)

ہاں اگر کوئی شخص ایسی جگہ نماز پڑھنے سے عاجز ہو گیا جہاں اسے حکم تھا تو اس کے لیے فرمانِ باری تعالیٰ یہ ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ۔ (الانعام۔ ۱۱۹)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں، وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں مگر اس صورت میں کہ تم ناچار ہو جاؤ (یعنی اضطراری کیفیت تم پر طاری ہو جائے۔")

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ۔" (حوالہ کئی بار گزرا)

## ۳۸۸۔ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا

جس نے نماز میں قصداً کمر پر ہاتھ رکھ لیا اس کی نماز باطل ہو جائے گی اسی طرح جو شخص اپنے ہاتھ یا دونوں ہاتھوں پر قصداً اعتماد کر کے بیٹھ گیا، اس کی نماز بھی باطل ہو جائے گی۔

۵۹۰۔ ہم نے بطریق [حمام از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از اسماعیل بن اسحاق از یحییٰ بن حبیب بن عربی، از حماد بن زید، از ایوب سختیانی، از محمد بن سیرین، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے سے منع کیا گیا ہے (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۵۴۷)

۵۹۱۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع، از محمد بن معاویہ، از احمد بن شعیب، از سُوَیْد بن نصر، از عبداللہ بن مبارک، از ہشام بن حسّان، از محمد بن سیرین، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ و ایضاً دارمی، ابوداؤد و بخاری کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی پہلا قول بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ نیز آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے امر کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔" (بخاری و مسلم)

سلف میں سے ایک جماعت سے بھی یہی قول منقول ہے جیسا کہ درج ذیل روایات سے ثابت ہے:۔

ہم نے بطریق وکیع، از اعمش، از ابوالضحیٰ، از مسروق، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنا، یہودیوں کا فعل ہے۔ آپ نے اسے انتہائی ناپسند سمجھا۔ (بخاری

فی ذکر بنی اسرائیل وعبدالرزاق ۲/۲۷۳ وابن ابی شیبہ ۲/۴۷)

ہم نے بطریق وکیع، از ثور بن زید، از خالد بن معدان، امّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے نماز میں اپنے ہاتھ کو کمر پر رکھا ہوا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ جہنمی جہنم میں اسی طرح ہوں گے[1]۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ ۲/۴۷)

ہم نے بطریق وکیع، از سعید بن زیاد از زیاد بن صبیح حنفی روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی، اور اپنے ہاتھ کو کمر پر رکھ لیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا کرتے تھے (ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ ومصنّف ابن ابی شیبہ ۲/۴۷)

حضرت ابن عباسؓ نے نماز میں کمر پر ہاتھ رکھنے کو مکروہ سمجھا اور فرمایا کہ ایسی حالت میں شیطان حاضر ہوتا ہے۔ (مصنّف ابن ابی شیبہ ۲/۴۷)

ہم نے بطریق سفیان ثوری، صالح بن نبہان سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اپنے ہاتھ کو کمر پر نہ رکھے کیونکہ ایسی حالت میں شیطان حاضر ہوتا ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۲۷۴)

ہاتھ پر اعتماد کے سلسلہ میں درج ذیل روایات ملاحظہ فرمائیے!

۵۹۲ - ہم نے بطریق [ضمام، از ابن مفرّج، از ابن الاعرابی، از دَبری، از عبدالرزاق، از معمر، از اسماعیل بن اُمیّہ، از نافع، از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص نماز میں اپنے ہاتھ پر اعتماد کر کے بیٹھے۔ (عبدالرزاق ۲/۱۹۷، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۸۸)

نیز عبدالرزاق (از ابن جریج) فرماتے ہیں کہ مجھے ابراہیم بن میسرہ نے خبر دی کہ انہوں نے عمرو بن شرید سے سنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دیتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کا نماز میں بائیں ہاتھ پر

---

[1] اسی معنی میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک مرفوع روایت بھی ہے کہ کمر پر ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہوگی۔ اس روایت کو ابن خزیمہ (۲/۵۷) وابن حبان (۴۸۰) نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے جیسا کہ "ترغیب" ج ۱ ص ۱۹۳ میں ہے۔

بیٹھنا مغضوب علیہم لوگوں کی نشست ہے (یہ روایت مرسل ہے۔ عبدالرزاق ۲/۱۹۸)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" (بخاری کتاب الصلوٰۃ) پس جس مرد یا عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف نماز پڑھی تو اس نے امر الٰہی کے خلاف نماز پڑھی لہٰذا اس کی یہ نماز نہ ہوگی، نماز میں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے خلاف ہے اور اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

ہم نے بطریق نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نماز پڑھتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جس نے اپنے ہاتھوں پر ٹیک لگا رکھی تھی تو فرمایا کیا بات ہے تم نماز میں اس طرح کیوں بیٹھتے ہو، جس طرح مغضوب علیہم لوگ بیٹھتے ہیں۔ (عبدالرزاق ۲/۱۹۷)

## ۳۸۹۔ رکعتوں اور سجدوں کی تعداد کی پابندی

رکعتوں اور سجدوں کی تعداد کی پابندی فرض ہے، اس پابندی کے بغیر نماز درست نہیں۔ ہر قیام کے لیے ایک رکوع، ہر رکوع سے ایک بار سر اُٹھانا، دو سجدے اور ہر دو سجدوں کے درمیان جلسہ ہے امت میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

جو شخص ایک سجدہ بھول جائے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کی پہلی رکعت نامکمل ہوگی اور دوسری کے لیے اُٹھنا لغو اور لاشئ ہوگا۔ اگر کسی نے قصد و ارادہ سے ایک سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اس کا رکوع اور رکوع سے سر اٹھانا سب کچھ لغو ہوگا کیونکہ نسیان تو قابلِ معافی ہے اگر کوئی بھولنے کے بعد پھر دوسرا سجدہ کر لے تو اس کی رکعت پوری ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اپنی نماز کی ہر رکعت میں سے ایک سجدہ بھول جائے — اگر نماز صبح اور جمعہ کی ہے یا بحالتِ سفر ظہر، عصر یا عشاء کی ہے — تو اس کی ایک رکعت درست ہوگی لہٰذا اسے دوسری رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کر لینا چاہیے۔ اگر مغرب کی نماز ہے تو اس کا حکم بھی اسی طرح ہے، اسے ایک سجدہ کر کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیے، دوسری رکعت مکمل کر کے تشہد کے لیے بیٹھ جائے اور پھر تیسری رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرے۔

اگر حالتِ حضر میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز ہے، تو اس کی دو رکعتیں صحیح ہوں گی جیسا کہ ہم نے قبل ازیں

ذکر کیا، اسے دوسری دو رکعتیں پڑھنے کے بعد سجدۂ سہو کرنا چاہیے۔ اس کی دلیل حسب ذیل فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۔ (آل عمران: ۱۹۵)

"میں کسی عمل کرنے والے کے عمل کو، مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا۔"

اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص کوئی ایسا عمل کرے، جو ہمارے امر کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے۔" (بخاری و مسلم)۔ اس سے معلوم ہُوا کہ ہر وہ عمل جس کو اس کے موقعہ و محل پر آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق سرانجام دیا جائے، وہ درست ہے اور ہر وہ عمل جسے موقعہ و محل کے بغیر آپ کے فرمان کے برعکس انجام دیا جائے، وہ مردود ہے۔ یہی اصول ہمارے قول کی بنیاد ہے ——— وَلِلّٰہِ تَعَالٰی الْحَمْدُ!

امام شافعی، داؤد ظاہری اور کئی دیگر ائمہ کا قول بھی یہی ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت کے قیام، رکوع، رکوع سے سر اٹھانے اور سجدہ، سب کچھ کو باطل قرار دے لے اور دوسری رکعت کو صحیح شمار کرے۔

اور یہ غلط ہے کیونکہ آپ نے فاسد قیام، فاسد رکوع اور فاسد رفع کو صحیح قرار دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو اس کے غیر موقعہ و محل پر رکھا ہے کہ اگر قصد و ارادہ سے کوئی ایسا کرتا تو اس کی نماز باطل ہو جاتی اور اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ نیز امام مالکؒ نے ایسے قیام، رکوع، سر کے اُٹھانے اور سجدہ کو لغو قرار دیا ہے، جو باجماعِ اُمّت درست ہے۔

اگر کہا جائے کہ ہمارا ارادہ تو یہ ہے کہ دو سجدوں کے مابین کسی اور عمل کو حائل نہ ہونے دیں تو ہم عرض کریں گے کہ آپ نے احرام کے درمیان نماز کو حائل کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ اور قیام و قراءت کے مابین جو متصل ہی ہیں۔ اس عمل کو آپ نے باطل قرار دیا ہے، ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ حالانکہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بُھول کر نماز میں کچھ ایسے اعمال کا دخول ہو گیا جو نماز میں سے نہ تھے، مثلاً سلام، کلام، چلنا پھرنا، ٹیک لگانا اور گھر میں داخل ہونا وغیرہ، ان میں سے کسی عمل نے بھی آپ کی نماز کو ذرّہ بھر نقصان نہ پہنچایا، پس معلوم ہُوا کہ بُھول کر انسان سے کوئی عمل نماز میں حائل ہو جائے تو وہ نقصان نہیں پہنچاتا۔

اگر کہا جائے کہ سجدہ سے اس نے یہ نیت نہیں کی تھی کہ اس کا تعلق پہلی رکعت سے ہے۔ اس نے نیت

یہ کی تھی کہ اس کا تعلق دوسری رکعت سے ہے، اور [illegible]

ہم عرض کریں گے کہ یہ امر نماز کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ [illegible]

سلام پھیر دیا تھا، اس کے بارے میں نیت یہ کی تھی کہ یہ جلسہ چوتھی رکعت کا ہے [illegible]

پھر آپ نے اسے دوسری رکعت ہی کا شمار کر لیا، اسی طرح جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں
اسے اس کے یقین کے مطابق نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اسی طرح اگر اسے شک ہو کہ زیادہ پڑھ چکا ہے (تو سجدہ سہو کا
حکم دیا)۔ اس صورتِ حال میں نماز پڑھنے والے کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وہ تیسری رکعت پڑھ رہا ہے لیکن شاید
وہ چوتھی رکعت پڑھ رہا ہو، یہ صورتِ حال اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

پھر ہم عرض کریں گے کہ یہ صورتِ حال تو تم پر بھی لازم آتی ہے اور وہ اس طرح کہ نمازی نے تکبیر تحریمہ سے تو
اس رکعت کے لیے نیت کی ہوتی ہے جو تحریمہ سے متّصل ہوتی ہے جسے تم نے باطل قرار دے دیا ہے، اس
رکعت کے لیے تو نیت نہیں کی ہوتی جسے تم اب پہلی رکعت کہہ رہے ہو؟

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے آخر میں مسلسل چار سجدے کرے، نماز مکمل ہو جائے گی، لیکن یہ کلام
حد درجہ فاسد ہے کیونکہ آپ نے مسلسل چار رکعتوں کے بارے میں تو یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے ایک بھی پوری
نہیں ہوتی اور یہ بالکل باطل ہے۔ اور پھر آپ نے مسلسل چار سجدوں کا حکم دیا، جن کا اللہ تعالیٰ نے قطعاً کوئی حکم
نہیں دیا ہے گویا آپ نے قصداً اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان
صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي کی مخالفت کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس تعلیم کی مخالفت کی ہے جو آپؐ
نے نماز پڑھنے والے کو دی تھی، جو بطریق ابو ہریرہؓ و رفاعہ بن رافع مروی ہے، ہم یہ سب کچھ قبل ازیں مع سند ذکر
کر آئے ہیں۔ یہ حضرات اصحابِ قیاس ہونے کے دعویدار ہیں اور اس بارے میں ان کا اختلاف نہیں ہے کہ نمازی
کے لیے جان بوجھ کر رکعت سے پہلے سجدہ کرنا جائز نہیں ہے اور نہ قصداً ایک رکوع کے بعد سجدہ سے پہلے دوسرا
رکوع کرنا جائز ہے، اور پھر یہ حضرات بعینہٖ یہی امور جائز قرار دے رہے ہیں —— وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۳۹۰۔ سجدہ میں بازوؤں کا بچھانا جائز نہیں

نمازی کے لیے یہ حلال نہیں کہ سجدوں میں وہ اپنے دونوں
ہاتھوں کو پھیلائے، اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے جسے:

۵۹۳۔ہم نے بطریق [عبدالرحمن بن عبداللہ بن خالد، از ابراہیم بن احمد، از فربری، از بخاری از محمد بن بشار از شعبہ از قتادہ، از] حضرت انس بن مالکؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سجدوں میں اعتدال کو اختیار کرو اور کوئی اپنے ہاتھوں کو اس طرح نہ پھیلائے جیسا کہ کتا پھیلاتا ہے (بخاری، مسلم، ابوداود ترمذی، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابووائل، حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع و سجود صحیح طریقے سے نہیں کر رہا تھا، جب وہ نماز سے فارغ ہُوا تو آپ نے فرمایا تم نے نماز پڑھی ہی نہیں (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ۲۶ و باب ۲۸۳)۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے ہاتھوں کو سجدوں میں پھیلا لیا، اس کے سجدے مکمل نہ ہوئے، اور جس کے سجدے مکمّل نہ ہُوئے، حضرت حذیفہؓ کے نزدیک اس کی نماز نہیں ہُوئی۔ صحابہ کرام میں سے آپ (یعنی حضرت حذیفہؓ) کا کوئی اس مسئلہ میں مخالف بھی نہیں ہے۔

## ۳۹۱۔ نمازی کے لیے آگے یا دائیں طرف تھوکنا جائز نہیں

نمازی پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے آگے یا دائیں طرف نہ تھوکے، خواہ نماز پڑھ رہا ہو یا نہ پڑھ رہا ہو، اسے حکم یہ ہے کہ حالتِ نماز میں اپنے کپڑے میں تھوک لے، یا بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دے، یا بائیں طرف دُور تھوک پھینک دے بشرطیکہ تھوک مسجد کو نہ لگے، یا اپنے پیچھے تھوک کو پھینک دے، بشرطیکہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

مسجد میں حالتِ نماز کے علاوہ بھی تھوکنا بالکل جائز نہیں۔ ہاں اگر تھوک کو دفن کر دے تو پھر جائز ہے اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے۔

۵۹۴۔ہم نے بطریق [حمام از ابن مُفرج، از ابن الاعرابی، از دبری، از عبدالرزاق، از سفیان ثوری، از منصور بن معتمر از ربعی بن حراش، از] طارق بن عبداللہ محاربی روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ جب نماز پڑھو تو اپنے آگے یا دائیں طرف تھوک نہ پھینکو، اگر بائیں جانب خالی ہو تو اس طرف تھوک دو ورنہ اپنے پاؤں کے نیچے، آپؐ نے پاؤں کے ساتھ زمین کی طرف اشارہ کیا اور پاؤں سے زمین کو کھودا۔"

(عبدالرزاق ۱/۴۳۲، واحمد ۶/۳۹۶، والحاکم ۱/۲۵۶، وابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، اور ترمذی وحاکم نے اسے صحیح قرار دیا اور ذہبی نے موافقت کی ہے)

یہ حدیث اس سے بھی زیادہ جلیل المرتبت سند کے ساتھ مروی ہے اور وہ ہے از شعبہ از قتادہ، از حضرت انس بن مالکؓ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم" (بخاری، مسلم کتاب الصلوٰۃ) نیز از ہمام بن منبہ، از ابوہریرہؓ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری کتاب الصلوٰۃ) اور از ابن عمرؓ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری والدارمی کتاب الصلوٰۃ) ۔نیز حضرت ابوہریرہ (عبدالرزاق ۱/۴۳۰)۔ وحضرت حذیفہؓ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۶۴، و عبدالرزاق ۱/۴۳۲ وابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ) سے بھی ممانعت منقول ہے اور صحابہ کرام میں سے کوئی ان دونوں کا مخالف نہیں ہے۔

۵۹۵۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری، از بخاری، از آدم، از شعبہ، از قتادہ از] حضرت انس بن مالکؓ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ (بخاری، مسلم کتاب الصلوٰۃ)

۵۹۶۔ [بدیں سند تا بخاری از حفص بن عمر، از شعبہ از قتادہ، از] حضرت انس بن مالکؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے آگے یا دائیں طرف نہ تھوکے بلکہ بائیں طرف یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوک لے۔ (بخاری، مسلم کتاب الصلوٰۃ)

یہ حدیث عموم کا تقاضا کرتی ہے اور حالتِ نماز وغیر نماز کو شامل ہے، سلف صالح کا بھی یہی مذہب تھا، چنانچہ حضرت طاؤس سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے مسجد میں تھوک دیا اور چلے گئے، پھر تھوڑی دیر بعد) واپس آئے تو آگ کا ایک شعلہ پکڑا ہوا تھا، اس کے ساتھ آپ نے تھوک کو ختم کر کے دفن کر دیا۔

بطریق سفیان ثوری، از ابواسحاق سبیعی، عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے، آپ نے تھوکنے کا ارادہ کیا، دائیں طرف اگرچہ جگہ خالی تھی لیکن آپ نے دائیں طرف تھوکنے کو پسند نہ فرمایا حالانکہ نماز میں بھی نہ تھے (عبدالرزاق ۱/۴۳۵)

بطریق سفیان ثوری، از خالد حذاء، از ابونصرؒ، از عبداللہ بن صامت) حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے[1]



[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں۔

آپ بیمار تھے اور آپ نے بیماری ہی کی حالت میں فرمایا کہ میں جب سے مشرف بہ اسلام ہوا ہوں میں نے اپنی دائیں طرف نہیں تھوکا (عبدالرزاق ۱/۴۳۵)

بطریق ابن جُریج از ابن نعیم روایت ہے، انہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے سُنا وہ اپنے بیٹے عبدالملک سے اُس وقت فرمارہے تھے جب انہوں نے راہ چلتے ہُوئے اپنے دائیں طرف تھوک لیا تھا، آپ اپنے ساتھی کو تکلیف دے رہے ہیں، بائیں جانب تھوکا کیجیے (عبدالرزاق ۱/۴۳۵)

بطریق عبدالرحمٰن بن مہدی، از منذر بن ثعلبہ، ہمام بن حُناس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے علاوہ بھی دائیں طرف تھوکنے سے منع کیا۔[1]

بطریق ابواسحاق سبیعی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن میمون کو نماز پڑھتے ہوتے دیکھا، انہوں نے تھوکنے کا ارادہ کیا مگر بائیں طرف جگہ نہ پائی تو پیچھے کی طرف جھانک کر تھوک دیا۔

بطریق ہمام بن یحییٰ روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں محمد بن سیرین کے پاس گیا، اس وقت آپ نماز میں مصروف ہو چکے تھے۔ آپ نے تھوکنے کا ارادہ کیا، بائیں طرف دیوار تھی، آپ نے بائیں طرف سے تھوک کو مسجد سے باہر پھینک دیا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے یہ مسئلہ اسی طرح منقول ہے اور کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی[2] ۔۔۔۔۔۔ و باللہ تعالیٰ التوفیق!

---

(حاشیہ صفحہ سابق) ابونصر کا نام حمید بن ہلال ہے۔ یہ ثقہ تابعی ہیں ان کا ترجمہ ثقات ابن حبان ۴/۱۴۸، اور تاریخ کبیر للامام بخاری ۲/۳۴۴ میں ہے مصنف عبدالرزاق میں ابونضرہ چھپا ہے جو غلط ہے۔

[1] ہمام بن حُناس ثقہ تابعی ہیں، ان کا ترجمہ ثقات ابن حبان ۵/۵۱۱، اور الجرح والتعدیل ۹/۱۰۷ میں ہے۔

[2] صحابہ کرام ہی سے نہیں بلکہ تابعین سے بھی یہ اسی طرح منقول ہے کیونکہ مصنف نے جن جن شخصیتوں کا تذکرہ کیا ہے یہ سب صحابہ نہیں بلکہ ان میں تابعین بھی شامل ہیں۔

## ۳۹۲۔ اُونٹ کے بیٹھنے کی جگہ پر نماز درست نہیں

اُونٹ کے بیٹھنے کی جگہ پر بھی نماز پڑھنا حلال نہیں۔ اس سے مُراد گھر یا چراگاہ کی جگہ ہے، جہاں پانی وغیرہ پینے کے بعد اُونٹ آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں یا بیٹھ جاتے ہیں، اگر یہ جگہ صرف ایک یا دو اونٹوں کے لیے ہو تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ البتہ جب تین یا تین سے زیادہ کے لیے ہو تو پھر نماز پڑھنا حرام ہے۔

استدراک کے بعد دوبارہ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ جگہ جسے اونٹوں کے کھڑے ہونے یا بیٹھنے کے لیے مخصوص کیا گیا ہو وہاں نماز درست نہیں ہے، خواہ وہ جگہ صرف ایک اُونٹ کے لیے ہو یا زیادہ کے لیے، جیسا کہ ہم اس کے بعد عرض کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ[1]

اونٹ کی طرف مُنہ کر کے یا اونٹ پر سوار ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، اگر اونٹ کسی ایسی جگہ آ گیا ہو جو اونٹوں کے کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی مخصوص جگہ نہ ہو تو وہاں بھی نماز جائز ہے جس شخص نے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لی خواہ دانستہ یا نادانستہ، اس کی نماز باطل ہو گی۔ اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے:۔

۵۹۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ، از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابو کامل فُضَیل بن حُسَین جَحْدری، اور قاسم بن زکریا۔ ابو کامل نے تو از ابو عوانہ، از عثمان بن عبداللہ بن مَوْہَب بیان کیا اور قاسم بن زکریا نے از عبیداللہ بن موسیٰ از شیبان بیان کیا، اور پھر دونوں یعنی ابن موہب اور شیبان نے از جعفر بن ابی ثور، از] حضرت جابرؓ بن سَمُرہ روایت کیا کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا کیا میں اونٹوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لُوں، آپؐ نے فرمایا نہیں۔ (مُسلم، ابن ماجہ کتاب الطہارۃ)

۵۹۸۔ ہم نے بطریق [یونس بن عبداللہ از ابو عیسیٰ بن ابو عیسیٰ قاضی، از احمد بن خالد، از ابن وَضّاح، از ابوبکر بن ابی شیبہ، از یزید بن ہارون، از ہشام بن حسّان، از محمد بن سیرین، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم بکریوں کے باڑوں اور اُونٹوں کے احاطوں کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پاؤ تو پھر بکریوں کے

---

[1] استدراک کی یہ عبارت نسخہ ۵۳ھ کی گئی ہے۔ اور یہ اضافہ نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ابن حزمؒ کے مراتب بلند فرمائے کہ پہلے تو ان سے خطا ہوئی لیکن جونہی دلیل سے انہیں اپنی غلطی کا احساس ہُوا تو انہوں نے فوراً حق کی طرف رجوع کر کے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

باڑوں میں تو نماز پڑھ لو لیکن اُونٹوں کے احاطوں میں نہ پڑھو۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۳۸۵ بیہقی ۲/۴۴۹، دارمی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ وصححہ الترمذی فی الصلوٰۃ)

حد درجہ صحیح سند کے ساتھ یہ روایت حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے بھی مروی ہے گویا یہ نقلِ تواتر موجبِ علمِ یقین ہے (دیکھو تخریج تحفۃ الاحوذی ۱/۲۸۲ میں)

اس مسئلہ میں بعض مخالفین نے یہ دلیل پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "دیگر انبیاء کرام کی نسبت مجھے چھ خصوصی فضائل سے سرفراز کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک آپؐ نے یہ ذکر فرمایا کہ ساری زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک بنا دیا گیا ہے، لہٰذا تمہیں جہاں کہیں بھی نماز کا وقت آجائے، پڑھ لو" (مسلم، ترمذی) یہ دلیل پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ یہ فضیلت ہے اور فضائل منسوخ نہیں کیے جاتے۔ نیز انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ بھی پیش کیا ہے:

وَحَيْثُ مَا كُنتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ (البقرۃ: ۱۴۴-۱۵۰)　　"مسلمانو تم جہاں کہیں بھی ہو اسی قبلہ کی طرف رُخ کیا کرو"

ہم عرض کریں گے کہ یہ سب کچھ برحق ہے اور یہاں نسخ کا کوئی دخل نہیں بلکہ واجب یہ ہے کہ تمام نصوص کو استعمال میں لایا جائے اور تمام نصوص کو استعمال میں لانے کی صرف یہی راہ ہے کہ اقل کو اکثر سے مستثنیٰ کر دیا جائے اور اس صورت میں تمام نصوص کے مطابق عمل ہو جائے گا۔ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ نصوص میں سے بعض کی مخالفت کرے یا اپنی خواہشِ نفس سے بعض کو بعض پر غلبہ دے دے۔

پھر اگر یہ مخالف شافعی یا حنفی ہیں تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ بیت الخلاء یا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر نماز پڑھنے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اور اگر مخالف مالکی ہیں تو ہم ان سے یہ پوچھیں گے کہ جوفِ کعبہ میں فرض نماز کی ادائیگی کی بابت آپ کیا فرمائیں گے؟ اور اگر مخالف ہمارے اصحابِ ظواہر میں سے ہیں تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ غصب شدہ زمین میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپ کا مذہب کیا ہے؟

کیونکہ یہ سب حضرات ان مقامات میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں اور ان مقامات کو آیتِ مذکورہ اور فضیلتِ منصوصہ سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے مسجدِ ضرار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا (التوبہ ۱۰۸) "تم اس میں کبھی بھی نماز کے لیے کھڑا نہ ہونا"

یعنی مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کو حرام قرار دیا، حالانکہ وہ بھی زمین ہی میں سے ہے، تو اس سے معلوم ہُوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ مذکورہ فضیلت باقی ہے اور زمین ساری کی ساری مسجد اور پاک ہے۔ ہاں وہ زمین مسجد نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے (یا اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) منع فرما دیا ہے۔

اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اونٹ پر اور اونٹ کی جہت میں بھی نماز پڑھی ہے؟ ہم عرض کریں گے کہ بالکل صحیح اور جو اس سے منع کرتا ہے، اس کا منع کرنا سراسر باطل ہے، جو شخص اونٹ پر نماز پڑھے، یا اونٹ کی سمت میں نماز پڑھ لے، وہ اونٹوں کے احاطہ میں تو نماز نہیں پڑھتا جس کی ممانعت آئی ہے۔ اونٹ کی طرف نماز پڑھنے کی ممانعت تو نہیں ہے۔

بعض نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر افترا باندھتے ہوئے، کذب و جرأت سے کام لیتے ہُوئے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے اونٹوں کے احاطوں میں نماز پڑھنے سے اونٹوں کے اڑیل ہونے اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا ہونے کے باعث منع کیا ہے یا اس لیے کہ چرواہے وہاں پیشاب کر دیتے ہیں[1]۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف محض کذب کا انتساب ہے اور آپ کی طرف ایک باطل خبر کی نسبت ہے، جسے آپ نے قطعاً بیان نہیں کیا، اس قسم کی بات کا عام لوگوں کی طرف انتساب بھی گناہ اور فسق ہے، تو آپؐ کی طرف انتساب کرنا کتنا بڑا گناہ ہوگا۔ اگر آپ کا ارادہ یہ ہوتا جو یہ ذکر کر رہے ہیں تو آپ یقیناً بیان فرما دیتے۔

فرض کرو کہ یہ بات درست ہے جو انہوں نے کہی ہے —— اور اللہ کی پناہ کہ درست ہو —— کیونکہ اس کی ممانعت و حرمت ابھی تک اس کے باوجود باقی ہے۔ تعجب ہے کہ یہ لوگ ممانعت کو تو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور پھر اپنی طرف سے ممانعت کے علل و اسباب ذکر کر دیتے ہیں اور پھر جس کی ممانعت صحت کے ساتھ ثابت ہے اسے جائز سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کیا طریق کار ہے؟ ونعوذ باللہ من البلاء۔

---

[1] یہ قول اصحاب مالک و شافعی کی طرف منسوب ہے جیسا کہ نیل الاوطار میں امام شوکانی نے ذکر کیا ہے (۲/۱۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ اونٹوں کے احاطوں میں نماز نہ پڑھو (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۸۶) امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ جس شخص کے پاس اونٹ کے احاطے کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ ہو تو؟ آپ نے فرمایا اس میں نماز نہ پڑھے۔ آپ سے دوبارہ پوچھا گیا کہ اگر وہ کوئی کپڑا بچھالے تو؟ آپ نے فرمایا پھر بھی نہ پڑھے[1]۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جو شخص اُونٹ کے احاطے میں نماز پڑھے، وہ ہر حال میں اسے دُہرائے۔

اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت ہے کہ آپ نے اونٹوں کی بابت فرمایا کہ انہیں شیاطین سے پیدا کیا گیا ہے (ابن ماجہ عن عبداللہ بن مغفل) تو ہم عرض کریں گے کہ یہ بالکل برحق ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو اونٹوں کے احاطوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو اس پر اس سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ بے شک ایک یا دو اونٹوں کے رہنے کے لیے جو جگہ مقرر کر دی جائے اس کو مبارک الابل یعنی اونٹوں کا باڑہ کہا جائے گا اور اس پر "عطن" کا لفظ یعنی اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ بھی بولا جائے گا۔ اور ہر "عطن" پر مبرک کا لفظ بولا جائے گا لیکن ہر مبرک کو عطن نہیں کہا جائے گا کیونکہ "عطن" کا لفظ اُس وقت بولا جاتا ہے جب اُونٹ پانی پی کر جس جگہ حوض کے پاس تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے ہیں اور بس۔ لیکن مبرک اس سے عام ہے اس لیے کہ اس کا اطلاق ہر حال میں اس کے بیٹھنے کی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن جب کسی عطن یا مبرک سے اس کے عدمِ استعمال کی وجہ سے نام ختم ہو جائے تو پھر اس جگہ نماز جائز ہے۔

ہم نے جو یہ کہا تھا کہ اونٹوں کے احاطے میں نماز جائز نہیں، خواہ کوئی دانستہ پڑھے یا نادانستہ، تو یہ اس لیے کہ اس نے غیر موضع و مکان میں نماز ادا کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے زمان و مکان کی پابندی لگائی ہے اگر ان کی پابندی نہ کی جائے، تو نماز درست نہیں اور اگر کوئی زمان و مکان کی پابندی کیے بغیر پڑھ لے، تو اس نے گویا اس نماز کو ادا نہیں کیا جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، بلکہ اس نے کوئی اور ہی نماز پڑھی ہے ۔۔۔۔ وباللہ

[1] "المدونہ" ج ۱ ص ۹۰ میں قاسم سے روایت ہے کہ میں نے امام مالکؒ سے اونٹوں کے احاطوں میں نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا، ان میں کوئی خیر نہیں ہے (یہاں جو عبارت ہے وہ شوکانی نے نیل ۲/۱۳۷ میں ذکر کی ہے)

تعالیٰ التوفیق ۔

## ۳۹۲ ۔ حمام اور قبرستان میں نماز جائز نہیں

حمام میں نماز پڑھنا حلال نہیں، اس کے دروازے سے لے کر تمام حدود تک حکم یکساں ہے ۔ اسی طرح حمام کی سطح، پانی گرم کرنے کی جگہ، چھت اور اس کی دیواروں کی بلندیوں پر بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، خواہ حمام خراب ہو چکا ہو یا اپنی صحیح حالت میں قائم ہو اگر حمام کی عمارت گر گئی ہو حتیٰ کہ اسے اب حمام کا نام ہی نہ دیا جاتا ہو تو پھر اس جگہ پر نماز جائز ہے ۔

قبرستان میں بھی نماز پڑھنا جائز نہیں، قبرستان خواہ مسلمانوں کا ہو یا کافروں کا سب کا ایک حکم ہے، اگر کافروں کے قبرستان کو اکھاڑ کر مدفون مُردوں کو باہر نکال کر دُور کر دیا جائے تو پھر اس جگہ نماز جائز ہے ۔ اسی طرح نہ قبر کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے اور نہ قبر کے اُوپر نماز جائز ہے ۔ قبر خواہ کسی نبی کی ہو یا غیر نبی کی، سب کے لیے ایک ہی حکم ہے ۔

اگر کوئی شخص نماز کے لیے قبر، یا قبرستان، یا حمام، یا اونٹوں کا احاطہ، یا کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ، ایسی جگہ جہاں سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے کے علاوہ نماز کے لیے اور کوئی جگہ نہ پائے تو وہ واپس لوٹ جائے اور وہاں جمعہ و جماعت نہ پڑھے ۔

اگر کوئی شخص ان مذکورہ مقامات میں سے کسی جگہ قید کر دیا جائے تو وہ اسی جگہ نماز پڑھے گا اور اس جگہ سجدہ کرنے سے اجتناب کرے گا جس جگہ سے اس کو بچنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن حتی الامکان وہ اپنے سامنے کی جگہ سے قریب تر ہو گا لیکن وہاں پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے نہیں رکھے گا بلکہ اکڑوں بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے یا لیٹنے کے علاوہ اور کسی چیز پر قادر نہ ہو تو جیسے قدرت ہے، ایسے ہی پڑھ لے، نماز ہو جائے گی ۔ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے :۔

۵۹۹ ۔ ہم نے بطریق [ عبداللہ بن ربیع، از عبداللہ بن محمد بن عثمان از احمد بن خالد از علی بن عبدالعزیز از حجاج بن منہال از حماد بن سلمہ از عمرو بن یحییٰ انصاری از والد خود، از ] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حمام اور قبرستان کے علاوہ ساری زمین مسجد ہے[1] ۔ ( حاشیہ صفحہ نمبر ۳۶ پہ ملاحظہ فرمائیں )

۶۰۰ - ہم نے بطریق [احمد بن محمد طلمنکی، از ابن مفرّج، از محمد بن ایوب رقّی از احمد بن عمرو بزار از ابو کامل جحدری، از عبدالواحد بن زیاد از عمرو بن یحییٰ مازنی، از والدِ خود از] حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ حمام اور مقبرہ کے علاوہ ساری زمین مسجد ہے[1]۔

امام بزارؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن یحییٰ سے ابو طُوالہ[2] عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری اور احمد بن اسحاق[3] نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ بعض ایسے لوگوں کا کہنا ہے جو دینی اُمور میں گفتگو کرتے ہُوئے انجام سے نہیں ڈرتے کہ اس حدیث کو سُفیان ثوریؒ نے مُرسلاً بیان کیا ہے اور اس کی اسناد میں موسیٰ بن اسماعیل نے حماد بن سلمہ[4]

---

(حاشیہ صفحہ سابقہ) دارمی ص ۱۶۸، ترمذی ج ۱ ص ۶۵، ۶۶، حاکم ج ۱ ص ۲۵۱ سب نے بطریق عبدالعزیز بن محمد از عمرو بن یحییٰ، از والدِ خود، از حضرت ابو سعید مرفوعاً روایت کیا ہے اور امام ابو داؤد نے ج ۱ ص ۱۸۴ و نیز امام شافعیؒ نے "الام" ج ۱ ص ۹۲ میں از سفیان بن عُیینہ، از عمرو بن یحییٰ، از والدِ خود مرفوع مرسل روایت کیا ہے۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہٰذا) عبدالواحد بن زیاد کی روایت کو حاکم نے ج ۱ ص ۲۵۱ میں بطریقِ موسیٰ بن اسماعیل تبوذکی از عبدالواحد ذکر کیا ہے۔ امام بیہقی نے ان تمام طرق کو ج ۲، ص ۴۳۴، ۴۳۵ میں ذکر فرمایا ہے۔

[2] ابو طُوالہ ثقہ اور حجّت ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں آپ مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔

[3] احمد بن اسحاق، دونوں نسخوں میں یہ نام اسی طرح ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ یہ کون ہیں؟ ظنِ غالب یہ ہے کہ یہ نام محمد بن اسحاق ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ امام ترمذی کا کلام ذکر کریں گے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں لکھا ہے کہ اس روایت کو محمد بن اسحاق نے موصولاً بھی ذکر کیا ہے۔

[4] موسیٰ بن اسماعیل کے شک کا ذکر ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۸۴ میں ہے لیکن جیسا کہ ہم نے ذکر کیا امام حاکمؒ نے اسے بغیر شک کے موصول و مسند بھی ذکر کیا ہے، سفیان ثوری کا جو اسے مرسل ذکر کرنا ہے، تو یہ ترمذی و بیہقی کا خیال ہے، مجھے تو یہ روایت صرف بطریق سفیان بن عُیینہ، امام شافعی کے نزدیک مرسل نظر آتی ہے اور یہ شاید سفیان نام کی وجہ سے اشتباہ ہُوا ہے۔ عجیب و غریب بات یہ کہ امام بیہقی نے اسے بطریق یزید بن ہارون از ثوری موصول روایت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ حدیث

کے بارے میں شک کیا ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ خصوصاً یہ حضرات تو کہتے ہیں کہ مُسند و مُرسل ایک جیسی ہی ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں اور پھر موسیٰ کے شک سے ان کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ حجاج نے شک نہیں کیا؟ حجاج اگر موسیٰ سے بلند پایہ نہیں تو کم مرتبہ بھی نہیں! یا سفیان نے اسے جو مرسلاً بیان کیا ہے تو اس سے انہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جبکہ حماد اور عبدالواحد و نیز ابو طُوالہ اور ابن اسحاق نے مسند یعنی مرفوع روایت

---

ثوری مرسل ہے، اسے موصول بھی روایت کیا گیا ہے اور یہ موصول روایت لاشئی ہے۔ حدیث حماد بن سلمہ کے موصول ہونے کے سلسلہ میں عبدالواحد بن زیاد اور دَرَاوَرْدی یعنی عبدالعزیز بن محمد نے متابعت بھی کی ہے اور یہ دونوں حافظ و حجت ہیں لیکن یہاں فقط اپنے مذہب کی نصرت و حمایت مقصود ہے (یعنی بیہقی کا یہ کہنا کہ موصول روایت لاشئی ہے، یہ محض اپنے مذہب کی حمایت کے پیش نظر ہے)۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابوسعید عبدالعزیز بن محمد سے دو طرح نقل کی جاتی ہے۔ ایک طریق میں ابوسعید کا ذکر ہے تو دوسرے طریق میں نہیں اور یہ ایک مضطرب روایت ہے۔ سفیان ثوری نے از عمرو بن یحییٰ از والد خود از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرسل روایت کیا ہے اور محمد بن اسحاق نے از عمرو بن یحییٰ، از والد خود روایت کیا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق کی اکثر سندیں ابوسعید از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منقول ہے لیکن اس مذکورہ سند میں ابوسعید کا ذکر نہیں ہے، گویا ثوری کی "از عمرو بن یحییٰ، از والد خود از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم والی روایت زیادہ ثابت اور زیادہ صحیح ہے، ثوری یا ابن عُیَیْنَہ کا اسے مرسل ذکر کرنا یا موسیٰ بن اسماعیل کا شک ---- اگر شک ثابت ہو تو ---- اس حدیث کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی زیادتی مقبول ہوتی ہے اور جو کسی امر کو حفظ کرے وہ اس پر حجت ہے، جو اسے حفظ نہ کر سکے۔

یہ حدیث ایک اور صحیح طریق سے بھی وارد ہے جو موصول روایت کرنے والوں کی تائید کرتا ہے۔ یہ روایت مستدرک حاکم میں بطریق بشر بن مُفَضَّل، از عمارہ بن غزیہ از یحییٰ بن عمارہ انصاری از والد عمرو بن یحییٰ از ابوسعید خدری مرفوع ہے۔ اسی وجہ سے حاکم نے اسے اس سند نیز "عبدالواحد اور دَرَاوَرْدی از عمرو، از والد خود" ان دو سندوں کے ساتھ روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ سب اسانید صحیح اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں، علامہ ذہبیؒ نے بھی امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے اور دونوں کا قول سچ ہے۔

کیا ہے اور یہ سب عادل ہیں۔

۶۰۱۔ ہم نے بطریق [احمد بن محمد بن جسور، از احمد بن فضل دینوری، از محمد بن جریر طبری، از محمد بن بشار بندار، از عبدالرحمٰن بن مہدی از عبداللہ بن مبارک، از عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر از بُسر بن عُبَید اللہ[1]، از ابو ادریس خولانی از واثلہ بن اسقع، از] ابو مرثد غنوی روایت کیا کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی کتاب الجنائز و نسائی کتاب الصلوٰۃ)

۶۰۲۔ ہم نے بطریق [حمام از ابن مُفرج، از ابن الاعرابی، از دبری، از عبدالرزاق، از معمر، از زُہری، از عُبیداللہ بن عبداللہ بن عُتبہ از] حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ روایت کیا کہ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وقتِ وفات قریب تھا، تو آپ اپنے چہرۂ اقدس پر اپنی چادر مبارک کو ڈال لیا کرتے اور جب حبس محسوس کرتے تو اسے اپنے چہرے سے ہٹا دیا کرتے اور فرمایا کہ "یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کے اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ آپ ڈرا رہے تھے کہ کہیں تم بھی ان جیسے اعمال نہ شروع کر دینا (عبدالرزاق ۱/۴۰۶، بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ۵۵، مغازی باب ۸۴، و ذکر بنی اسرائیل، و لباس باب ۱۹، مسلم، نسائی، کتاب الصلوٰۃ، احمد ۱/۲۱۸، ۶/۳۴، ۸۰، ۱۲۱، ۱۴۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۵۲، ۲۵۵، ۲۷۴، و ابن سعد ۲/۲/۳۴)۔

۶۰۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف، از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ، از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج از اسحاق بن ابراہیم و ابوبکر بن ابی شیبہ۔ اور یہ الفاظ ابوبکر بن ابی شیبہ کے ہیں۔ از زکریا بن عدی، از عُبیداللہ بن عمرو رقی از زید بن ابی اُنیسہ، از عمرو بن مُرّہ، از عبداللہ بن حارث نجرانی، از] حضرت جندبؓ روایت کیا ہے کہ میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے وفات سے پانچ دن پہلے یہ سُنا، فرماتے تھے کہ تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء و صلحاء کی قبروں کو

---

[1] بُسر بن عُبَید اللہ، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ بُسر نے پہلے تو ابو ادریس کے واسطہ سے واثلہ سے حدیث کو سُنا اور پھر براہِ راست واثلہ سے بھی سنا یہی وجہ ہے کہ مسند احمد (۴/۱۳۵) اور صحیح مسلم (۱/۲۶۵) میں آپ سے یہ حدیث دو سندوں کے ساتھ مذکور ہوئی ہے، نیز ابوداؤد اور مسند میں سماع کی صراحت بھی ہے۔

سجدہ گاہ بنا لیا کرتے تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں" یہ ایک لمبی حدیث ہے (مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۵۷ وطبقات ابن سعد ۲/۲/۳۴، نسائی کتاب التفسیر سورۃ النساء ح ۱۴۳)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قبور مشرکین تھی، تو یہ آپ کے ذمہ جھوٹی بات لگائی گئی ہے کیونکہ آپ نے تو عمومی طور پر سب قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے آپ نے ان لوگوں کی شدید مذمت فرمائی ہے جنہوں نے انبیاء وصلحاء کی قبروں کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار کیا تھا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں، ہم نے یہ جو کچھ ذکر کیا ہے، مذکورہ متواتر آثار اس کی حرف بحرف تائید کرتے ہیں اور کسی کے لیے بھی انہیں ترک کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سلف صالح میں سے بھی بہت سے حضرات سے اسی طرح منقول ہے چنانچہ حضرت نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ قبروں کے درمیان، حمام اور درختوں کے جھنڈ[1] میں نماز پڑھنی منع ہے (عبد الرزاق ۱/۴۰۶)

بطریق سفیان ثوری، از حبیب بن ابی ثابت از ابی ظبیان، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ بیت الخلا، حمام اور قبرستان میں نماز نہ پڑھو (عبد الرزاق ۱/۴۰۵ و بیہقی ۲/۴۳۵)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی اس مسئلہ میں ابن عباس کا مخالف ہو، اور اصحاب تقلید کی تقلید سے جب اس قسم کا قول موافق ہو تو پھر وہ حضرات اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔

بطریق سفیان ثوری، از مغیرہ بن مقسم، حضرت ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ صحابہ بیت الخلاء، حمام اور قبر کو قبلہ بنانا مکروہ سمجھتے تھے۔ (عبد الرزاق ۱/۴۰۵)

بطریق علاء بن زیاد، از والد خود و خیثمہ بن عبد الرحمٰن روایت ہے کہ حمام اور بیت الخلاء کی طرف منہ کرکے نماز نہ پڑھو اور نہ قبرستان کے درمیان میں پڑھو۔

---

[1] الحش میں ح پر زبر و پیش اور شین مشدد ہے جس کے معنی نخلستان یا بستان کے ہیں، کھجوروں کے جھنڈ وغیرہ میں لوگ رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے، اس وجہ سے یہاں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔ حش کی جمع حشان اور حشان اور جمع الجمع حشاشین ہے۔ لسان میں بھی اسی طرح ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جو حمام میں نماز پڑھے، اسے ہر صورت میں اسے دوہرانا پڑے گا۔

بطریقِ وکیع، از سفیان ثوری، از حُمید، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھے ایک قبر کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو مجھے منع کر دیا اور فرمایا کہ قبر آپ کے سامنے ہے (فتح الباری ۱/۴۳۷)۔

بطریقِ معمر از ثابت بُنانی، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا، قبر کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھو۔ ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ میرا ہاتھ پکڑ لیتے اور نماز کے ارادے کے وقت قبروں سے دُور ہو جاتے۔ (امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ، باب ۴۸ "ھل تُنبَشُ قبور المشرکین الجاھلیۃ" میں تعلیقاً بیان کیا ہے۔ وعبد الرزاق ۱/۴۰۴ وبیہقی ۲/۴۳۵)۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والے بدترین لوگ ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے مرفوع روایت ہے کہ نہ قبر کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو اور نہ قبر پہ نماز پڑھو۔ (معجم کبیر طبرانی ۱۱/۳۷۶)۔

بطریقِ ابن جُریج، از ابن شہاب، از سعید بن مُسیّب، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو ہلاک کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔[1]

---

[1] مُصنف نے اس حدیث کو موقوف ذکر کیا ہے، میرا خیال ہے کہ آپ نے اسے عبد الرزاق (۱/۴۰۶) سے لیا ہے، امام احمد نے اسے "مسند" ج ۲، ص ۲۸۵ میں بطریق محمد بن بکر و عبد الرزاق از ابن جُریج روایت کیا ہے۔ ابن بکر نے تو اسے مرفوع بیان کیا۔ لیکن عبد الرزاق نے مرفوع بیان نہیں کیا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے، بخاری ج ۱ ص ۱۱۰، مسلم ج ۱ ص ۱۴۹، ابو داؤد، ج ۳، ص ۲۱۰، سب میں یہ روایت بطریق مالک از زہری، از سعید بن مُسیّب، از حضرت ابو ہریرہؓ مرفوع مروی ہے۔ امام احمدؒ نے مسند میں اسے اور بھی متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے ملاحظہ فرمائیے ج ۲ ص ۲۸۴، ۲۸۵، ۴۵۳، ۴۵۴ اور ۵۱۸، مسند احمد کی بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں "اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو ہلاک کرے"۔ مسلم میں جو روایت از یزید بن اصم از ابو ہریرہ ہے اس میں بھی نیز "المحلّٰی" کے بعض نسخوں میں بھی یہ روایت انہی الفاظ کے ساتھ ہے۔

ابنِ جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا کیا قبروں کے وسط میں یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کو آپ مکروہ سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں، اس کی ممانعت ہے، اگر آپ کے اور قبلہ کے مابین قبر ہو تو نماز نہ پڑھو اور اگر آپ کے اور قبر کے درمیان ایک ہاتھ برابر سترہ ہو تو پھر نماز پڑھ لو (عبدالرزاق ۱/ ۴۰۴)

ابنِ جریج فرماتے ہیں کہ حضرت عمرو بن دینار سے قبروں کے وسط میں نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، اس کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت فرمائی (عبدالرزاق ۱/ ۴۰۶)۔

ابنِ جریج ہی سے روایت ہے مجھے عبداللہ بن طاؤس نے اپنے باپ سے خبر دی کہ مجھے صرف یہی معلوم ہے کہ آپ قبروں کے وسط میں نماز پڑھنے کو شدید طور پر مکروہ سمجھتے تھے (عبدالرزاق ۱/ ۴۰۷)

بطریق سفیان ثوری از منصور بن معتمرؒ روایت ہے کہ ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں صحابہ جب کسی جنازہ کے لیے قبرستان میں تشریف لے جاتے تو وہ نمازِ جنازہ قبروں سے الگ ہو کر پڑھتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جس نے قبرستان میں یا قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، اسے ہر حال میں یہ نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ جلیل القدر صحابہ کرام یعنی حضرت عمر بن خطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، ابو ہریرہؓ، انسؓ اور ابن عباسؓ کا اس مسئلہ میں کوئی دوسرا صحابی مخالف نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، اوزاعیؒ اور سفیانؒ نے قبر کی طرف منہ کر کے، قبرستان میں اور قبر پر ان سب صورتوں میں نماز کو مکروہ سمجھا ہے البتہ امام مالکؒ ان صورتوں میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ آپ کے بعض مقلدین نے آپ کی طرف سے یہ دلیل دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی مسکین عورت کی قبر پہ نماز پڑھی تھی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ بہت تعجب انگیز بات ہے کہ یہ حضرات اس حدیث کے مضمون کی مخالفت کرتے ہیں یعنی جو دفن کر دیا گیا ہو اس پر جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے لیکن جس چیز کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ تک بھی نہیں ہے، اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ ونعوذ باللہ من الخذلان۔

یہ سب آثار حق ہیں، چنانچہ ان مذکورہ مقامات میں نماز پڑھنا جائز نہیں البتہ نمازِ جنازہ جائز ہے،

یہ قبرستان میں بھی پڑھی جاسکتی ہے، اس قبر پہ بھی جس میں صاحبِ جنازہ مدفون ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی، جس امر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، ہم اسے حرام سمجھتے ہیں، آپ کی سُنّت کے مطابق عمل ہمارے نزدیک تقرُّبِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ آپ کا امر، نہی اور فعل سب برحق ہے، اس کے علاوہ سب باطل ہے۔ والحمد للہ رب العٰلمین!

ہم نے جو یہ عرض کیا تھا کہ اگر مذکورہ مقامات کے علاوہ، اسے کوئی اور جگہ نہ ملے تو واپس لوٹ آئے تو یہ اس لیے کہ اسے ایسی جگہ میسّر نہ آئی، جہاں نماز پڑھنا حلال تھی، اسی طرح اگر اس قدر بھیڑ ہو کہ اس کے لیے رکوع وسجود ممکن نہ ہو تو وہ بھی واپس آجائے اور ایسی جگہ نماز نہ پڑھے۔

قیدی چونکہ مقامِ قید کو چھوڑنے پر قدرت نہیں رکھتا اور نہ اسے کسی دوسری جگہ نماز پڑھنے کی استطاعت ہوتی ہے لہٰذا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مصداق ہے کہ "جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو رک جاؤ اور جب حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجالاؤ" (حوالہ پہلے گزر چکا) اس فرمان کی روشنی میں قیدی جس فریضہ کی ادائیگی سے عاجز ہے وہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ اسے صرف وہی فرض ادا کرنا پڑے گا، جس کی ادائیگی کی اسے قدرت ہے یا جس سے اجتناب کی اسے طاقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی فرمان ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔"

## ۳۹۴۔ غصب کی زمین پر نماز جائز نہیں

غصب شدہ زمین یا بغیر حقِ ملکیت بیع فاسد، یا فاسد ہبہ یا کسی دوسرے فاسد طریقہ سے جو قبضہ کر لی گئی ہو، اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں، اسی طرح کوئی غصب شدہ کشتی ہو یا کشتی میں کوئی ایسا غصب شدہ تختہ لگا ہوا ہو کہ اگر وہ نہ ہو تو پانی اسے غرق کر دے، اگر وہ کشتی سے باہر نکلنے پر قادر ہے مگر نکلتا نہیں اور اسی میں نماز پڑھ لیتا ہے، تو اس کی نماز باطل ہو گی!

اسی طرح ناحق حاصل کیے ہوئے جلتے نماز، جانور، کپڑے یا عمارت وغیرہ میں بھی نماز جائز نہیں۔ اسی

طرح کشتی میں لگائے ہوئے کیل کانٹے وغیرہ یا وہ دھاگے جس سے کپڑوں کی سلائی کی گئی ہو، اگر ناحق طریقے سے حاصل کیے ہوئے ہوں تو ان میں بھی نماز جائز نہیں۔

اگر نمازی کو اس جگہ سے علیحدگی اختیار کرنے کی بالکل طاقت نہ ہو، نہ کشتی سے اتر کر باہر جا سکتا ہو یا تختہ پانی کو داخل ہونے سے نہ روکتا ہو، یا عمارت کو سائے اور پردے کے لیے استعمال نہ کرتا ہو یا اس شخص کی پہچان ہی سے مایوس ہو گیا ہو جس کی کسی چیز کو ناحق لیا تھا، یا کشتی اور عمارت کو تو غصب نہیں کیا تھا لیکن لوگوں نے ظلم سے اسے مغلوب کر دیا، تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے، خواہ اسے اس جگہ سے الگ ہونے کی قدرت ہو یا نہ ہو۔

اسی طرح اگر اسے سردی اور اس کی اذیت یا گرمی اور اس کی اذیت کا ڈر ہو تو ناحق حاصل کیے ہوئے کپڑے میں یا کپڑے پر نماز پڑھ سکتا ہے بشرطیکہ اس کپڑے کے مالک کو شدید ضرورت نہ ہو، وگرنہ نہیں۔ نیز مباح زمین یعنی جس کے مالک کو کوئی خطرہ نہ ہو اور نہ اس نے منع کیا ہو تو اس میں بھی نماز جائز ہے۔ اس کی دلیل حسب ذیل فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ط (النور ۲۷ - ۲۸)

"مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور ان کو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر تم گھر میں کسی کو موجود نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو اور اگر یہ کہا جائے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تو لوٹ جایا کرو۔ یہ تمہارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں"۔ یہ حدیث صحیح ہے بطریق ابی بکرہؓ (تحفۃ الاشراف ح - ۱۱۶۸۲) وعبداللہ بن عمرؓ (فتح الربانی ۲۱۵/۱۲) اور نُبیط بن شریط الاشجعی

(مسند احمد ۴/ ۲۰۵، ۲۰۶) مروی ہے۔ آپ ؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "جس نے کوئی ایسا عمل کیا، جو ہمارے امر کے خلاف ہو تو وہ مردُود ہے۔" (بخاری، مسلم)

جب اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے کسی مکان میں داخل ہونا یا اس میں اقامت اختیار کرنا حرام قرار دیا ہو یا کسی کپڑے کو پہننا اور اس میں تصرّف کرنا یا کسی اور چیز کا استعمال کرنا حرام قرار دیا ہو اور وہ ان میں سے کسی حرام چیز کو نماز کے لیے استعمال کرے تو اس نے نماز ایسے ادا نہیں کی جیسے اسے حکمِ الٰہی تھا اور جو شخص حکمِ الٰہی کے مطابق نماز ادا نہ کرے، اس نے گویا بالکل ہی نماز ادا نہیں کی۔ نماز اطاعت و فرض ہے۔ قیام، قعود، اقامت اور کچھ لباس پہننا نماز میں فرض ہے، اگر نمازی کسی ایسے وقت بیٹھ گیا جب دورانِ نماز اس کے لیے بیٹھنا منع تھا، یا کسی حرام میں تصرّف کر لیا یا حرام چیز کو استعمال کر لیا تو اس نے معصیت کا ارتکاب کیا اور اس کا وہ بیٹھنا معصیت کا بیٹھنا ہُوا، اور یہ سراسر باطل ہے کہ حرام اور معصیت کا کام اطاعت و فرض کے قائم مقام ہو سکے یا ضلالت و فسق کا کام ہدایت و حق کے قائم مقام ہو سکے۔

بعض بے راہ رو لوگوں نے یہاں ایک اعتراض کیا ہے کہ اگر کوئی مذکورہ مقامات میں سے کسی میں طلاق دے دے، یا کسی غلام کو آزاد کر دے، یا نکاح کر لے، یا خرید و فروخت کرے یا ہبہ و صدقہ کر دے تو تم پر لازم ہے کہ ان امور میں سے بھی کسی کو درست تسلیم نہ کرو جیسے کہ نماز کی ادائیگی کو درست تسلیم نہیں کرتے ہو؟ اسی طرح اگر کسی نے غصب شدہ مہندی کے ساتھ داڑھی کو رنگ لیا اور پھر نماز پڑھ لی، یا کسی نے مسروقہ مصحف سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا تاکہ بھُول نہ جائے یا کسی بھگوڑے غلام نے اسے قرآن سکھایا، تو کیا یہ باتیں بھی درست نہ ہوں گی جس طرح تم نماز کو درست تسلیم نہیں کرتے۔ الغرض انہوں نے یہاں بکثرت حماقتوں کا ثبوت دیا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی زنا، قتل، شراب اور چوری پر بھی اصرار کرے اور پھر نماز بھی پڑھ لے، تو کیا اس صورت میں نماز ہو گی یا نہیں حالانکہ اس میں اور اس صورت میں کوئی فرق نہیں ہے؟

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہاں جس قدر اعتراضات وارد کیے ہیں، ان کا اس مسئلہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ نماز کے لیے تو ضروری ہے کہ کسی ایک جگہ ادا کی جائے اس میں جلوس بھی فرض ہے۔ ستر شرم گاہ بھی فرض ہے۔ ہر اُس کام کا ترک کرنا بھی فرض ہے جو نماز میں مباح نہیں۔

محدود اور وقت مقررہ کی پابندی بھی فرض ہے۔ پاکیزہ مکان کی رعایت بھی فرض ہے، پاک پانی کے ساتھ وضو یا پاک مٹی کے ساتھ تیمّم بھی فرض ہے اور نماز سے متعلق یہ مسائل ایسے ہیں کہ اس سے نہ ہمیں اختلاف ہے اور نہ انہیں، بلکہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں!

اس کے برعکس طلاق، نکاح، آزادی، خرید وفروخت، ہبہ وصدقہ اور تعلیم قرآن کا ان امور میں سے کسی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، کسی حالت کا حکم نہیں دیا گیا، کسی جلسہ کی کیفیت لازمی قرار نہیں دی گئی، قیام کی کوئی صورت مقرر نہیں کی گئی، کسی مکان موصوف کی پابندی ضروری نہیں لیکن یہ سب اعمال بھی مخصوص الفاظ، محدود اطوار اور مقررہ اوقات کے ساتھ معلق قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر کسی نے نماز، نکاح، طلاق، خرید وفروخت، ہبہ وصدقہ اور دیگر اعمالِ شرعیہ میں سے کسی ایسے امر کی بھی مخالفت کی جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی زبانی حکم دیا ہے تو وہ غیر صحیح اور باطل ہوگا۔ نہ طلاق ہوگی، نہ نکاح ہوگا نہ عتق نہ ہبہ نہ صدقہ۔

اگر کوئی نماز میں فرض جلسہ کے بجائے کسی ایسے جلسہ کو اختیار کر لیتا ہے جو حرام تھا یا فرض قیام کے بجائے حرام قیام کو اختیار کر لیتا ہے، یا ایسے مقام کا پردہ کرتا ہے جس کا پردہ حرام تھا، ان اوقات کی بھی پابندی نہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، مکان کی بھی پابندی نہ کرے اور ان کے بجائے ایسے زمان ومکان کو اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیئے ہیں، یا جس پانی اور مٹی کے استعمال کا حکم دیا گیا ہے، ان کے بجائے حرام پانی اور مٹی کو استعمال کر لے تو ایسے شخص اور اس کے مابین کوئی فرق نہیں جو قصد وارادہ سے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ دونوں نے ہی حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کو طلاق دے دے، یا طلاق کے لیے ایسے الفاظ استعمال کرے جو اللہ کے مقرر کردہ نہیں ہیں اور ان کے ساتھ حلال فرج کو حرام قرار دے لے، یا کسی خاوند والی عورت سے نکاح کرے، یا عدت میں نکاح کر لے، یا ایسے کلام کے علاوہ جو اللہ نے نکاح کے لیے مقرر کیا ہے کوئی اور کلام اختیار کرے اور اس کے ساتھ نکاح کو مباح اور حرام فرج کو حلال کر لے، یا حرام بیع کو اختیار کرے، یا کسی ایسے شخص سے کسی چیز کو خریدے جو اس کا مالک نہیں ہے، یا کوئی ایسی چیز ہبہ کر دے، جس کا اسے اختیار نہ ہو، یا کوئی حرام گردن آزاد کر دے مثلاً کسی غیر کے غلام کو آزاد کر دے، یا کپڑے کو بتوں کے نام پر صدقہ

کر دے تو یہ سب کچھ باطل اور مردود ہے اور اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں۔ یاد رہے کہ شریعت کا اگر کوئی حکم کسی سبب سے باطل ہو جائے تو دوسرا حکم بھی اس سبب سے باطل نہیں ہوتا لیکن شریعت پر عمل صرف اس صورت ہی میں باطل ہو گا جب اسے امرِ الٰہی کے خلاف سرانجام دیا جائے!

اگر کسی نے غصب شدہ مہندی کے ساتھ داڑھی کو رنگ لیا اور اسی مہندی کے ساتھ نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز نہیں ہو گی، اگر وہ مہندی کو اتار دے اور اس کے اتارنے کے بعد نماز پڑھے تو اس نے خلافِ حکم نماز نہیں ادا کی اس لیے کہ رنگ تو ایسی چیز ہے جس کی ملکیّت نہیں ہو سکتی۔

معاصی اور گناہ کے کاموں پر جو اصرار کرے تو اس کی بابت حکم یہ ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت کے ہر فرد کے ہر اس قول و عمل کو معاف کر دیا ہے جس کے بارے میں اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو۔

اگر کہا جائے کہ تم اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیتے ہو جو نماز سے خُرُوج کی نیّت ہی کرے خواہ قول و عمل کو اختیار میں نہ لائے؟ تو ہم عرض کریں گے جی ہاں اس نے ضرور عمل کیا کیونکہ نیت نہ ہونے سے ہی وقوف، قعود، رکوع اور سجود بظاہر ایک ایسا عمل ہو گیا ہے جسے وہ غیر نماز کے لیے سرانجام دے رہا ہے لہٰذا اس کی نماز باطل ہو گی، کیونکہ اس نے قصد و ارادہ سے اعمالِ نماز میں ایک ایسا عمل حائل کر دیا ہے جو نماز میں سے نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے یہ نیت کر لی کہ اس کے وقت کے علاوہ وقت میں باطل کرے گا تو اس کی نماز باطل نہ ہو گی۔ و باللہ تعالیٰ التوفیق۔

اگر کوئی شخص مذکورہ امور میں سے کسی کو عجز کی بنا پر چھوڑ دے تو اس کے لیے فرمانِ الٰہی یہ ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ۔ (الانعام - ۱۱۹)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں مگر اس صورت میں کہ ان کے کرنے کے لیے ناچار ہو جاؤ"

اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری اُمّت سے خطاء، نسیان اور ہر اُس چیز کو معاف کر دیا ہے جس پر مجبور کیا جائے" تو یہ شخص مُضطر اور مجبور ہے، اس کی نماز صرف اسی

وقت باطل ہو گی جب اُس کے بُطلان کے سلسلہ میں کوئی نص جلی وارد ہو، مثلاً اگر کوئی بے وضو ہو جائے تو پھر جائز نہیں کہ وضو کیے بغیر نماز کو جاری رکھے۔

کشتی اور وہ عمارت جس میں ظلم سے تصرّف کر لیا گیا ہو تو اس صورت میں چونکہ حرام چیز بعینہٖ برقرار نہیں ہوتی جسے نمازی استعمال میں لا رہا ہو لہٰذا اس کی نماز درست ہو گی، کیونکہ آثار تو ایسے اُمور ہیں جن کی ملکیت نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی مغصوبہ چیز کے مالک کی پہچان سے مایوس ہو گیا ہو تو وہ مسلمانوں کی جماعت کے لیے ہو جائے گی، یہ بھی چونکہ مسلمانوں ہی میں سے ایک ہے لہٰذا اس کے لیے استعمال جائز ہو گا[لہ] - وباللہ تعالیٰ التوفیق.

## ۳۹۵۔ مردوں کی نماز ایسے کپڑوں میں جائز نہیں جن میں ریشم یا سونا لگا ہوا ہو ——

خصوصاً مردوں کی نماز ایسے کپڑے میں جائز نہیں جس کے طُول کی طرف چار انگلیوں سے زیادہ ریشم استعمال کیا گیا ہو، ہاں اگر قمیص کی جیب میں معمولی سا ریشم لگا ہو یا کفوں وغیرہ پر لگا ہو تو یہ مُباح ہے۔

ایسے کپڑے میں بھی نماز جائز نہیں جس میں سونا لگا ہو یا سونے کی انگوٹھی وغیرہ پہن رکھی ہو، اگر ایسا لباس پہننے پر مجبور کر دیا گیا ہو یا سردی کے خوف وغیرہ کے باعث کوئی مجبور و مُضطر ہو گیا ہو تو پھر نماز جائز ہو گی، یا اگر کسی بیماری کے علاج کے طور پر ریشمی لباس پہننے کی ضرورت پیش آ گئی ہو تو پھر بھی نماز ہو جائے گی، اسی طرح اگر کسی نے سونے یا ریشم کو حفاظت کے لیے آستین میں چُھپایا ہُوا ہو تو اس کی نماز بھی درست ہو گی اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

۶۰۴۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مُسلم بن حجاج، از عبیداللہ بن عمر قواریری اور محمد بن مثنّٰی اور زُہیر بن حرب، ان سب نے از مُعاذ بن ہشام، از والد خود، از قتادہ، از شعبی، از سُوید بن غفلہ روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ آنحضرت

(حاشیہ صفحہ ۴۶) مختلف لفظوں اور مختلف صحابہ سے یہ روایت کتب احادیث میں مروی ہے (دیکھو صحیح جامع الصغیر ۲/۱۰۲)

لہ غصب شدہ کپڑے یا جگہ میں نماز کے باطل ہونے کے بارے میں مُصنّف نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کے علی الرغم ہمیں اس سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں ملی ہم نے مصنّف کی اس رائے کی تردید آپ کی کتاب "الاحکام" ج ۳ ص ۱۶۱ کی شرح میں کی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ہاں دو یا تین یا چار انگلیوں کے بقدر جائز ہے۔ (مسلم، ترمذی کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

۶۰۵ [بدیں سند تا مسلم از شیبان بن فروخ از جریر بن حازم از نافع، از] حضرت ابن عمرؓ روایت ہے کہ دنیا میں وہ شخص ریشم پہنتا ہے، جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے (مسلم کتاب اللباس)

۶۰۶۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد، از ابراہیم بن احمد، از فربری، از بخاری از علی بن مدینی، از وہب بن جریر بن حازم، از والد خود، از ابن ابی نجیح، از مجاہد، از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، از] حضرت حذیفہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے اور حریر و دیباج کے پہننے اور (اس کے گدے وغیرہ پر) بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (خ کتاب الاطعمۃ والاشربہ واللباس، م کتاب الاطعمۃ، ابوداؤد، ترمذی کتاب الاشربہ، نسائی کتاب الزینۃ والولیمۃ، ابن ماجہ کتاب الاشربۃ واللباس)

۶۰۷۔ ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات، از احمد بن عون اللہ، از عبدالرحمٰن بن اسد کازرونی[1]، از دبری، از عبدالرزاق، از معمر، از ایوب سختیانی، از نافع مولیٰ ابن عمرؓ، از سعید بن ابی ہند، از] حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونا اور ریشم میری امت کی عورتوں کے لیے حلال مگر مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے۔ (عبدالرزاق ۱۱/۶۸)[2]

---

[1] کازرونی، فتح زا کے ساتھ ہے جیسا کہ صاحب قاموس نے اور علامہ ذہبی نے "المشتبہ" میں ضبط کیا ہے۔علامہ سمعانی نے الانساب (۱۱/۱۶) میں اسے سکون زا کے ساتھ ضبط کیا ہے اور میرے خیال میں یہ غلط ہے۔

[2] عبدالرزاق کی یہ حدیث جس کو انہوں نے معمر سے روایت کیا ہے اس کو امام احمد نے مسند ۴/۳۹۲، ۳۹۳ میں از عبدالرزاق، از معمر، از ایوب، از نافع از سعید بن ابی ہند، از مرد نامعلوم، از ابوموسیٰ روایت کیا ہے، اس سند میں ایک مجہول شخص زائد ہے جیسا کہ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ نیز ج ۴ ص ۳۹۲ میں از عبدالرزاق، از عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، از والد خود، از مرد نامعلوم، از ابوموسیٰ روایت کیا ہے۔ و نیز ج ۴ ص ۳۹۳ میں از ابن جریج، از عبیداللہ عمری، از نافع، از سعید، از یکے از اہل بصرہ، از ابوموسیٰ روایت کیا ہے، پھر ج ۴ ص ۳۹۴ میں از محمد بن عبید اور ج ۴ ص ۴۰۷ میں از یحییٰ بن سعید

ھسے روواز عبیداللہ، از نافع، از سعید از ابوموسیٰ روایت کیا ہے اور اس روایت میں شخص مجہول محذوف ہے، ترمذی نے ج ا ص ۳۲۱ کتاب اللباس میں اسے بطریق عبداللہ بن نُمیر روایت کیا ہے اور نسائی نے ۲/ ۲۸۵ کتاب الزینۃ میں بطریق یحییٰ، و یزید، و معتمر، بشیر بن مُفضّل روایت کیا ہے بیہقی، ج ۲، ص ۴۲۵ میں بطریق عبداللہ بن مبارک مروی ہے، طحاوی ج ۲، ص ۳۴۶ میں بطریق حماد بن سلمہ، از عبیداللہ بن عمر، از نافع، از سعید از ابوموسیٰ مروی ہے، ابوداؤد طیالسی حدیث ۵۰۶۔ از عبداللہ بن نافع۔ از والد خود، از سعید، از ابوموسیٰ مروی ہے، ان سب حضرات نے اپنی اسناد میں مجہول شخص کا ذکر نہیں کیا۔ عبداللہ بن نافع کے سوا باقی اسناد کے سب راوی ثقہ ہیں۔ عبداللہ بن نافع ضعیف ہے۔ سعید بن ابی ہند ثقہ اور تابعی ہے۔ اس روایت میں ان سے اختلاف واقع ہے جیسا کہ آپ نے معاینہ کیا۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب ج ۴، ص ۹۴ میں لکھا ہے کہ عبدالحق نے ذکر کیا ہے کہ لباس حریر کے سلسلہ میں مصنّف عبدالرزاق میں اس حدیث کی سند اس طرح ہے "از معمر، از ایوب، از نافع، از سعید بن ابی ہند، از مردے، از ابوموسیٰ"۔ لیکن "از مردے" کی زیادتی حدیثِ نافع میں نہ مصنّف عبدالرزاق میں ہے اور نہ کسی دوسری کتاب میں، البتہ عبدالرزاق نے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے سُنا، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے تھے، وہ ایک آدمی سے، وہ ابوموسیٰ سے"، اس کو امام حاکم نے مستدرک میں بطریق احمد بن حنبل (۴/ ۳۹۲) از عبدالرزاق بیان کیا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ وہم ہے جو عبداللہ بن سعید بن ابی ہند سے حافظہ کی خرابی کے باعث سرزد ہُوا ہے۔ آپ نے گویا روایتِ نافع از سعید از ابوموسیٰ" کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن حجر نکت الظراف علیٰ اطراف المزی ۶/ ۴۱۵ میں فرماتے ہیں کہ دارقطنی کتاب العلل میں فرمایا کہ اس کو ابن مبارک نے اُسامہ بن زید از سعید بن ابی ہند از ابومرہ مولیٰ اُمّ ہانی از ابوموسیٰ روایت کیا ہے اور یہ زیادہ درست ہے۔ کیونکہ سعید بن ابی ہند نے ابوموسیٰ سے کچھ بھی نہیں سُنا ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہی خیال ابن حبان کا بھی ہے۔

ابوزرعہ وغیرہ کئی محدثین نے ذکر کیا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مصنّف عبدالرزاق کے نسخوں میں نافع کی روایت میں اختلاف ہے، ابن حزمؒ نے یہاں جو روایت نقل فرمائی ہے اس میں مجہول شخص کا ذکر نہیں ہے، اسی طرح حافظ ابن حجرؒ نے مصنّف عبدالرزاق کے حوالہ سے جو سند نقل فرمائی ہے اُس میں بھی اس کا ذکر نہیں ہے البتہ عبدالحق نے جو روایت ذکر کی ہے، اس کی سند میں نیز مُسند احمد میں عبدالرزاق کے حوالہ سے جو سند ہے اس میں یہ زیادتی مذکور ہے۔

عبداللہ بن سعید بن ابی ہند ـــــ جن کی روایت کو امام حاکم نے رد کر دیا ہے ـــــ ثقہ ہیں اور بعض احادیث میں

۶۰۸ - ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی، از مُسلم بن حجاج از زُہیر بن حرب از عفان بن مُسلم از قتادہ، از] حضرت انس بن مالکؓ روایت کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور زُبیر بن عوام نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں جوؤں کی شکایت کی تو آپ نے ریشم کی قمیص پہننے کی رخصت دے دی (بخاری کتاب الجہاد، مسلم، ترمذی کتاب اللباس)

۶۰۹ - [بدیں سند تا مسلم از ابوبکر بن ابی شیبہ از محمد بن بشر از سعید بن ابی عَرُوبہ از قتادہ از] حضرت انسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زُبیر بن عوامؓ کو خارش یا درد کے باعث ریشم کی قمیصیں پہننے کی اجازت دی - (بخاری کتاب الجہاد، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

---

خطا کر جاتے ہیں، جیسا کہ اس حدیث میں بھی آپ سے اختلاف ہو گیا ہے، طحاوی نے اسے ج ۲ ص ۳۴۶ میں بطریق محمد بن جعفر، از عبداللہ بن سعید، از والدِ خود، از ابو موسیٰ روایت کیا ہے اور اس میں مجہول شخص کا ذکر نہیں کیا۔

ان سب طُرق سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سعید بن ابی ہند نے اسے ایک آدمی کے واسطہ سے ابو موسیٰ سے سُنا لیکن پھر انہوں نے اس آدمی کے ذکر کو محذوف کر کے روایت کو مُرسَل کر دیا۔ یہ بات بعید ہے کہ سعید نے اسے ابو موسیٰ سے سُنا ہو کیونکہ ابو موسیٰ کی وفات کے سال کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ۴۲ھ سے لے کر ۵۳ھ تک کو آپ کا سِنِ وفات قرار دیا گیا ہے جبکہ سعید کی وفات ۱۱۶ھ میں ہوتی ہے گویا ابو موسیٰ اور سعید دونوں کی وفات میں ۶۳ سے ۷۴ سال کا فرق ہے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ شوکانیؒ نے امام حاکمؒ سے بھی اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے لیکن اس سب کچھ کے باعث جو ذکر کیا گیا، مجھے یہ حدیث صحیح معلوم نہیں ہوتی!

ابن ابی حاتمؒ نے "المراسیل" ص ۲۸ میں اپنے باپ سے نقل فرمایا ہے کہ سعید کی ابو موسیٰ سے ملاقات ثابت نہیں، امام دارقطنیؒ نے بھی "العلل" میں یہی فرمایا ہے، امام ابن حبان اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت معلول ہے، صحیح نہیں، امام شوکانیؒ نے ان دونوں بزرگوں کے حوالہ سے ج ۲، ص ۷۵ میں بھی یہی فرمایا ہے۔

۶۱۰۔ [بدیں سند تا مسلم، از یحییٰ بن یحییٰ، از خالد بن عبداللہ طحان از ابن جُریج[1]، از] عبداللہ مولیٰ اسماء بنت ابی بکر صدیق روایت کیا کہ حضرت اسماءؓ نے سبز رنگ کا ایک بڑا سا کسروانی طیالسی جُبّہ نکالا جس کی کلی بھی ریشم کی تھی، اور جس کی چاک بھی ریشم کی بنی ہوئی تھی اور فرمایا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ تھا، یہ حضرت عائشہؓ کے پاس ان کی وفات تک تھا۔ ان کی وفات کے بعد میں نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے، ہم اسے شفا کے لیے دھو کر بیماروں کو پلایا کرتے ہیں۔ (مسلم، ابوداؤد کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینہ، ابن ماجہ کتاب الجہاد واللباس)

ریشم اور سونے کو چھونا اور ملکیت بنانا اور اٹھانا نص اور اجماع سے جائز ہے، اگر کہا جائے کہ بعض صحابہ کرامؓ کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ ریشم کا لباس پہننے کو جائز سمجھتے تھے، تو ہم عرض کریں گے کہ بعض صحابہ کرامؓ سے اس کی حُرمت بھی ثابت ہے، چنانچہ روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ایک لشکر کو بھیجا، جو کامیاب و کامران مالِ غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا، تو حضرت عمر فاروقؓ اس لشکر کے استقبال کے لیے تشریف لائے، آپ نے جب دیکھا کہ انہوں نے ریشم کے جُبّے اور عجمیوں کا لباس پہن رکھا ہے تو ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ جہنمیوں کے اس لباس کو اُتار پھینکو، چنانچہ صحابہ کرام نے اس لباس کو اُتار دیا۔

بطریقِ شعبہ، از عبداللہ بن ابی السفر، از شعبی سُوید بن غفلہ سے روایت ہے کہ ہم شام میں فتوحات حاصل کر کے مدینہ منورہ واپس آئے اور جب مدینہ کے قریب پہنچے تو ہم نے دیباج و حریر کا لباس پہن لیا حضرت عمر فاروقؓ نے جب ہمیں دیکھا تو ہم پر کنکریاں پھینکیں، ہم نے اس لباس کو اُتار دیا تو آپ نے فرمایا "خوش آمدید! اے گروہِ مہاجرین، اللہ تعالیٰ نے حریر و دیباج تو پہلے لوگوں کے لیے بھی پسند نہیں فرمایا تو وہ تمہارے لیے اسے کیسے پسند فرماتا؟ اس کا استعمال درست نہیں مگر اتنا اور اتنا (شعبہ فرماتے ہیں کہ دو انگل

[1] مُصنّف نے اس حدیث میں عبدالملک سے مراد عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج لیا ہے جو غلط ہے، چنانچہ بیہقی نے "السنن الکبریٰ" میں بیان کیا کہ اس حدیث میں عبدالملک سے مراد "عبدالملک بن ابی سلیمان العرزمی" ہے۔ بیہقی (۲/۴۲۳) میں از جعفر بن محمد از یحییٰ بن یحییٰ روایت کیا ہے۔ اور یہ یحییٰ امام مسلم کے استاد ہیں۔

سے چار انگل تک جائز ہے (مصنّف ابن ابی شیبہ ۳۵۶/۸، نیز طحاوی نے شرح معانی الآثار ۲۴۴/۴ میں اسی کے مانند روایت کیا ہے)

ابوالخیر سے روایت ہے کہ انہوں نے عُقبہ بن عامر جُہنی سے جُبّہ میں ریشم کی کلی لگانے کی بابت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں!

بطریق یزید بن ہارون از ہشام بن حسان از حفصہ بنت سیرین، از ابی ذُبیان خلیفہ بن کعب روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب اس حدیث کو سُنا کہ جو دنیا میں ریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا، تو فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ واللہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہو گا کیونکہ اہلِ جنّت کی صفت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ (الحج-۲۳) "وہاں ان کا لباس ریشمی ہو گا"

بطریق محمد بن مثنّٰی از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری، از منصور بن معتمر از مجاہد روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ان کپڑوں کے استعمال سے اجتناب کرو، جن میں ریشم لگا ہو (مصنّف ابن ابی شیبہ ۳۶۱/۸)

بطریق عُبَیدُاللہ بن عَمرو رقّی، از زید بن ابی اُنَیسہ، از زُبَید، از ابوبُردہ، از ربعی بن حراش حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص ریشم کا لباس پہنے گا، اسے اللہ تعالیٰ آگ کا لباس پہنائے گا اور پھر تمہارے دنیا کے ایّام میں نہیں بلکہ اپنے لمبے لمبے دنوں میں! (کنز العمّال ۳۲۰/۱۵، ح ۴۱۲۲۰، مجمع الزوائد ۱۴۱/۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جُبّہ پہنے ہوئے دیکھا جس کے سینے پر ریشم لگا ہُوا تھا، آپ نے فرمایا اے گندے شخص! تمہارے سینے پر یہ کیا ہے؟ (طحاوی ۲۴۸/۴)

بطریق شعبہ، از ابواسحاق سَبیعی عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مَیں ابنِ مسعودؓ کے پاس بیٹھا ہُوا تھا کہ اتنے میں آپ کا ایک بچہ آگیا جس نے ریشم کی قمیص پہن رکھی تھی، آپ نے اس قمیص کو پھاڑ دیا (عبدالرزاق ۷۰/۱۱)

ابنِ زُبیر سے روایت ہے کہ جس نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا، وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔"

لہ شوکانی نے نیل ج ۲، ص ۷۲، میں اس حدیث کو نسائی (کبریٰ کتاب الزینۃ، باب ۶۵) کی طرف منسوب کیا ہے، دیکھو تحفۃ الاشراف

(نسائی کتاب الزینۃ، بیہقی ۲/۴۲۲)

حضرات صحابۂ کرامؓ کا جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو پھر فرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (سورۃ نساء آیۃ ۵۹)، حضرت سمرہؓ نے شراب فروخت کر دی تھی (بخاری، مسلم کتاب البیوع)، ابو طلحہؓ نے روزے کی حالت میں اولے کھا لیے تھا (یعنی بارش کے اولے۔ مجمع الزوائد ۳/۱۷۱)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا قول و فعل حجت نہیں۔

ایسے کپڑے کے استعمال کی رخصت کے سلسلہ میں قطعاً کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے جس کا تانا ریشم سے تنا گیا ہو کیونکہ اس باب میں ابن عباسؓ سے جو روایت ہے، اس میں خُصَیف منفرد ہے جو ضعیف ہے[1] اور

---

۴/۴۲۰، دراصل یہ روایت عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی ہے ـــــ اور اسی حدیث کے اندر ابن عمرؓ کا قول بھی ہے۔ علامہ سندیؒ نے نسائی مجتبیٰ کتاب الزینۃ، ج ۲، ص ۲۹۲ کے حاشیہ میں السنن الکبریٰ سے نقل کیا ہے اور پھر فرمایا کہ یہ ابن عمرؓ کا ایک لطیف استنباط ہے، لیکن ضروری نہیں کہ اس کلام کی دلالت حصر پر بھی ہو۔ یہ بات درست ہے۔ حاکم نے مستدرک ج ۴، ص ۱۹۱، ۱۹۲، طحاوی نے معانی الآثار ج ۲، ص ۳۴۳ میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ اسے آخرت میں نہیں پہن سکے گا۔ اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا تو پھر بھی اس کو نہیں پہن سکے گا، جب کہ دیگر اہلِ جنت پہنیں گے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ الفاظ ان احادیث کے مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں، جن میں اختصار کے ساتھ صرف یہی ذکر ہے کہ ریشم پہننے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ امام ذہبیؒ بھی اس حدیث کے صحیح ہونے میں امام حاکمؒ کے ساتھ متفق ہیں، عبداللہ بن زبیر کی روایت بیہقی ۲/۴۲۲ میں ہے لیکن اس میں ابن عمرؓ کا یہ قول نہیں ہے۔ بخاری نے کتاب اللباس میں بھی یہ روایت بیان کی ہے لیکن اس میں بھی یہ زیادت نہیں ہے البتہ حافظ نے فتح الباری ۱۰/۲۴۴ میں نسائی سے نقل کیا ہے۔

[1] حدیثِ ابن عباسؓ کو ابو داؤد نے ج ۴، ص ۸۷، ۸۸ اور طحاوی نے ج ۲، ص ۳۴۸ میں بطریق خُصَیف بن عبدالرحمٰن جزری روایت کیا ہے، وہ تو ثقہ ہے لیکن ان سے بعض روایات میں اضطراب ہو گیا ہے، ان کے بارے میں سب سے زیادہ مبنی بر عدل و انصاف قول ابن عدی کا ہے کہ خُصَیف سے جب ثقہ راوی روایت کرے تو پھر کوئی حرج نہیں ہاں اگر ان سے عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن روایت کرے، تو اس کی سب روایات باطل ہیں یعنی مصیبت عبدالعزیز کی طرف سے ہے خُصَیف

پھر جن روایات میں یہ ذکر آیا ہے کہ بعض صحابہؓ کرامؓ نے ریشمی لباس پہنا تو ان میں سے کسی روایت میں بھی یہ وضاحت و صراحت نہیں ہے کہ صحابہؓ کرام کو یہ معلوم تھا کہ اس لباس کا تانا ریشم سے تنا ہُوا ہے۔

شعبہ، عامر بن عُبَیدہ باہلی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت انسؓ کو ریشمی جُبہ پہنے ہُوئے دیکھا تو اس کی بابت سوال کیا، انہوں نے کہا کہ میں اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۳۵۲ دوسری سند سے)

معمر، عبدالکریم جزری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالکؓ کو ریشمی جُبّہ اور ریشمی چادر پہنے ہُوئے دیکھا اور میں اس وقت سعید بن جُبیر کے ساتھ طوافِ بیتُ اللہ کر رہا تھا سعید بن جُبَیر نے فرمایا کہ اگر سلف انہیں دیکھتے تو سزا دیتے (عبدالرزاق ۱۱/۷۶)

اس سے معلوم ہُوا کہ صحابہؓ کرام ریشم کے بنے ہُوئے لباس کو پہننا حرام سمجھتے تھے، وگرنہ مباح چیز پر سزا دینے کے کیا معنی ؟

حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ریشم کا لباس پہننے سے بہت سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے تو ایک آدمی نے کہا کیا یہ آپ نے ریشم نہیں پہن رکھا؟ انہوں نے کہا سبحان اللہ! یہ تو خزّ (ریشم اور اُون کا بنا ہُوا کپڑا) ہے، اس آدمی نے کہا یہ تو بجا لیکن اس کا تانا ریشم کا ہے، آپ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں ہو سکا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ آپ نے حکم دیا کہ آپ کے لیے ایسا کپڑا تیار کیا جائے جو ریشم اور اُون سے بُنا ہوا ور جس کا تانا سُوت سے بنا ہُوا ہو۔ ہشام بن عُروہ فرماتے ہیں کہ انکے والد عروہ کا کپڑا ریشم و صوف سے بُنا ہُوا تھا عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بھی ایسا ہی ثابت ہے۔

---

کی طرف سے نہیں، یہاں جو حدیث ہے اسے خُصَیف سے زُہَیر بن مُعاویہ اور شریک نے روایت کیا ہے خُصَیف کی متابعت بھی کی گئی ہے، چنانچہ امام حاکم نے مُستدرک ج ۴ ص ۱۹۲ میں بطریق احمد بن حنبل، از محمد بن بکر، از ابن جُریج از عکرمہ از سعید بن جُبیر، از ابن عباس روایت کیا ہے، یہ سند صحیح اور شیخین کی شرط پر ہے جیسا کہ امام حاکم اور ذہبیؒ نے فرمایا ہے۔

صحابۂ کرامؓ کے بارے میں جو روایات ہیں کہ انہوں نے ریشمی لباس پہنا تو یہ حسب ذیل تین وجوہ واسباب میں سے کسی ایک کے باعث تھا:

(۱) اس لباس کا تانا سُوت کے دھاگے سے بُنا ہُوا تھا۔

(۲) انہیں معلوم ہی نہ ہو سکا کہ یہ ریشم ہے، اس کے علاوہ صحابۂ کرامؓ کی بابت اور کوئی گمان کرنا جائز بھی نہیں ہے

(۳) ریشم کا لباس پہننے کے باعث انہوں نے توبہ و استغفار کر لیا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزارے ہوئے ایام میں سے ایک دن کا قلیل حصّہ بھی اس جیسے گناہ پر پردہ ڈالنے کے لیے کافی ہے، دوسرے لوگ اس اعتبار سے صحابۂ کرامؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتے کیونکہ صحابۂ کرام کا ایک مُد کے بقدر جَو کا صدقہ، ہماری تمام عمر خواہ وہ سَو سال ہو، کے تمام اعمالِ صالحہ پر زیادہ فضیلت رکھتا ہے، اُن کا تو نصف مُد جَو کا صدقہ، ہمارے اعمالِ خیر میں خرچ کیے ہُوئے اُحد پہاڑ جتنے سونے سے بھی بڑھ کر فضیلت رکھتا ہے (جیسا کہ مُسند احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ابوسعید و ابوہریرہ سے مروی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ کوئی اُحد پہاڑ کے ایک ضخیم پتھر کے بقدر سونا خرچ کرنے کی طاقت رکھتا ہو، پُورے اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا تو بہت دُور کی بات ہے ——— و باللہ تعالیٰ التوفیق۔

سردی کی شدّت کے خوف کے باعث اگر کوئی مجبور ہو گیا ہو تو اس کے لیے حکم ربّانی یہ ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۔ (الانعام - ۱۱۹)

"جو چیزیں اس نے تمہارے لیے حرام ٹھہرا دی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں مگر (اس صورت میں) کہ تم اس کے استعمال پر ناچار ہو جاؤ۔"

## ۳۹۶۔ رکُوع و سجود میں قراءتِ قرآن جائز نہیں

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ رکوع و سجود میں قرآنِ مجید کی قرآت کرے، اگر کسی نے عمدًا ایسا کر لیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر بھول گیا اور اطمینان سے رکوع و سجود کرنے اور تسبیح کرنے کے بعد ایسا ہُوا، تو نماز درست ہو گی اور سجدۂ سہو کفایت کر جائے گا اور اس کی نماز پُوری ہو جائے گی کیونکہ اس نے بھُول کر نماز میں ایسا اضافہ کر دیا ہے، جو نماز میں سے نہ تھا، اور اگر تمام رکوع و سجود میں ہی اس نے ایسا

کیا تو پھر رکعت یا سجدہ وغیرہ کو لغو قرار دینا پڑے گا کیونکہ اُس نے حکم کے مطابق ادائیگی نہیں کی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ "جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے حکم کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (بخاری و مسلم)

۶۱۱۔ بطریق (عبداللہ بن یوسف، از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج، از زہیر بن حرب، از سفیان بن عُیینہ، از سلیمان بن سحیم، از ابراہیم بن عبداللہ بن معبد از والد خود، از) حضرت ابن عباسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پردہ ہٹا کر دیکھا تو لوگ ابوبکرؓ کے پیچھے صفیں باندھے کھڑے تھے، آپؐ نے فرمایا لوگو! نبوّت کے مُبشّرات میں سے صرف سچّے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں مسلمان دیکھتا ہے یا جو کسی مسلم کے لیے دکھایا جاتا ہے۔ مجھے اس سے منع کیا گیا ہے کہ رکوع یا سجدہ میں قرآن مجید کی تلاوت کروں۔ رکوع میں تو رب کی عظمت بیان کرو اور سجدہ میں خوب دعا کرو کیونکہ سجدہ کی دُعا اس لائق ہے کہ اسے شرفِ قبولیت سے نوازا جائے (مسلم، ابوداؤد، نسائی، کتاب الصلوٰۃ، ابن ماجہ کتاب الرؤیا)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اگر کہا جائے کہ اس معنی کی ایک روایت حضرت علیؓ کے طریق سے بھی مروی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ مجھے منع کیا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ تمہیں منع کیا ہے؟ (مسلم کتاب الصلوٰۃ، دیکھو تحفۃ الاشراف ح ۱۰۱۷۹) ہم عرض کریں گے کہ یہ بجا ہے کہ اس روایت میں صرف علیؓ کو منع کیا گیا تھا لیکن ہم نے جو روایت ذکر کی ہے، اس میں یہ ممانعت سب کے لیے ہے، کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جس چیز سے منع فرما دیں تو ہمارے لیے بھی وہی حکم ہوتا ہے الّا یہ کہ کوئی نصّ آجائے جس سے تخصیص ثابت ہوتی ہو۔

اگر کہا جائے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے ہوئے سُنا کہ:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ۔ "پاک ہے تُو اے اللہ! تو تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ تو اے اللہ! مجھے بخش دے۔

آپ اس دُعا میں قرآن مجید کی تاویل وتعبیر کو پیشِ نظر رکھتے تھے (بخاری کتاب الصلوٰۃ والمغازی والتفسیر)۔

ہم عرض کریں گے کہ یہ روایت از سفیان ثوری، از منصور، از ابوالضحٰی، از مسروق، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بڑی کثرت سے سجدہ میں یہ دُعا کیا کرتے تھے کہ سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، اس دُعا میں آپ قرآن مجید کی تفسیر وتاویل کو پیشِ نظر رکھتے تھے، یعنی قرآنِ مجید میں جو یہ حکم ہے کہ:

| | |
|---|---|
| اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۔ (سورۃ النصر) | ”جب اللہ کی مدد آپہنچی اور فتح حاصل ہوگئی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ غول کے غول اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے“ |

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب التسبیح والدعاء فی السجود، نسائی کتاب الصلوٰۃ باب الدعاء فی السجود)

اصل حدیث میں جو کچھ ثابت ہے وہ اسی طرح ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قرآن مجید کی تاویل وتفسیر پیشِ نظر رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو اس سُورہ میں جو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وَاسْتَغْفِرْهُ، تو آپ اس حکم کی اطاعت کرتے ہوئے یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ رکوع کی حالت میں قرآن مجید کی قراءت نہ کرو، سجدہ کی حالت میں بھی قرآن مجید کی قراءت نہ کرو (عبدالرزاق ۲/۱۴۴ و ابن ابی شیبہ ۲/۴۳۷)

حضرت مجاہدؒ سے بھی روایت ہے کہ رکوع وسجود میں قرآنِ مجید کی تلاوت نہ کرو کیونکہ رکوع اور سجود کو تو تسبیح کے لیے بنایا گیا ہے (عبدالرزاق ۲/۱۴۵، وابن ابی شیبہ ۲/۴۳۷)

## ۳۹۷۔ جلسہ میں قرآن مجید کی قراءت

اگر کسی نمازی نے خواہ وہ امام ہو یا منفرد، جلسہ میں تشہّد کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کر لی یا قیام اور رکوع وسجود

کی حالت میں قرآت و تسبیح کے بعد تشہّد پڑھ لیا، تو اس کی نماز جائز ہوگی، خواہ وہ عمداً ایسا کرے یا بھول کر اس صورت میں سجدۂ سہو بھی نہیں ہوگا البتہ قراءتِ قرآن کے علاوہ ان مقامات میں کوئی اور ذکرِ الٰہی کرے تو وہ ہمیں زیادہ پسند ہے۔

اس سلسلہ میں نماز کے جواز اور سجدۂ سہو کے ساقط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب نہیں ہوا ہے جس سے منع کیا گیا ہو بلکہ اس نے قرآنِ مجید کی قراءت کی ہے اور قراءتِ قرآن ایک اچھا عمل ہے، جب تک کہ اس سے منع نہ کیا گیا ہو، اسی طرح تشہّد بھی ایک اچھا ذکر ہے۔

ہم نے جو یہ عرض کیا کہ "اگر کوئی اور ذکرِ الٰہی کرے تو وہ ہمیں زیادہ پسند ہے، یہ اس لیے کہ اس کے بارے میں کوئی حکم ہے اور نہ ترغیب! ــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۳۹۸۔ مسجدِ ضرار میں نماز جائز نہیں

مسجدِ ضرار میں جو قبا کے قریب ہے، نماز عمداً یا بھول کر کسی صورت میں بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ـ الٰی قوله ـ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ـ (التوبہ: ۱۰۷-۱۰۸)

(جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں .... تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، اس قابل ہے کہ اس میں جایا کرو (اور اس میں نماز پڑھایا کرو)۔

تو اس فرمانِ باری تعالیٰ سے ثابت ہوا کہ یہ نماز کی جگہ نہیں ہے۔

## ۳۹۹۔ فخر و ضرر کے لیے بنائی گئی مسجد میں نماز جائز نہیں

اس مسجد میں نماز جائز نہیں جسے فخر و مباہات کے لیے بنایا گیا ہو، یا

کسی دوسری مسجد کے نمازیوں کو تکلیف دینے کے لیے بنایا گیا ہو جب کہ انہیں پہلی مسجد کی اذان بھی سنائی دیتی ہو لہٰذا پہلی مسجد والے اگر اس مسجد کے گرانے کا قصد کریں تو کوئی حرج نہیں بلکہ ان پر واجب یہ ہے کہ اسے منہدم کر دیں، اسی طرح ہر اس مسجد کا منہدم کرنا بھی واجب ہے جسے صرف راہب لوگوں کے لیے بنایا گیا ہو یا جاہل لوگ صرف اس کا اس کی کسی مفروضہ فضیلت کے باعث قصد کرتے ہوں حالانکہ اس میں انبیاء کرام میں سے کسی نبی کے کوئی آثار وغیرہ نہ ہوں کیونکہ کسی بھی ایسی مسجد کی طرف قصد کر کے جانا بالکل جائز نہیں جس کے بارے میں دیگر مساجد کی نسبت کسی فضیلت کا گمان کیا جاتا ہو، یا مسجد مکہ، مسجد مدینہ اور مسجد بیت المقدس کی طرف ایسا قصد کیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدوں سے قریب قریب بنائے جانے کی مذمت بھی فرمائی ہے۔

## مساجد کو مزیّن کرنے کی ممانعت

۶۱۲۔ بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر، از ابوداؤد، از محمد بن صباح، از سفیان بن عیینہ، از سفیان ثوری، از ابوفزارہ از یزید بن اصم، از] حضرت ابن عباسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ مسجدوں کو چونا گچ بنایا جائے (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب ۱۲)

۶۱۳۔ [سند سابق کے ساتھ] حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تم مسجدوں کو ضرور مزین کرو گے، جس طرح یہود و نصاریٰ نے (اپنی عبادت گاہوں کو) مزین کیا تھا۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۲، موارد الظمآن ص ۹۸۔ ابوداؤد نے موقوف اور ابن حبان نے مرفوع روایت کیا ہے)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ تشیید کے معنی ہیں عمارت کو بلند اور چونا گچ کرنا۔

## محلوں میں مسجدیں بنانے اور صاف ستھرا رکھنے کا حکم

۶۱۴۔ [بدیں سند تا ابوداؤد از محمد بن علاء، از حسین بن علی، از زائدہ، از ہشام بن عروہ، از والد خود، از] حضرت عائشہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجدوں کو محلوں میں بنایا جائے، خوشبو لگائی جائے اور انہیں صاف ستھرا رکھا جائے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا کہ ہر جگہ مسجد بنائی جائے، بلکہ آپ نے حکم صرف یہ دیا ہے کہ مسجدوں کو محلوں میں بنایا جائے، آپ نے جس سے منع فرمایا ہو وہ بات اس جیسی نہیں ہو گی جس کا آپ نے حکم دیا ہو۔ جب یہ اصول صحیح ہے تو سب سے زیادہ صحیح مسجد وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور فعل کے مطابق بنائی گئی ہو اور ایسی مسجد وہ ہے جو محلے میں بنائی گئی ہو۔ حدیث میں "دُور" کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی محلّوں کے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ انصار کے دُور (محلوں) میں سے بہترین محلہ بنی نجار کا ہے، پھر بنی عبدالاشہل کا، پھر بنی حارث بن خزرج کا اور پھر بنو ساعدہ کا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد مختلف صحابہ سے)

مسجد اسی انداز سے بنانی چاہیئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے سامنے بنوائی، ہر اہلِ محلّہ کے لیے الگ مسجد ہو سکتی ہے اور اہلِ محلّہ کے لیے اپنے محلہ کی مسجد کے مؤذن کی اذان پر پانچوں نمازوں کے لیے لبیک کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وعمل سے جو چیز بھی کم یا زیادہ ہو گی وہ باطل اور منکر ہے اور ہر منکر چیز کا مٹا دینا ہی واجب ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرنے اور لونڈی اپنانے کو فرض قرار دیا ہے اور رہبانیت سے منع فرمایا ہے لہٰذا ہر وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور خلفائے راشدین کے عہد کے بعد اختیار کی گئی ہو وہ بدعت اور باطل ہے۔

ابن مسعودؓ نے اس مسجد کو گرا دیا تھا، جسے عمرو بن عتبہ نے کوفہ سے باہر بنایا تھا اور انہیں اس مسجد کی طرف لوٹا دیا جس میں باقاعدہ جماعت ہوتی تھی۔ جامع مسجد کو دیگر مساجد پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

## تین مسجدوں کے علاوہ اور کسی کی طرف سفر جائز نہیں

مسجدِ مکّہ، مسجدِ مدینہ اور مسجدِ بیت المقدس کے علاوہ اور کسی مسجد کی طرف سفر کر کے جانا جائز نہیں، اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے:

۶۱۵۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب، از محمد بن منصور، از سفیان بن عُیینہ، از زہری، از سعید بن مُسیّب، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین مسجدوں کے سوا

اور کسی کی طرف شدِّ رحال نہ کیا جائے (ان تین مسجدوں سے مراد) مسجد حرام، میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ ہے (بخاری آخر کتاب الصلوٰۃ، مسلم، ابوداؤد کتاب الحج، نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۱۳۱)

۶۱۶۔ ہم نے بطریق [احمد بن محمد طلمنکی، از ابن مفرج، از محمد بن ایوب صموت از احمد بن عمرو بزار، از محمد بن معمر، از روح بن عبادہ، از محمد بن ابی حفصہ، از زہری از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ سفر صرف مسجد حرام، مسجد

مدینہ اور مسجد ایلیاء کی طرف کیا جا سکتا ہے۔ (صحیح جامع الصغیر، ح ۷۲۰۹، ج ۶/۵۵ او کتاب الجنائز للالبانی ۲۲۴، ۲۲۵، والارواء، ج ۳/۲۲۶)

## ۴۰۰۔ جہاں اللہ و رسولؐ اور دینی امور کا مذاق اڑایا جائے اُس جگہ نماز جائز نہیں

جہاں اللہ تعالیٰ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا دین کی کسی بات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو یا ان میں سے کسی چیز کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہو، اگر کسی کو اس کفر و استہزاء کے ختم کرنے کی طاقت نہ ہو اور نہ وہ وہاں سے اُٹھنے کی قدرت رکھتا ہو تو وہ نماز پڑھ لے، اس کی نماز درست ہو گی! فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

| | |
|---|---|
| اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ۔ (النساء۔۱۴۰) | جب تم کہیں سنو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار ہو رہا ہے یا ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے، تو جب تک وہ لوگ اور باتیں (نہ) کرنے لگیں ان کے پاس مت بیٹھو ورنہ تم بھی اُن جیسے ہو جاؤ گے۔ |

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

| | |
|---|---|
| وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ۔ (الانعام۔۶۸) | "جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں مصروف ہو جائیں" |

جو شخص کسی ایسی جگہ، جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، بیٹھنے کو جائز سمجھے، وہ مذاق اڑانے والے کافر ہی کی

مانند ہے، جو شخص کسی ایسی جگہ اقامت اختیار کرے جہاں اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے کو حرام قرار دیا ہے، تو اس کا وہاں اُٹھنا بیٹھنا معصیت ہے اور نماز کی ادائیگی اطاعت ہے اور یہ بات سراسر باطل ہے کہ معاصی، طاعات سے کفایت کر سکیں یا محرّمات فرائض کے قائم مقام ہو سکیں، ہاں اگر کوئی عاجز و لاچار ہو تو اس کے بارے میں ارشادِ الٰہی یہ ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا "اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا۔" (البقرہ - ۲۸۶)

**۱۴۱۔ نماز میں مُصحف سے تلاوت جائز نہیں** کسی نمازی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مُصحف یا کسی دوسری چیز سے تلاوت کرے، خواہ امام ہو یا کوئی اور، اگر قصد و ارادہ سے ایسا کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، اسی طرح دورانِ نماز آیات کو شمار کرنا بھی درست نہیں کیونکہ کتاب کے بارے میں غور و فکر کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ نماز میں اس کے مُباح ہونے کے سلسلہ میں کوئی نص وارد نہیں ہے۔ چنانچہ سلف میں سے ایک جماعت سے یہی منقول ہے اور اس سلسلہ میں حضرت سعید بن مُسیّب، حسن بصری، شعبی اور ابو عبد الرحمٰن سُلَمی بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

امام ابو حنیفہ اور شافعی[1] نے اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیا ہے، جو امامت کراتے وقت مُصحف سے دیکھ کر تلاوت کرے، ایک قوم نے اسے مُباح بھی قرار دیا ہے اور یہیں حکم یہ ہے کہ تنازع کے وقت قرآن و سُنّت کی طرف رجوع کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

اِنَّ فِي الصَّلٰوةِ لَشُغُلًا "نماز ایک مصروفیت ہے۔"

(بخاری کتاب الصلوٰۃ و مناقب الانصار، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، احمد ۱/۳۷۶، ۴۰۹)

---

[1] مصری کے نسخہ ۱۶ کے حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے کہ امام شافعی کی طرف یہ انتساب غلط ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، آپ کے مذہب میں یہ بات مشہور نہیں بلکہ مشہور یہ ہے کہ اگر زبانی پڑھنے سے عاجز ہو تو پھر لازم ہے کہ دیکھ کر پڑھ لے۔ یہ تنقید صحیح ہے۔ ملاحظہ فرمائیے المجموع للنووی ج ۳، ص ۲۷۹، ج ۴، ص ۹۵، والعزیز للرافعی، ج ۳، ص ۳۴۶۔

یعنی نماز ایک ایسی مشغولیت ہے جس میں کوئی ایسا کام کرنا درست نہیں جس کے مباح ہونے کے بارے میں کوئی نص وارد نہ ہو[1] ——— وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۰۲۔ نماز میں سلام کا جواب کس طرح دیا جائے

جس شخص کو نماز پڑھتے ہوئے سلام کیا جائے تو وہ اشارے سے سلام کا جواب دے دے اور کلام نہ کرے، اشارہ ہاتھ یا سر سے کرے، اگر قصد و ارادہ سے کلام کرے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

جس شخص کو نماز میں چھینک آئے تو وہ کہے الحمد للہ رب العلمین، لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے جواب میں رحمك اللہ کہے، اگر کوئی اس ممانعت کو جاننے کے باوجود یہ کہے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ہم اس سلسلہ میں قبل ازیں معاویہ بن حکم کی حدیث اور جواب کے سلسلہ میں بھی حدیث ذکر کر آئے ہیں (دیکھو مسئلہ ۳۷۸ و ۳۸۰) لہٰذا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ——— وباللہ تعالیٰ التوفیق!

## ۴۰۳۔ کھانے کی موجودگی اور بول و براز کی حاجت کے وقت نماز جائز نہیں

نمازی کا جب کھانا حاضر ہو خواہ دوپہر کا ہو یا شام کا تو اس وقت نماز جائز نہیں اور نہ اس وقت نماز جائز ہے جب اسے بول و براز کی حاجت ہو بلکہ فرض یہ ہے کہ پہلے کھانا کھالے، پھر نماز پڑھے یا پہلے بول و براز کی حاجت کو رفع کرے اور پھر نماز ادا کرے۔

۱۷۶۔ ہم نے بطریق (عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح، از عبدالوہاب بن عیسیٰ، از احمد بن محمد، از احمد بن علی، از مسلم بن حجاج۔ از محمد بن عباد از حاتم بن اسماعیل از یعقوب بن مجاہد ابوحزرہ از) ابن ابی عتیق روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اور قاسم بن محمد دونوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ دیر گفتگو کی، اتنے میں کھانا آگیا تو قاسم بن محمد اٹھ کھڑے ہوئے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہاں؟ وہ کہنے لگے نماز پڑھنے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا، بیٹھ جا مکار، میں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے کی موجودگی میں نماز درست نہیں اور نہ اس وقت درست ہے جب کسی نے بول و براز کی حاجت کو روک رکھا ہو (مسلم کتاب الصلوٰۃ، ابو داؤد

---

[1] نوافل میں مصحف دیکھ کر امامت کرانے کا ذکر بخاری کتاب الصلوٰۃ باب "امامۃ العبد والمولیٰ" میں ہے دیکھو فتح الباری ج ۲/۱۵۵۔

"اگر وقت کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو تو پھر بھی یہی حکم ہے کیونکہ اسے حکم یہی ہے کہ پہلے بول و براز اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو اور پھر نماز کی ادائیگی کرے تو اس سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ اس صورت میں نمازی کے لیے وقت بڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ اسے حکم یہ ہے کہ ضرورت پُوری ہونے تک نماز کو موخر کرے ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

**۴۰۴۔ لہسن و پیاز وغیرہ کھا کر مسجد میں نہ آئے** جس شخص نے لہسن، پیاز یا کراث[1] کھایا ہو اس پر فرض ہے کہ اس وقت تک مسجد میں نماز نہ پڑھے جب تک ان کی بدبُو نہ ختم ہو جائے، اگر بدبُو کے ختم ہونے سے پہلے ہی کوئی شخص مسجد میں داخل ہو جائے تو فرض ہے کہ ایسے شخص کو مسجد سے باہر نکال دیا جائے اور اگر کسی نے اس حالت میں مسجد میں نماز پڑھ لی، تو اس کی نماز ہی نہیں ہو گی، اس کے علاوہ اور کسی شخص کو مسجد سے باہر نہیں نکالا جا سکتا حتیٰ کہ گندہ دہن، مجذوم اور کسی بھی آفت میں مبتلا شخص کو مسجد سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔

٦٢٠۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنّٰی از یحیٰی بن سعید قطّان از عُبَیداللہ بن عُمر از نافع از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت یعنی لہسن کو کھائے تو وہ ہرگز مسجد کے قریب نہ آئے (بخاری، مسلم کتاب الصلوٰۃ ابوداؤد الاطعمۃ)۔

٦٢١۔ [بدیں سند تا یحیٰی بن سعید قطان، از ہشام دستوائی از قتادہ از سالم بن ابی الجعد از معدان بن ابی طلحہ] روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے جمعہ کے دن ایک لمبا خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں یہ بھی کہا:

"لوگو! تم دو قسم کے پودوں کو کھاتے ہو، مَیں انہیں خبیث سمجھتا ہُوں یعنی لہسن اور پیاز! مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ اگر آپ کسی آدمی کے مُنہ سے ان کی بُو محسوس کرتے تو حکم دیتے اور اسے مسجد سے بقیع کی طرف باہر نکال دیا جاتا۔" (مسلم کتاب الصلوٰۃ والفرائض)

---

[1] یہ ایک قسم کی سبزی ہے جو پیاز سے زیادہ مشابہ ہے اور یہ سعودی عرب میں عام ہے (ابوالاشبال)

نسائی کتاب الصلوٰۃ، ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ)

۶۲۲- [بدین سند تا مسلم از محمد بن حاتم از یحییٰ بن سعید از ابن جریج از عطاء] حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لہسن، پیاز یا کراث کھاتے وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی ہر اس چیز سے اذیت محسوس کرتے ہیں جس سے انسان اذیت محسوس کرتے ہیں۔ (بخاری، مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ، ترمذی کتاب الاطعمۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہماری اس مسجد کے قریب نہ آئے اور نہ آپ نے کوئی اور ایسا لفظ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوتا کہ یہ حکم مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور اس سے مراد مسلمانوں کی تمام مساجد ہیں جیسا کہ دوسری روایتوں میں اس کا بیان واضح ہے۔"

بطریق مصعب بن سعید روایت ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جب کوئی لہسن کھانے کا ارادہ کرتا تو وہ باہر چلا جاتا[1]

حضرت علی بن ابی طالبؓ اور تابعین میں سے شریک بن حنبل سے روایت ہے کہ کچا لہسن کھانا حرام ہے" یہ حرام تو نہیں کیونکہ مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ حضرت عطاء سے روایت ہے کہ لہسن کھانے والے کو سب مسجدوں میں آنے سے روکا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور شخص کو مسجد میں آنے سے روکا نہیں گیا اور یاد رہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کچھ نہیں فرماتے (وما ینطق عن الھویٰ) بلکہ جو کچھ بھی ارشاد فرماتے ہیں وہ وحی الٰہی کی بنیاد پر ہوتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولنے والا نہیں ہے۔ (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا)

---

[1] مصعب بن سعید تابعی نہیں بلکہ بہت بعد کے ہیں اور یہ روایت بھی کہیں نہیں ملی اور اسی طرح بعد والی روایتیں بھی۔ البتہ ابوداؤد کتاب الاطعمۃ میں نہی کے الفاظ سے موجود ہے یعنی حضرت علیؓ کی روایت، واللہ اعلم۔

## ٤٠٥۔ نماز میں انگلیاں چٹخانا

جو شخص اپنے قصد و ارادہ سے نماز میں انگلیاں چٹخائے یا انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈالے، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے کہ:

اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغْلاً　　"نماز کی اپنی ایک مشغولیت ہے۔"

(حوالہ مسئلہ ۴۰۱ میں گزر چکا)

## ٤٠٦۔ نماز میں ٹیک لگانا

جس شخص نے کسی عصا، دیوار یا کسی انسان کے ساتھ ٹیک لگا کر نماز پڑھی، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، اگر کسی کو طاقت نہ ہو تو وہ بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو پھر لیٹ کر پڑھ لے لیکن ٹیک لگانا یا سہارا لینا ایک ایسا عمل ہے جس کا حکم نہیں ہے اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ (اِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ لَشُغْلاً) نماز کی اپنی ایک مشغولیت ہے۔

(حوالہ مسئلہ ۴۰۱ میں دیکھو)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"اگر اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو پھر ہم جواز کے قائل ہو جائیں گے لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ہمارے علم میں اس سلسلہ میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے، جو روایت ہے وہ بطریق "عبدالسلام بن عبدالرحمٰن وابصی، از والدِ خود" ہے اور نہ عبدالسلام کا حال معلوم ہے اور نہ اس کے باپ[1] کا، پھر اگر روایت صحیح بھی ہو تو اس سے نماز میں ٹیک لگانے کا جواز معلوم نہیں ہوتا کیونکہ الفاظ یہ ہیں کہ ام قیس بنت محصن سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم جب بڑی عمر کے ہو گئے اور گوشت بڑھ گیا تو آپ نے نماز کی جگہ ستون بنا لیے

---

[1] عبدالسلام تو ثقہ و معروف ہے اور آپ کے باپ عبدالرحمن بن صخر بن عبدالرحمٰن بن وابصہ بن معبد کے بارے میں نہ جرح ہے اور نہ تعدیل، اللہ ہی اس کا حال جانتا ہے۔ البتہ یہ دونوں اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

اور ران کا سہارا لیا کرتے تھے[1]

اس روایت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ دورانِ نماز ران کا سہارا لیا کرتے تھے بلکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور جب قیام کے بقدر قراءت باقی رہ جاتی تو کھڑے ہو کر قرأت کرتے اور پھر رکوع کرتے۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

## ۴۰۷۔ انگوٹھی کے ساتھ نماز کا حکم

جس شخص نے انگشتِ شہادت، درمیانی انگلی، اُس کے ساتھ والی یا انگوٹھے میں انگوٹھی پہنی اور اسی طرح قصد و ارادہ سے نماز پڑھ لی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، ہاں اگر چھنگلیا میں انگوٹھی پہنی ہو تو پھر نماز ہو جائے گی۔

۶۲۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن بشار از محمد بن جعفر از شعبہ، از عاصم بن کلیب از] ابو بُردہ بن ابی موسیٰ اشعری] روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سُنا، فرماتے تھے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔ (حوالہ آگے آ رہا ہے)

۶۲۴۔ [بدیں سند از ہنّاد بن سَرّی از ابی الاحوص از عاصم بن کُلَیب] ابو بُردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا کہ مجھے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے منع فرمایا کہ مَیں اپنی اس اُنگلی، یا درمیانی یا اس کے ساتھ والی میں انگوٹھی پہنوں۔ (مسلم کتاب اللباس، ابو داؤد کتاب الخاتم، نسائی کتاب الزینۃ، باب ۵۰، ۷۷، ۱۱۹، ابن ماجہ کتاب اللباس)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"شعبہ کی اس حدیث نے ہر اُس خبر کے بارے میں فیصلہ کر دیا ہے، جسے عاصم سے روایت کرنے والوں نے شک کیا ہے جس شخص نے کسی ایسی انگلی میں انگوٹھی پہن کر نماز پڑھ لی جس کی

---

[1] ابو داؤد، ج ۱، ص ۲۵۷، از عبد السلام بن عبد الرحمٰن از والد خود، نیز بیہقی ج ۲ ص ۲۸۸ بطریق عبید اللہ بن موسیٰ اور دونوں ہی از شیبان بن عبد الرحمٰن، از حصین بن عبد الرحمٰن از ہلال بن یساف از والبصہ بن معبد از ام قیس بنت محصن۔ یہ سند بالکل صحیح ہے۔

ممانعت ہے، اس میں اور ریشم پہن کر یا حرام حالت میں نماز پڑھنے والے کے مابین کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان سب نے نماز میں ایسا کام کیا ہے جس کی ممانعت تھی اور اس اعتبار سے انہوں نے نماز حسبِ حکم ادا نہیں کی (لہٰذا ان کی نماز نہیں ہوتی)

## ۴۰۸۔ نماز میں نیّت کی تبدیلی

اگر نماز میں قصد و ارادہ سے کسی دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کی نیت کر لی، یا فرض سے نفل کی طرف، یا نفل سے فرض کی طرف تبدیلی کی نیت کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس نے نماز کی ادائیگی اس طرح نہیں کی جس طرح اسے حکم تھا۔ اگر اُس نے بھُول کر ایسا کر لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی لیکن خلافِ حکم عمل کو لغو قرار دینا پڑیگا خواہ عمل زیادہ ہو یا تھوڑا اور اس پر بنیاد رکھ کر عمل کو جاری رکھے جو اس نے حکم کے مطابق ادا کیا اس طرح نماز کو پورا کرے اور سجدۂ سہو کرے بشرطیکہ وضو نہ ٹوٹے، اگر وضو ٹوٹ جائے تو نماز پھر ابتداء سے شروع کرے جیسا کہ ہم قبل ازیں مسئلہ ۲۷۵ بعنوان "نماز میں کلام اور عمل" ذکر کر گئے ہیں، اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

## ۴۰۹۔ کاہن کے پاس جانے والے کی نماز مقبول نہیں

جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اسے سچا جانتے ہوئے اس سے کوئی سوال پوچھا اور اسے معلوم بھی ہو کہ کاہنوں کے پاس جانا حلال نہیں، تو چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی ہاں اگر توبہ کرے تو پھر اس کی نماز قبول ہو گی۔ اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے:

۶۲۵۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجّاج از محمد بن مثنّٰی عَنَزی از یحییٰ بن سعید قطّان از عبیداللہ بن عمر از نافع مولیٰ ابنِ عُمر از صفیہ بنت ابی عُبَید از] بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ آپؐ نے فرمایا "جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس سے کوئی سوال پوچھا، تو چالیس راتوں تک اس کی نماز مقبول نہیں ہو گی۔ (مسلم کتاب الطب، واحمد فی المسند ۴/۶۸ و ۵/۳۸۰)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ:

"اگر اس روایت میں اس اُمّ المومنین کا نام مذکور نہیں ہے جس سے یہ روایت مروی ہے

تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ساری ازواجِ مطہرات حد درجہ صداقت،
عدالت، طہارت اور ثقاہت سے موصوف ہیں، ان میں سے کسی کا مخفی رہنا یا کسی دوسری
عورت کا ان کے ساتھ اختلاط ممکن نہیں، ان کا معاملہ اس غیر معروف شخص کی مانند نہیں ہو
سکتا جو مدعیِ صُحبت ہو۔

جس شخص نے کسی نجومی یا کاہن سے سوال کیا اور اس لیے نہیں کہ وہ اسے سچا سمجھتا ہے بلکہ
اس کی تکذیب مقصود ہے، تو ایسا شخص درحقیقت کاہن سے سوال کرنے والا یا اس کے
پاس جانے والا نہیں سمجھا جاتا۔

اگر کوئی شخص نجومی و کاہن وغیرہ کے پاس جانے کے بعد سچی توبہ کرے تو سچی اور صحیح توبہ
سے تمام گناہ ساقط ہو جاتے ہیں ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ ایسے شخص کی نماز مقبول ہو گی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم
نے جو فرمایا ہے، یہ تغلیظ پر مبنی ہے تو اس نے گویا عمداً کذب کی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم
کی طرف نسبت کی ہے، اور آپؐ کی طرف اگر کوئی شخص ایسی نسبت کرتا ہے تو اس کا
جو انجام ہو گا وہ کسی سے بھی مخفی نہیں، یعنی جہنّم۔ (دیکھو حدیث من کذب علیّ الخ اس کی تخریج
صحیح جامع الصغیر، ج ۵/۳۵۱، ح ۶۲۹۵ میں شیخ البانی نے کی ہے)۔

## ۴۱۰۔ مقتدی اگر امام کی متابعت بھول جائے

جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اس کے امام نے سلام پھیر دیا ہے، یا وہ یہ بھول گیا کہ وہ امام کی اقتدا میں
نماز پڑھ رہا ہے اور اس نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہو گیا جسے وہ باجماعت نہیں پا سکا تھا، یا نوافل کے لیے
یا بھول کر کسی حاجت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اس کے لیے فرض ہے کہ جب اسے یاد آئے تو بیٹھ جائے اور اگر
تشہّد نہیں پڑھ سکا تو تشہّد پڑھے اور ضروری ہے کہ سلام امام کے سلام کے بعد پھیرے اور بیٹھنے کی حالت
میں پھیرے۔

اگر بیٹھ کر سلام پھیرنے میں کوئی مجبوری ہو تو پھر جیسے اسے قدرت ہو، سلام پھیر دے اور سجدہ سہو

کرے، یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اگر کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کر کے از سر نو نماز ادا کرے اور اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

اگر مذکورہ امور میں سے کچھ یہ جانتے بوجھتے کر لیا کہ وہ امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں کہ اگر کسی نے عمداً نماز میں کوئی ایسا عمل کر لیا جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا، یا جو نماز میں مباح نہیں، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی البتہ بھول چوک اور نسیان معاف ہے (دیکھو مسئلہ ۳۷۰ و ما بعد)

اس بات پر نص اور اجماع ہے کہ سلام صرف اس جلسہ کے آخر ہی میں ہوتا ہے، جس میں تشہد ہو!

——— و باللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۱۱۴۱۔ کن لوگوں کے پیچھے نماز باطل ہے

جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ کافر ہے، اس کے پیچھے نماز باطل ہے، اسی طرح اس کے پیچھے بھی باطل ہے، جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ جان بوجھ کر طہارت کے بغیر نماز پڑھ رہا ہے یا نماز میں کھیل رہا ہے اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور پھر یہ نص سے ثابت ہے کہ "نماز وہ پڑھائے جو قرآن مجید کا سب سے زیادہ عالم ہو (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)۔ اور حدیث ابوموسیٰ میں ہے کہ "تم میں کا کوئی ایک نماز پڑھائے (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ) اور ظاہر ہے کہ کافر ہم میں سے نہیں ہے۔

و نیز کافر نمازیوں میں سے نہیں ہے اور نہ نمازیوں کی طرف اس کی نسبت کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نماز میں کھیلنے کودنے والا بھی نمازی نہیں اور نہ کھیل کود کی حالت کو حالتِ نماز قرار دیا جا سکتا ہے، ان میں سے کسی کی اگر کوئی اقتدا کرتا ہے تو وہ نماز کی ادائیگی اس طرح نہیں کرتا جس طرح اسے حکم ہے

## ۱۴۱۲۔ جن لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں اُن کے پیچھے عدمِ واقفیت کی بنا پر نماز پڑھنے کا حکم

اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی، جس کے بارے میں گمان یہ تھا کہ وہ مسلمان ہے لیکن پھر معلوم ہوا کہ وہ تو کافر ہے، یا نماز کے ساتھ مذاق کرنے والا ہے، یا نابالغ ہے،

کرے، یہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اگر کرنے سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو پھر وضو کرکے از سر نو نماز ادا کرے اور اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں۔

اگر مذکورہ امور میں سے کچھ یہ جانتے بوجھتے کر لیا کہ وہ امام کی اقتدا میں نماز ادا کر رہا ہے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ جیسا کہ ہم قبل ازیں ذکر کر چکے ہیں کہ اگر کسی نے عمداً نماز میں کوئی ایسا عمل کر لیا جس کا اسے حکم نہیں دیا گیا، یا جو نماز میں مباح نہیں، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی البتہ بھول چوک اور نسیان معاف ہے (دیکھو مسئلہ ۳۷۰، و ما بعد)

اس بات پر نص اور اجماع ہے کہ سلام صرف اس جلسہ کے آخر ہی میں ہوتا ہے، جس میں تشہّد ہو!

ـــــ و باللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۴۱۱۔ کن لوگوں کے پیچھے نماز باطل ہے

جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ یہ کافر ہے، اس کے پیچھے نماز باطل ہے، اسی طرح اس کے پیچھے بھی باطل ہے، جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ جان بوجھ کر طہارت کے بغیر نماز پڑھ رہا ہے یا نماز میں کھیل رہا ہے، اس مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں اور پھر یہ نص سے ثابت ہے کہ "نماز وہ پڑھائے جو قرآن مجید کا سب سے زیادہ عالم ہو (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)۔ اور حدیث ابوموسیٰ میں ہے کہ "تم میں کا کوئی ایک نماز پڑھائے (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ) اور ظاہر ہے کہ کافر ہم میں سے نہیں ہے۔

و نیز کافر نمازیوں میں سے نہیں ہے اور نہ نمازیوں کی طرف اس کی نسبت کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح نماز میں کھیلنے کودنے والا بھی نمازی نہیں اور نہ کھیل کود کی حالت کو حالتِ نماز قرار دیا جا سکتا ہے، ان میں سے کسی کی اگر کوئی اقتدا کرتا ہے تو وہ نماز کی ادائیگی اس طرح نہیں کرتا جس طرح اسے حکم ہے

## ۴۱۲۔ جن لوگوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ان کے پیچھے عدمِ واقفیت کی بنا پر نماز پڑھنے کا حکم

اگر کسی ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ لی، جس کے بارے میں گمان یہ تھا کہ وہ مسلمان ہے لیکن پھر معلوم ہوا کہ وہ تو کافر ہے، یا نماز کے ساتھ مذاق کرنے والا ہے، یا نابالغ ہے،

تو اس کی نماز درست ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا مکلّف نہیں بنایا کہ ہم یہ معلوم کریں کہ لوگوں کے دلوں میں کیا ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بھی یہ فرمان ہے کہ:

لَمْ أُبْعَثْ لِأَشُقَّ عَنْ قُلُوبِ النَّاسِ وَإِنَّمَا كُلِّفْنَا ظَاهِرَ أَمْرِهِمْ [1]

"مجھے اس لیے مبعوث نہیں کیا گیا کہ لوگوں کے دل چیر کر دیکھوں بلکہ ہمیں ظاہر حالات کا مکلّف بنایا گیا ہے"

جب نماز کا وقت ہو جائے تو ہمیں حکم یہ ہے کہ ظاہر حالات پر نظر کرتے ہوئے اپنے میں سے کسی کو اپنا امام بنالیں، چنانچہ اس امام کی اقتداء میں جو نماز ادا کرے گا، اس نے گویا حکم الٰہی کے مطابق نماز ادا کر لی، اسی طرح وہ شخص جس کی نیت میں دین کے ساتھ مذاق کرنا ہے لیکن اس کی پہچان کا کوئی طریقہ نہ ہو تو اس کی اقتداء میں بھی نماز ہو جائے گی ——— وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۱۴۳۔ ناواقفیت کی وجہ سے احکام اعتقاد میں تاویل کرنے والے کی اقتداء

بعض موجبات وضو کے بارے میں اگر کسی نے یہ تاویل کر لی کہ اس سے وضو فرض نہیں ہے تو اس کی اقتداء میں نماز جائز ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے نماز کے بعض فرائض کی نسبت تاویل کے باعث یہ اعتقاد کر لیا کہ یہ نوافل ہیں تو اس کی امامت میں بھی نماز درست ہوگی کیونکہ یہ لوگ جہالت کے سبب معذور ہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے معاویہ بن حکم کی نماز کو درست قرار دیا تھا حالانکہ اس نے جہالت کے باعث نماز میں عمداً گفتگو کر لی تھی۔ (یہ حدیث پہلے مع حوالہ گزر چکی ہے نیز دیکھو تحفۃ الاشراف ۸/۴۲۶، ح ۱۱۳۷۸)۔

## ۱۴۴۔ امام کی زیادتی کی اقتداء جائز نہیں

جس شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا امام رکعت یا سجدہ زیادہ کر رہا ہے تو اس زیادتی میں امام کی اتباع جائز نہیں بلکہ وہ اپنی جائز حالت پر برقرار رہے اور سُبحان اللہ کہہ کر امام کو خبردار کر دے اس

[1] یہ روایت اس طرح مجھے نہیں ملی البتہ اسی کے ہم معنی بخاری، مسلم ابوداؤد، اور نسائی میں ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ (دیکھو تحفۃ الاشراف ۳/۳۸۹، ح ۴۱۳۲) ابوالاشبال پاکستانی۔

مسئلہ میں کسی کا بھی اختلاف نہیں (دیکھو عون المعبود ۱/ ۲۹۰) فرمانِ الٰہی بھی یہی ہے کہ:

لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (النساء۔۸۴) "تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں"

## ۱۵۴ صف کے پیچھے منفرد کی نماز

جو شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی البتہ یہ صورت عورت کے لیے باعث مضرت نہیں ہے (یعنی عورت اکیلی بھی کھڑی ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی)

مقتدیوں پر فرض ہے کہ وہ صفوں کو مکمل کریں، پہلے پہلی صف مکمل کریں اور پھر بعد والی، خوب مل جل کر کھڑے ہوں۔ کندھے کندھوں کے ساتھ ملائیں اور پاؤں پاؤں کے ساتھ، اگر کمی ہو تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔

اگر کوئی شخص پچھلی صف میں کھڑا ہو اور اس سے اگلی صف میں خالی جگہ ہو جو اس کے وہاں کھڑا ہونے سے پُر ہو سکتی ہو اور یہ اُسے پُر نہ کرے، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر صف میں گنجائش باقی نہ رہ گئی ہو تو پھر صف سے ایک آدمی کو پیچھے کھینچ لے اور اس کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھے، اگر آدمی کو پیچھے کھینچنے کی قدرت نہ ہو تو پھر واپس لوٹ جائے اور صف کے پیچھے اکیلا نماز نہ پڑھے۔ ہاں اگر صف میں کھڑا ہونا اس کے لیے منع ہو تو پھر نماز پڑھ لے، اس کی نماز درست ہو گی۔

۶۲۶۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک خولانی از محمد بن بکر از ابوداؤد از سلیمان بن حرب از شعبہ از عمرو بن مُرّہ از ہلال بن یساف از عمرو بن راشد از] حضرت وابصہ بن معبد اسدی سے روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صف کے پیچھے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے حکم دیا کہ وہ دوبارہ نماز پڑھے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، احمد ۴/ ۲۲۷، ۲۲۸، ابوداؤد طیالسی ص ۱۶۶، ح ۱۲۰۱، طحاوی ۱/ ۲۲۹، موارد الظمآن ص ۱۱۶، سنن دارمی ۱/ ۲۳۷، عبدالرزاق ۲/ ۵۹، ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۹۲)

۶۲۷۔ ہم نے بطریق جریر بن عبدالحمید، از حصین بن عبدالرحمٰن، از ہلال بن یساف از زیاد بن ابی الجعد حضرت وابصہ بن معبدؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے

والے کو حکم دیا کہ وہ دوبارہ نماز پڑھے (حوالہ اوپر والی حدیث میں دیکھو)

کچھ لوگوں نے اپنی آراء سے یہ کہا ہے کہ شاید آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اسے کسی ایسے امر کے باعث نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا ہو جسے ہم نہیں جانتے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ بات بالکل باطل ہے کیونکہ اگر حقیقت میں ایسا ہی ہوتا جیسا کہ انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اسے ضرور بیان فرما دیتے اور پھر اگر اس طرح کی بات کو جائز قرار دیا جائے تو پھر جو شخص خوفِ الٰہی سے عاری ہو وہ ہر حدیث کو سُن کر یہ کہہ سکتا ہے کہ شاید کسی چیز کی کمی رہ گئی ہو۔ لہٰذا وہ ہر حکم کو اسی طرح باطل کرتا جائے گا۔"

اس حکم کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے

۴۲۸ہم نے بطریق [احمد بن محمد بن جسور، از وہب بن مُسَرّۃ، از محمد بن وضّاح از ابوبکر بن ابی شَیْبہ، از ملازم بن عمرو از عبداللہ بن بدر، از عبدالرحمٰن بن علی بن شَیْبان از والدِ خود] علی بن شَیْبان روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی اور آپ کی امامت میں نماز پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی کو صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ اس نے سلام پھیرا، آپ نے فرمایا دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ جو صف کے پیچھے نماز پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۱۹۳ وابن ماجہ کتاب الصّلوٰۃ، احمد بن حنبل ۴/۲۳ وموارد الظمآن، ص ۱۰۶ وابن خزیمہ ۳/۳۰)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"مُلازِم ثقہ ہے، ابن ابی شیبہ اور ابن نمیر کے علاوہ اور بھی کئی محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے، عبداللہ بن بدر بھی ثقہ اور مشہور ہے، عبدالرحمٰن پر اس سے زیادہ کسی نے اور کوئی عیب نہیں لگایا کہ ان سے اس روایت کو صرف عبداللہ بن بدر نے روایت کیا ہے اور یہ کوئی جرح نہیں ہے[1]۔"

---

[1] عبدالرحمٰن سے ان کے صاحبزادے یزید اور وعلہ بن عبدالرحمٰن نے بھی روایت کیا ہے، ابن حبانؒ نے ثقات (۵/۱۰۴)

وہ ہلال بن یساف نے حدیث وابصہ کو کبھی تو زیاد بن ابی الجعد سے روایت کیا ہے اور کبھی عمرو بن راشد سے تو یہ اس لیے تاکہ اس سے اس روایت کی قوت کو ظاہر کیا جا سکے اور عمرو بن راشد ثقہ ہے، امام احمد بن حنبلؒ اور کئی دیگر محدثین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے[1]۔

---

ہیں آپ کا تذکرہ کیا ہے اور صحیح (موارد الظمآن ص ۱۱۶) میں آپ سے روایت لی ہے، عجلی اور ابو العرب تمیمی نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ یہ اسناد بالکل صحیح ہے۔

[1] وابصہ کی روایت دو طرق سے ذکر کی گئی ہے، یعنی ایک بطریق ہلال، از عمرو بن راشد، از وابصہ اور دوسرے بطریق ہلال، از زیاد بن ابی الجعد از وابصہ، بعض محدثین نے یہ گمان کیا ہے کہ ہلال کے اس اختلاف کے باعث خبر کو ضعیف قرار دیا جائے گا اور یہ ایک غلط گمان ہے بلکہ یہ تو ایک ثقہ راوی سے دوسرے ثقہ راوی کی طرف منتقل کرنا ہے جو حدیث کے لیے باعث تقویت ہے جیسا کہ مصنف نے فرمایا ہے ونیز عمرو بن مُرّہ از زیاد بن ابی الجعد از وابصہ، یہ حدیث ترمذی، ج ۱ ص ۸ میں ہے اور یہی وہ روایت ہے جسے ہلال نے از عمرو بن راشد، از وابصہ بیان کیا ہے، یہ گویا اس بات کی تائید ہے کہ عمرو بن راشد اور زیاد، دونوں نے اسے وابصہ سے بیان کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہلال بن یساف نے اس حدیث کو خود وابصہ سے سنا ہے، چنانچہ ترمذی نے بطریق ہناد از ابو الاحوص از حُصین روایت کیا کہ ہلال بن یساف کا بیان ہے کہ ہم رقّہ میں تھے کہ زیاد بن ابی الجعد نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک شخص کے پاس لے گئے جو بنی اسد سے تھے اور انہیں وابصہ بن معبد کہا جاتا تھا، زیاد نے کہا کہ مجھ سے اس شیخ نے بیان کیا کہ ایک شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھ رہا تھا۔ اور یہ شیخ سن رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ نماز دوہرائے۔ ہلال کی وابصہ سے روایت کے سلسلہ میں یہ سند صریح ہے کیونکہ یہ "من باب العرض علی الشیخ" سے ہے اور علماء حدیث کے نزدیک سماع کی طرح یہ بھی حجت ہے، اسی وجہ سے امام ترمذیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث حُصین اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہلال کی وابصہ سے ملاقات ثابت ہے، امام احمد نے اسے از وکیع، از سفیان اور از محمد بن جعفر از شعبہ اور ابن ماجہ نے از ابی بکر بن ابی شیبہ از عبداللہ بن ادریس، اور طحاوی نے ج ۱ ص ۲۲۹ میں بطریق سعید بن منصور از ہشیم روایت کیا ہے اور پھر یہ چاروں از حصین از ہلال روایت کرتے ہیں کہ زیاد نے ہلال کو وابصہ کے پاس پہنچا کر ان کے سامنے ان کے واسطہ سے یہ حدیث بیان کی لیکن انہوں نے اس بات کی صراحت نہیں کی کہ وابصہ بھی اس وقت سن رہا تھا لیکن ترمذی کی روایت

۶۲۹- ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابوالولید طیالسی از شعبہ از عمرو بن مُرّہ از سالم بن ابی الجعد از] حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ضرور صفوں کو درست کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بدل دے گا (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۲۲، مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۲۸)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ شدید قسم کی وعید ہے اور وعید کسی کبیرہ گناہ پر ہی ہوا کرتی ہے۔"

۶۳۰- (بدین سند تا شعبہ از قتادہ) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ[1]۔ "اپنی صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ صفوں کا سیدھا کرنا بھی اتمام نماز سے ہے۔"

---

اس امر کی تفسیر و تائید کرتی ہے۔

اس بات کی مزید تقویت کے لیے یہ عرض ہے کہ امام احمد نے اسے از ابی معاویہ، از اعمش، از شمر بن عطیہ از ہلال بن یساف از وابصہ بھی روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے۔

مذکورہ گزارشات کا خلاصہ یہ ہوا کہ ہلال نے اس حدیث کو عمرو بن راشد اور زیاد بن ابی الجعد سے سنا ہے جبکہ ان دونوں نے اسے وابصہ سے سنا ہے، زیاد نے وابصہ کی موجودگی میں جبکہ وہ سن بھی رہے تھے ہلال کو یہ حدیث سنائی، گویا انہوں نے وابصہ سے ہی سنا ہے۔

یہ حدیث بروایت زیاد اس طرح بھی آئی ہے جیسا کہ امام احمدؒ نے از وکیع، از یزید بن زیاد بن ابی الجعد اور وہ اپنے چچا عُبید بن ابی الجعد، از زیاد بن ابی الجعد، از وابصہ بن معبد" اور یہ سند بھی صحیح ہے، اس کے راوی ثقہ ہیں، یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث زیاد کے پاس تھی اور ان سے ان کے اہل و عیال نے روایت کیا۔

[1] بخاری، ج ۱ ص ۲۹۰ میں الفاظ یہ ہیں "فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ" یعنی اس میں "مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ" (باقی اگلے صفحہ پر)

(بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :

"صف کا سیدھا کرنا، اقامتِ نماز میں سے ہے لہٰذا یہ بھی فرض ہے، کیونکہ اقامتِ نماز فرض ہے اور جو فرض کا جزء ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے[1]۔"

۶۳۱ - [بدیں سند تا امام بخاری از احمد بن ابی رجاء از معاویہ بن عمرو از زائدہ بن قدامہ از حُمید طویل] حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کہ صفوں کو سیدھا کرو اور خوب مل کر کھڑے ہوا کرو کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۲۳، ح ۶۸۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے سے اور اپنے پاؤں کو اپنے ساتھی کے پاؤں کے ساتھ ملایا کرتا تھا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۲۷، ح ۶۹۲)

امام ابن حزم فرماتے ہیں :-

---

کے الفاظ نہیں ہیں، نہیں معلوم ابن حزمؒ یہ الفاظ بطریق بخاری کہاں سے لے آئے ہیں؟ ابن حجرؒ ج ۲ ص ۱۴۲، ۱۴۳ میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے بطریق ابوالولید اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن دیگر محدثین نے بطریق ابی الولید "من تمام الصلوٰۃ" کے الفاظ ذکر کیے ہیں اسی طرح اسماعیل نے ابن حذیفہ سے، بیہقی نے عثمان دارمی سے اور ان دونوں نے ابوالولید سے۔ نیز امام ابوداؤد اور مسلم اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی یہ الفاظ اسی طرح ذکر کیے ہیں۔ (غالباً ابن حزم کے پاس جو بخاری کا نسخہ تھا اس میں اسی طرح مذکور ہوگا واللہ اعلم)

[1] حافظ ابن حجر "فتح الباری" ۲/۴، ۱، باب "اقامۃ الصف من تمام الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں کہ امام ابن حزمؒ نے اقامتِ صلوٰۃ کے الفاظ سے صفوں کی درستگی کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور وہ اس طرح کہ اقامتِ صلوٰۃ واجب ہے اور واجب کا ہر جزء واجب ہوتا ہے، تو اس استدلال کا ضعف مخفی نہیں ہے خصوصاً جبکہ ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ رُواۃ اس عبارت پر متفق بھی نہیں ہیں۔ انتہیٰ

احمد شاکر فرماتے ہیں کہ ابن حزمؒ نے دونوں عبارتوں سے استدلال کیا ہے اور آپ کی دلیل قوی و صحیح ہے (لہٰذا ابن حجر کا نقد صحیح نہیں)۔

"اس بات پر صحابۂ کرامؓ کا اِجماع ہے اور اس باب میں بہت سی احادیث ہیں، پہلی صف وہ ہے جو امام کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔"

۶۳۲۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن حرب واسطی از عَمرو بن ہیثم۔ ابوقطن از شعبہ از قتادہ از خِلاس از ابی رافع از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ پہلی صف کے (اجر و ثواب کے) بارے میں اگر تمہیں بھی وہ کچھ معلوم ہو جائے جو مجھے معلوم ہے تو تم اس کے لیے قرعہ اندازی کرو۔ (مسلم، ابن ماجہ کتاب الصّلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"قرعہ اس جگہ کے لیے ہوتا ہے جس میں سب کے لیے گنجائش نہ ہو اور اس کے باعث اختلاف اور کجی ہو اگر صفِ اوّل سے جلدی آنا مراد ہو[1] جیسا کہ بعض لاحاصل کلام کرنے والوں نے کہا ہے تو قرعہ اندازی حماقت ہوگی کیونکہ جلدی آنے میں تو کوئی ایسی رکاوٹ نہیں ہوتی جس کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت پیش آسکے۔"

۶۳۳۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شُعَیب از اسماعیل بن مسعود جحدری از خالد بن حارث از سعید بن ابی عروبہ از قتادہؓ] حضرت انسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ پہلی صف کو پُورا کرو، پھر اس کو جو اس کے ساتھ ملی ہوتی ہے، اگر کچھ کمی ہو تو وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔ (ابوداؤد نسائی کتاب الصلوٰۃ)

---

[1] یعنی بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ جو شخص پہلے آجاتے وہ پہلی صف ہی میں ہے، خواہ وہ آخری صف میں کھڑا ہو کیونکہ کسی صف مخصوص کی قید نہیں بلکہ مسجد میں جلدی آنا مراد ہے، یہ ایک غریب قول ہے، امام شوکانیؒ نے بھی اسے "نیل" ج ۲ ص ۲۳۲ میں نقل کیا ہے، فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صفِ اوّل مسجد میں جلدی آنے سے تعبیر ہے، خواہ کوئی نماز آخری صف میں پڑھ لے چنانچہ بشر بن حارث سے پوچھا گیا کیا وجہ ہے کہ آپ آتے تو جلدی ہیں لیکن نماز آخری صف میں پڑھتے ہیں؟ انہوں نے کہا قُربِ قلوب مقصود ہے، قربِ اجساد مقصود نہیں، لیکن احادیث اس تاویل کی تردید کرتی ہیں لہٰذا امام ابن حزمؒ نے جو فرمایا ہے وہ صحیح ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :

"جس شخص نے اس حدیث سے تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھنے کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے، جس میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ اور یتیم کو اپنے پیچھے کھڑا کر کے نماز پڑھائی اور عورت ان دونوں کے پیچھے تھی" (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی کتاب الصلوٰۃ)۔

لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی کیونکہ یہ حکم تو عورتوں کے لیے ہے کہ وہ آدمیوں کے پیچھے کھڑی ہوں، عورتیں اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ وہ صفوں کو درست رکھیں کیونکہ حکم عام ہے، حدیث وابصہ کے باعث مذکورہ عورت والی حدیث کو ترک نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس عورت والی حدیث کے پیش نظر حدیث وابصہ کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص اس حدیث کو اس کے باعث ترک کر دیتا ہے وہ زیادہ بہتر نہیں ہے اس کی نسبت جو اس کے بجائے اس کو ترک کرتا ہے کیونکہ ان میں سے کوئی طرز عمل بھی صحیح نہیں ہے"۔

یہ حضرات حدیث ابن عباسؓ و جابرؓ[1] سے بھی استدلال کرتے ہوئے بھٹک گئے کیونکہ اس میں تو یہ ذکر ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک جب آیا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب تنہا اقتدا کی نیت کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا، آپ نے ان دونوں میں سے ہر ایک کو گھما کر اپنے دائیں جانب کر دیا تو ان کا کہنا ہے کہ اس طرح گھومنے کی صورت میں حضرت جابرؓ و ابن عباسؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتے تھے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

"یہ بات جو ان حضرات نے ذکر کی ہے، یہ کوئی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ہم یہ پہلے ذکر کر آتے ہیں کہ

---

[1] ابن عباس کی روایت بخاری، نسائی، ابن ماجہ کتاب الطہارۃ اور بخاری، مسلم، ترمذی کتاب الصلوٰۃ میں اور حضرت جابر کی روایت آگے حدیث ۴۴۲ میں آ رہی ہے۔

یہ طرزِ عمل درست نہیں کہ بعض احادیث کو لے لیا جائے اور بعض کو ترک کر دیا جائے، یہ تو دین کے ساتھ مذاق ہوگا۔اس میں کوئی فرق نہیں کہ حدیثِ جابر و ابنِ عباس کو لے لیا جائے اور حدیثِ وابصہ و علی بن شیبان کو ترک کر دیا جائے یا اس کے برعکس کر لیا جائے کیونکہ یہ سب کچھ باطل اور دلیل کے بغیر محض تحکّم ہے اور حق یہ ہے کہ تمام احادیث کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ یہ سب احادیث برحق ہیں، ان کے خلاف عمل کرنا درست نہیں۔جو شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جائے، اسے گھما کر دائیں جانب لے آنا برحق ہے، اس سے نماز باطل نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص امام کے بائیں جانب کھڑا ہو جاتا ہے اور اسے یہ معلوم بھی ہے کہ اس طرف کھڑا ہونا درست نہیں اور امام بھی اسے دائیں جانب نہ لائے تو دونوں کی نماز باطل ہو جائے گی، صف کے پیچھے اگر کوئی تنہا پڑھتا ہے تو اس سے دونوں کی نماز باطل نہیں ہوگی اور پھر دائیں سے بائیں جانب گھمانا صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے کے مترادف تو نہیں ہے۔"

انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ کی اس حدیث سے بھی غلط استدلال کیا ہے، جس میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع شروع کر دیا اور پھر اسی حالت میں صف میں داخل ہو گئے (حوالہ مسئلہ ۳۶۲، میں گزر چکا اور آگے بھی آ رہا ہے، دیکھو حدیث ۶۳۴)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں

یہ حدیث ان کے خلاف ہمارے لیے حُجّت ہے وہ اس طرح جیسا کہ

۶۳۴۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از حمید بن مسعدہ از یزید بن زُرَیع از سعید بن ابی عَرُوبہ از زیاد اعلم از حسن] روایت کیا کہ حضرت ابوبکرہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم رکوع کی حالت میں ہیں، لہٰذا انہوں نے بھی صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع شروع کر دیا۔آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص کو زیادہ کرے، دوبارہ ایسا نہیں کرنا (بخاری، ابوداؤد، نسائی کتاب الصّلوٰۃ و بیہقی ۲/ ۹۰، عبدالرزاق ۲/ ۲۸۲ و طحاوی ۱/ ۳۹۵)

۶۳۵۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عبداللہ بن عثمان از احمد بن خالد از علی بن عبدالعزیز از حجّاج بن منہال از حمّاد بن سلمہ از زیاد اعلم از حسن از] حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کیا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم

نماز پڑھا رہے تھے اور حالتِ رکوع میں تھے، آپ نے بھی مسجد میں داخل ہوتے ہی رکوع شروع کر دیا اور پھر اسی حالتِ رکوع میں ہی صف میں داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا کہ رکوع کی حالت میں کون صف میں شامل ہوا ہے، ابوبکرہؓ نے عرض کیا "میں"۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری حرص کو زیادہ کرے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ (حوالہ اوپر والی روایت میں دیکھو)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس طرح صف میں شامل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لینا اور پھر صف میں شامل ہونا درست نہیں ہے"

اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرہؓ کو نماز دوہرانے کا حکم کیوں نہیں دیا جیسا کہ بُری طرح سے نماز پڑھنے والے اور صف سے پیچھے تنہا نماز پڑھنے والے کو حکم دیا تھا؟

ہم عرض کریں گے کہ ہمیں یہ قطعی یقین ہے کہ صف میں داخل ہونے سے پہلے ہی رکوع کر لینا اُس وقت حرام ہوا جب آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ جب یہ بات درست ہے تو جو شخص ممانعت سے پہلے ایسا کر لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس پر نماز کا اعادہ فرض نہیں ہے اور اگر اس ممانعت سے پہلے بھی یہ امر حرام ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور نماز کے اعادہ کا حکم دیتے، جیسا کہ آپ نے دوسرے لوگوں کو حکم دیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص صف کے پیچھے منفرد کی نماز کو جائز قرار دیتا ہے یا صفوں کو سیدھا نہ رکھنے والے کی نماز کو درست سمجھتا ہے، وہ باطل پر ہے اور اس کے پاس اس سلسلہ میں قرآن، سنّت اور اجماع کی روشنی میں کوئی دلیل نہیں ہے!

سلف صالح کا قول بھی یہی ہے، چنانچہ صحیح ترین سند کے ساتھ حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں، جنہیں حضرت عمر بن خطابؓ نے نماز میں صف درست رکھنے کے لیے لات ماری تھی۔[1]

---

[1] یہ روایت اس طرح تو مجھے نہیں ملی البتہ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۲ میں ہے کہ ابوعثمان فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں:

وہ حضرت عمرؓ فرض کے علاوہ اور کسی بات پر نہ کسی کو مار سکتے تھے اور نہ ناجائز طور پر کوئی سزا دے سکتے تھے"

بطریق یحییٰ بن سعید قطّان از عُبَید اللہ بن عمر از نافع، حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطّاب نے صفوں کو درست کرنے کے لیے آدمی مقرر کر رکھے تھے، جب وہ اطلاع دیتے (کہ صفیں درست ہوگئی ہیں) تو پھر آپ تکبیر کہتے تھے (عبد الرزاق ۱/۴۷، و مالک فی الموطا ۱/۱۵۸، و تحفۃ الاحوذی ۱/۱۹۳)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ جس مقتدی اور امام کے مابین نہر، دیوار یا راستہ حائل ہو تو وہ امام کے ساتھ نہیں ہے۔ (مُصنّف ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۳ و عبد الرزاق ۲/۸۱)

(مالک، از ابو النضر، از مالک بن ابی عامر) حضرت عثمانؓ بن عفان یہ خطبہ میں ارشاد فرماتے اور کم ہی اسے چھوڑتے کہ جب نماز کھڑی ہو جاتے تو صفوں کو درست کر لینا اور کندھے ملا لینا کیونکہ صفوں کی درستگی بھی تمام صلوٰۃ سے ہے۔ پھر آپ اس وقت تک تکبیر نہیں کہتے تھے جب تک آپ کے اس سلسلہ میں مقرر کردہ لوگ یہ نہ بتاتے کہ صفیں درست ہوگئی ہیں۔ (موطّا امام مالک ۱/۱۰۴ و مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۲ و عبد الرزاق ۲/۴۹)

یہ دو خلیفوں رضی اللہ عنہما کا صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں طرزِ عمل تھا۔ کسی بھی دوسرے صحابی نے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ صفوں کو درست کرو، پاؤں اور کندھوں کو ملا کر رکھو۔ (عبد الرزاق ۲/۴۹)۔

بطریق سفیان ثوری از اعمش از عمارہ بن عمران جُعفی[1] از سُوَید بن غَفلہ روایت ہے کہ حضرت بلالؓ

---

یں سے ہوں جنہیں حضرت عمرؓ نے صفیں سیدھی کرنے کے لیے آگے بڑھایا تھا۔

[1] عمارہ بن عمران کا ترجمہ کسی کتاب میں نہیں ملا، میرے خیال میں ناقلین سے غلطی ہوئی ہے، صحیح نام عمران بن مسلم ہے

مؤذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم ـــ نماز میں ہمارے پاؤں پر مارتے اور ہمارے کندھوں کو سیدھا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۲)

حضرت بلالؓ فرض کے ترک کے علاوہ اور کسی وجہ سے لوگوں کو نہیں مار سکتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ صفوں کا درست کرنا اتمام صلوٰۃ سے ہے۔ میرے دو دانت ٹوٹ جائیں، یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں صف میں کوئی خلل دیکھوں اور اسے پُر نہ کروں۔ (عبدالرزاق ۲/۵۰، مُصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۸۰)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"جس چیز کا ترک مُباح ہو، اس پر قطعاً کوئی اس طرح تمنا کا اظہار نہیں کر سکتا۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ سے اپنے آپ کو بچاؤ اور پہلی صف کو اختیار کرو۔ (معجم کبیر طبرانی ۱۱/۲۵۷، کنزالعمال ۷/ ۶۳۵، ح ۲۰۶۴۲، عن ابن ابی شیبہ وعبدالرزاق ۲/۵۸)۔

عبیداللہ بن ابی یزید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسور بن مخرمہ کو دیکھا کہ آپ صفوں کے درمیان گھس کر پہلی یا دوسری صف میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے (عبدالرزاق ۲/۵۲)

بطریق وکیع، از مِسعر بن کدام، از عمرو بن مرہ، از سالم بن ابی الجعد روایت ہے کہ حضرت نُعمان بن بشیر نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم صفوں کو ضرور سیدھا رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو بدل دے گا (یہ روایت مرفوعاً گزر چکی موقوفاً مجھے نہیں ملی)

حضرت انسؓ سے پوچھا گیا، کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی نسبت کوئی تبدیلی محسوس کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں مگر یہ کہ تم صفوں کو درست نہیں رکھتے ہو (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب ۲۲۶)

---

(نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں صرف "عمران ہی ہے۔ لیکن عبدالرزاق میں بھی عمارہ بن عمران ہے۔ عمران بن مسلم جعفی اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سُوَید بن غفلہ سے روایت بھی کرتے ہیں قبل ازیں ان سے المحلی، ج ۳، ص ۶۵ زیر مسئلہ ۲۸۹ روایت بھی گزر چکی واللہ اعلم۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس اثر کو فتح الباری ۲/۱۴۳ میں سوید سے نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت سعید بن جُبیر سے بھی صفوں کو درست رکھنے کا حکم منقول ہے۔ حضرت عطاء سے روایت ہے کہ لوگوں کو صفیں درست رکھنا چاہیے۔ عبد الرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ صفوں کو سیدھا رکھو کیونکہ صفوں کو سیدھا رکھنا بھی تکمیل صلوٰۃ سے ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص آئے اور دیکھے کہ صف پوری ہو چکی ہے، اگر گنجائش ہو توصف میں داخل ہونے کی کوشش کرے، نہ گنجائش ہو توصف میں سے کسی کو کھینچ لے اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے، اگر اس صورت میں کسی نے اکیلے ہی نماز پڑھ لی تو اسے دوبارہ نماز پڑھنی پڑے گی۔ (عبد الرزاق ۲/۵۹، ابن ابی شیبہ ۲/۲۲۲)

شُعبہ سے روایت ہے کہ میں نے حَکم بن عُتَیبہ سے پوچھا کہ جو شخص صف کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے۔ (عبد الرزاق ۲/۵۹)

امام اَوزاعی، حسن بن حی، ایک قول کے مطابق سفیان ثوری، احمد بن حنبل[1] اور اسحاق فرماتے ہیں کہ جو شخص صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھے، اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے!

## ۴۱۶۔ مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی دعائیں

مسجد میں داخل ہونے والے شخص پر واجب ہے کہ وہ یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ "اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"

اور جب مسجد سے باہر نکلے تو پھر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں"

یہ دعائیں پڑھنا، مسجد میں آنے جانے کی شرائط میں سے ہیں، نماز کی شرائط میں سے نہیں ہیں، جو شخص دعائیں نہ پڑھے، اس کی نماز جائز ہو گی البتہ ان دعاؤں کے ترک کرنے کے باعث گناہگار ہو گا، اس کی دلیل حسب ذیل

[1] عبد اللہ نے اپنے باپ امام احمد بن حنبلؒ سے مسند ج ۴ ص ۲۲۸ میں حدیثِ وابصہ کے بعد ذکر کیا ہے کہ میرے باپ اسی حدیث کے مطابق فرماتے تھے، امام ترمذیؒ نے امام احمد، اسحاق، حماد بن ابی سلیمان، ابن ابی لیلیٰ اور وکیع سے بھی یہی قول نقل کیا ہے۔

حدیث ہے:

۶۳۶- ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از یحییٰ بن یحییٰ از سلیمان بن بلال از ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن از عبدالملک بن سعید بن سُوَید انصاری از] ابی حُمَید یا ابی اُسید روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ یہ کہے "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" اور جب باہر نکلے تو پھر یہ دعا پڑھے "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" (مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"ان دونوں (صحابیوں) میں سے جو بھی ہو، وہ بہرکیف اپنے بعد آنے والے ہر شخص سے بہتر ہے[1]"

## ۷۴۱- امام کی اقتداء فرض ہے

ہر مقتدی پر فرض ہے کہ وہ امام سے پہلے نہ سر اٹھائے، نہ رکوع کرے، نہ سجدہ کرے، نہ تکبیر کہے، نہ کھڑا ہو اور نہ سلام پھیرے، ان میں سے کوئی امر امام کے ساتھ بھی انجام دینا درست نہیں ہے، اگر کسی نے قصد و ارادہ کے ساتھ ایسا کر لیا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، ان تمام امور کو امام کے پیچھے پیچھے سر انجام دینا چاہیے، اگر کسی نے بھول کر امام سے پیش قدمی کر لی، تو اسے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا۔

۶۳۷- ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابو کامل جحدری از ابو عوانہ از قتادہ از یونس بن جُبیر از حطان بن عبداللہ رقاشی از] حضرت ابو موسیٰ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور اپنے اس خطاب میں آپ نے بہتری و بھلائی کی باتیں ارشاد فرمائیں اور ہمیں نماز کا طریقہ سکھایا، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو صفیں خوب درست کر لو پھر تم میں

---

[1] اس کا مقصد یہ ہے کہ راوی کو جو یہ شک ہے کہ یہ روایت ابو حمید سے مروی ہے یا ابو اُسید سے تو یہ شک نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ دونوں ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔

سے کوئی ایک امامت کے فرائض انجام دے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ کہے تو تم آمین کہو، اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہاری دُعاء کو قبول فرمائے گا، جب امام تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے ہی سر اٹھاتا ہے تو اس طرح حساب برابر ہو جاتا ہے۔ جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور پہلے سر اٹھاتا ہے، تو اس طرح حساب برابر ہو جاتا ہے، اس طرح راوی نے باقی حدیث بھی ذکر کی[1]۔ (مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۶۳۸ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از مُسَدَّد از یحییٰ بن سعید قطان از سفیان ثوری از ابو اسحاق سَبِیْعِی از عبداللہ بن یزید انصاری از] حضرت براء بن عازبؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتے، تو ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت کو حرکت نہ دیتا، جب تک آپ سجدہ میں نہ چلے جاتے، جب آپ سجدہ میں چلے جاتے، تو پھر ہم سجدہ کرتے۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

بطریق عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ بھی یہ روایت حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے (مسلم، ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ)

۶۳۹ [بدیں سند تا بخاری از حجّاج بن منہال از شعبہ از محمد بن زیاد] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھاتا ہے، کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت میں بدل دے۔ (بخاری، مسلم، ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ)

۶۴۰ ہم نے بطریق [حمام از ابن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از محمد بن اسمٰعیل ترمذی از حمیدی از سفیان بن عُیَیْنَہ از یحییٰ بن سعید انصاری از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن مُحَیْرِیز از] حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت کرنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ میرا جسم بھاری ہو گیا ہے لہٰذا

---

[1] مصنف نے اس حدیث کو اول، اوسط اور آخر سے مختصر کر کے ذکر کیا ہے۔

رکوع کرتے وقت میں تمہاری نسبت جتنی سبقت کروں، رکوع سے سر اٹھاتے وقت تم مجھے پالو گے، اسی طرح سجدہ کرتے وقت جتنی میں تمہاری نسبت سبقت کروں گا، اسی قدر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تم مجھے پالو گے[1]

سلف سے بھی ایسا ہی منقول ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا یا جھکاتا ہے، اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ (مؤطا کتاب الصلوٰۃ و عبدالرزاق ۲/۳۷۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جو شخص امام سے پہلے اپنے سر کو اٹھا لیتا ہے، کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو کتے کا سر نہ بنا دے؟ (عبدالرزاق ۲/۳۷۳، وطبرانی کبیر ۹/۲۷۴، ح ۹۱۷۳-۹۱۷۵)۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

"اس سے بڑھ کر اور کوئی وعید سخت نہیں ہو سکتی کہ انسان کو کتے یا گدھے کی صورت میں مسخ کر دینے کی دھمکی دی جائے اور نہ اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا ہو سکتی ہے کہ انسان کی پیشانی کو شیطان کے ہاتھ میں دے دیا جائے"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سجدوں میں اپنے اماموں سے آگے نہ بڑھو اگر کوئی اس میں سبقت کر بیٹھے تو اسے اسی اندازے کے بقدر سجدے میں سر زیادہ دیر تک رکھنا چاہیے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۷۵)

حضرت عمر بن خطابؓ سے بھی حرف بحرف اسی طرح روایت ہے (عبدالرزاق ۲/۳۷۵ والبخاری فی

---

[1] ابوداؤد نے ج ۱، ص ۲۳۹ کتاب الصلاۃ میں از مسدد از یحییٰ، از ابن عجلان از محمد بن یحییٰ بن حبان، اسی سند و معنی کے ساتھ اسے روایت کیا ہے، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ از ہشام بن عمار وغیرہ، مسند احمد، ج ۴، ص ۹۲ میں از یحییٰ بن سعید از ابن عجلان اور ج ۴ ص ۹۸ میں از سفیان از ابن عجلان ہے، بیہقی ج ۲، ص ۹۲ میں بطریق لیث بن سعد از ابن عجلان ہے، یہ سب اسانید حد درجہ صحیح ہیں۔ اس حدیث کی احمد اور ابوداؤد کی سندوں میں جو یحییٰ بن سعید ہیں ان سے مراد یحییٰ بن سعید بن فروخ قطّان ہیں اور جو مؤلف کی سند میں ہیں وہ یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری ہیں، یہ قدیم ہیں، ۱۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ محمد بن یحییٰ بن حبان سے انہوں نے روایت کیا ہے۔ قطّان ان کی نسبت متاخر ہیں کیونکہ ان کی ولادت ۱۲۰ھ میں اور وفات ۱۹۸ھ میں ہوئی۔

تاریخ الکبیر فی ترجمۃ الحارث بن مخلد ۲/۲۸۱)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ:

"معصیت، حرام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کرنے والا کام ہے جبکہ طاعت، فرض اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب کر دینے والا کام ہے۔ لہٰذا معصیت طاعت کے قائمقام نہیں ہو سکتی۔"

## ۴۱۸۔ نابینا یا کمزور نظر والا انسان

جو شخص نابینا ہو اور وہ لمبے رکوع و سجود کے باعث تکلیف محسوس کرتا ہو تو وہ امام کے سر اٹھانے کے قریبی وقت تک اپنے رکوع کو مؤخر کر دے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ رکوع اطمینان سے کرے اور "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ" کہہ لے، اسی طرح اپنے سجدے کو بھی مؤخر کر دے لیکن اطمینان کے ساتھ "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ" کہہ لے، پھر اپنا سر امام کے سر اٹھانے کے بعد اٹھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج۔۷۸) "اللہ نے تم پر دین کی (کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔"

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ۔۲۸۶) "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔"

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (البقرہ۔۱۸۵) "اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔"

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے قول سے تعجب ہے کہ انہوں نے پہلے تو یہ فرمایا کہ مقتدی کے لیے امام سے پہلے یا امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنا، یا امام سے پہلے یا امام کے ساتھ سلام پھیر دینا جائز نہیں لیکن پھر انہوں نے امام کے ساتھ ان سارے اُمور کو جائز قرار دے دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ "جتنا حصّہ تم امام کے ساتھ پا لو، اسے پڑھ لو اور جتنا حصّہ فوت ہو جائے، اسے مکمل کر لو" (بخاری، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی، مؤطا کتاب الصلوٰۃ) اس باب میں نصِ جلی ہے کہ مقتدی کے لیے اس وقت تک امام کی متابعت سے جدا ہونا جائز نہیں ہے، جب تک امام کی نماز مکمل نہ ہو جائے اور امام کی نماز اسی وقت مکمل ہو گی جب وہ مکمل طور پر سلام پھیر دے۔

## ۴۱۹- چار مقامات میں امام سے پہلے تکبیر کہنا جائز ہے

کسی کے لیے اپنے امام سے پہلے تکبیر کہنا جائز نہیں ہے البتہ حسب ذیل چار مقامات میں کہہ سکتا ہے:

اوّل :- اس صورت میں کہ کوئی شخص امام کی اقتدا میں داخل ہُوا، امام نے بھی تکبیر کہہ لی اور لوگوں نے بھی، اس کے بعد امام کو یاد آیا کہ وہ تو طہارت سے نہیں تھا، وہ لوگوں کی طرف اشارہ کردے کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر امام باہر نکل کر طہارت حاصل کرے اور آکر از سر نو تکبیر تحریمہ کہے، لوگ اپنی پہلی تکبیر پر ہی بدستور قائم رہیں گے، جیسا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام کے ساتھ کیا تھا۔

دوم :- امام بھی تکبیر کہہ لے اور لوگ بھی اس کے بعد تکبیر کہہ لیں، پھر امام بے وضو ہو جاتے تو وہ اس شخص کو جو ابھی ابھی آیا ہو اپنا قائم مقام بنا دے، وہ گویا اس کی جگہ امام بن جائے گا اور مقتدی اس سے پہلے ہی تکبیر کہہ چکے ہوں گے لہٰذا انہیں دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں، اس مسئلہ پر حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں سب کا اجماع ہے۔

سوم :- مقررہ امام غائب ہو اور اس کے بجائے لوگ کسی دوسرے کو اپنا امام بنا لیں، اس نے نماز شروع کر دی ہو لیکن اسی اثنا میں مقررہ امام بھی آجاتے تو وہ شخص پیچھے ہٹ جاتے اور امام صاحب آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں تو اس صورت میں امام کو تکبیر کہنی پڑے گی لیکن مقتدیوں کو نہیں کیونکہ وہ پہلے تکبیر کہہ چکے ہیں، یہ اسی طرح ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دوبار کیا۔ ایک مرتبہ تو اس وقت جب آپ بنو عمرو بن عوف کی صلح کے لیے تشریف لے گئے تھے، بعد میں جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا امام بنا لیا، اسی اثناء میں جب آپ تشریف لے آئے تو حضرت ابوبکرؓ پیچھے آگئے اور آپؐ آگے بڑھ گئے اور لوگوں کو نماز پڑھائی، اسی بنیاد پر جو وہ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء میں پڑھ چکے تھے۔

اور دوسری مرتبہ اس وقت، جب آپ نے مسلمانوں کو آخری باجماعت نماز پڑھائی، اسے قبل ازیں بالاسناد ہم اپنی کتاب میں ذکر کر آتے ہیں (دیکھو مسئلہ ۲۹۹)

چہارم: کوئی شخص معذور رہا اور وہ باجماعت نماز نہ پڑھ سکتا ہو یا جماعت ملنے سے مایوس ہو گیا ہو اور اس نے نماز شروع کر دی ہو، نماز شروع کرنے کے بعد امام بھی آگیا تو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے

اور جو اس نے تکبیر کہی ہے یا نماز پڑھی ہے اس کا باقاعدہ لحاظ رکھے کیونکہ اس نے حسبِ حکم تکبیر کہی اور نماز پڑھی ہے اور جو حسبِ حکم کام سرانجام دے اس کی خوبی میں کیا شک ہو سکتا ہے اور بخوبی سرانجام دیئے ہوئے اعمال کو رائیگاں نہیں کیا جا سکتا الا یہ کہ قرآن و سُنّت سے کوئی نص ثابت ہو جائے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبۡطِلُوٓاْ أَعۡمَٰلَكُمۡ۔ (محمد: ۳۳) "اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو"

اسی طرح کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ امام سے پہلے سلام پھیرے، ہاں چار مقامات ایسے ہیں جن میں امام سے پہلے سلام پھیرا جا سکتا ہے، اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) صلوٰۃِ خوف میں مقتدی، امام سے پہلے سلام پھیر سکتا ہے، اس کی تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ صلوٰۃ خوف کے ابواب میں ذکر کریں گے!

(۲) اگر کوئی شخص با جماعت نماز ادا کرنے کے سلسلہ میں معذور ہو یا با جماعت نماز پانے سے مایوس ہو کر اس نے از خود نماز شروع کر دی ہو لیکن پھر امام آ جائے اور یہ اس کا مقتدی بن جائے اور اس کی نماز امام سے پہلے پوری ہو جائے تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو سلام پھیر کر اُٹھ کھڑا ہو کیونکہ اس کی نماز امام سے پہلے مکمل ہو گئی ہے۔

اس مقتدی کے لیے ان افعال میں امام کی اقتداء جائز نہ ہو گی، جنہیں وہ اپنی نماز کی تکمیل کے سلسلہ میں سرانجام دیتا ہے، اسی طرح مقتدی کے لیے اپنی نماز میں اضافہ بھی جائز نہیں، اگر مذکورہ صورت میں امام کی اقتداء کو جاری رکھے گا تو اس کی نماز میں اضافہ ہونا ایک یقینی امر ہے لہٰذا اس کے لیے اقتداء کو جاری رکھنا جائز نہ ہو گا کیونکہ اس کی نماز مکمل ہو گئی ہے اور یہ امام کی اقتداء سے خارج ہو گیا ہے لہٰذا اسے سلام پھیر دینا چاہیے اگر چاہے تو تشہد و دعا کو جاری رکھے اور جب امام سلام پھیرے تو اس کے ساتھ یا اس کے بعد سلام پھیر دے (دیکھو مسئلہ ۳۱۲)۔

(۳) مسافر ایک ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو جو مقیم ہے یا مسافر ہے اور قصر کے سلسلہ میں تاویل کرتا ہے ـــــ تاویل کے باعث غلطی میں معذور ہو گا ـــــ تو جب یہ مسافر مقتدی دو رکعتیں پڑھ چکے گا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی اور اسے مذکورہ صورت کی طرح اختیار ہے کہ اگر چاہے تو سلام پھیر دے اور چاہے تو تشہد و

دعا کو دراز کر دے، سلام پھیر کر اٹھنا چاہے تو اٹھ بھی سکتا ہے، اگر چاہے تو اسی امام کی اقتدا میں باقی نماز بھی پڑھ سکتا ہے، یہ باقی نماز نفل ہو گی۔

(۴) اگر کوئی امام اتنی لمبی قراءت شروع کر دے، جو کسی کے لیے ناقابل برداشت ہو، یا مال وغیرہ کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ امامت سے نکل جائے اور اپنی نماز الگ ہو کر پوری کر لے اور سلام پھیر کر چلا جائے۔ اس کی دلیل حسب ذیل ہے:

۶۴۱۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن عباد از سفیان بن عُیَینہ از عمرو بن دینار از] حضرت جابر بن عبداللہ روایت کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو آ کر باجماعت نماز پڑھایا کرتے تھے، ایک رات انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بعد اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھائی اور سورۃ بقرہ شروع کر دی، ایک آدمی نے سلام پھیر کر جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اور تنہا نماز پڑھ کر چلا گیا صحابہ نے اس سے کہا تم منافق تو نہیں ہو گئے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم ہرگز نہیں، میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کو بیان کروں گا، چنانچہ اس نے آ کر آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا "اے اللہ کے رسُول! ہم سارا دن کام کاج کرنے کے باعث تھکے ماندے ہوتے ہیں، حضرت معاذؓ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور سورۃ بقرہ شروع کر دی، آپ یہ سُن کر حضرت معاذؓ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے "معاذ! لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ (اتنی لمبی سورتیں نہ پڑھا کرو) بلکہ فلاں فلاں سُورۃ پڑھا کرو.... پھر راوی نے باقی حدیث ذکر کی ہے (مسلم، ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

۶۴۲۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از محمد بن بشار از شعبہ از عمرو بن دینار از] حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کیا کہ حضرت معاذؓ بن جبل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کرنے کے بعد اپنی قوم کو آ کر نماز پڑھاتے تھے[1]، ایک رات عشاء کی نماز میں آپ نے سورۃ بقرہ

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۳

شروع فرما دی، جس کے نتیجہ میں ایک آدمی سلام پھیر کر چلا گیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے تین بار فرمایا: "معاذؓ! تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟" اور پھر آپؐ نے اوساطِ مفصّل میں سے دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۱۱)

نص کے ساتھ ساتھ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا بھی اجماع ہے۔

بطریق عبدالرزاق، از اسرائیل بن یونس از ابواسحاق سبیعی از عاصم بن ضمرہ، حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ جب آدمی تشہد میں ہو اور اسے خدشہ ہو کہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے وہ بے وضو ہو جائے گا تو وہ امام سے پہلے سلام پھیر دے، اس کی نماز درست ہوگی۔ (عبدالرزاق ۲/۳۵۶)[1]

ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کی مخالفت کی ہو، یہ سب صورتیں جو ہم نے ذکر کی ہیں، اسلاف میں سے ایک جماعت سے منقول ہیں۔

## ۴۲۰۔ مسجد میں سے کسی کو کسی جگہ سے اُٹھایا نہیں جا سکتا

اگر کوئی شخص مسجد میں آکر کسی جگہ پہلے بیٹھ گیا ہے تو کوئی شخص اسے وہاں سے اٹھا نہیں سکتا، اگر ترک کیے بغیر اس جگہ کو کسی ضرورت کے باعث چھوڑا ہو تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے کیونکہ مسجد میں سب لوگ شریک ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے۔

۶۴۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از موسیٰ بن اسماعیل از حماد بن سلمہ از سہیل بن ابی صالح از والدِ خود، از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھے اور پھر واپس آجائے، تو وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔ (مسلم و ابوداؤد کتاب الادب)

## ۴۲۱۔ امام کے آگے نماز پڑھنا جائز نہیں

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ امام سے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھے، ہاں اگر کوئی شخص امام سے آگے قید کر دیا گیا ہو

---

[1] بیہقی نے ج ۲، ص ۲۵۶ میں اسے بطریق عبیداللہ بن موسیٰ از اسرائیل، از ابواسحاق، از حارث، از علی روایت کیا ہے، حارث سے مراد حارث اعور ہے جو کذاب اور ضعیف ہے، عاصم بن ضمرہ کے بارے میں حق بات یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے۔

یا کشتی وغیرہ میں سوار ہونے کی صورت میں اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو پھر جائز ہے، اس کی دلیل حسب ذیل ہے۔

۶۴۴۔ ہم نے بطریق (عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ہارون بن معروف از حاتم بن اسماعیل از یعقوب بن مجاہد ابو حزرہ، از) عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے پاس گئے تو آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا ـــــ حضرت جابرؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے بھی آپؐ کے وضو کے برتن سے وضو کیا ـــــ جبار بن صخر قضاء حاجت کے لیے چلے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع فرما دی، میں بھی آکر آپؐ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھما کر اپنے دائیں جانب کھڑا کر لیا پھر جبار بن صخر آئے وہ بھی آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے، تو آپؐ نے ہم دونوں کے ہاتھوں کو پکڑا اور اپنے پیچھے کھڑا کر دیا (مسلم کتاب الزھد والرقائق باب ۱۹، مسند احمد ۳/۴۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر دو یا دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو وہ ضروری طور پر امام کے پیچھے کھڑے ہوں مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جابر و جبار کو پیچھے دھکیل دینا ایک ایسا امر ہے جس کی خلاف ورزی جائز نہیں، اسی طرح آپؐ نے حضرت جابرؓ کو جو اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا تھا، یہ بھی ایک ایسا حکم ہے جس کی مخالفت جائز نہیں، اگر کسی نے آپؐ کے امر کی مخالفت کی تو اس کی نماز درست نہ ہو گی۔

ایک قوم نے کہا ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں، تو وہ دونوں امام کے دونوں طرف کھڑے ہو جائیں اور انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جسے ہم نے بطریق اعمش از ابراہیم حضرت علقمہ و اسود سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ان دونوں کے درمیان کھڑے ہو گئے، ایک کو آپ نے اپنی دائیں جانب، دوسرے کو بائیں جانب کر لیا اور خود درمیان میں کھڑے ہو گئے، پھر دونوں کے ساتھ رکوع کیا، ان دونوں نے حالتِ رکوع میں اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے۔ آپ نے ان کے ہاتھوں پر مارا، پھر اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں رانوں کے مابین کر لیا اور جب نماز سے فارغ ہوئے

تو فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح نماز پڑھی تھی۔ (مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ مختلف طرق و الفاظ کے ساتھ)

یہ روایت بطریق ہارون بن عنترہ اور حارث بن ابی اُسامہ مروی ہے اور یہ دونوں متروک ہیں[1]

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اعمش کی روایت ثابت ہے لیکن اس میں ایسا کوئی ذکر نہیں کہ ابن مسعودؓ نے کس کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی امام کا دو مقتدیوں کے مابین کھڑا ہونا یا تطبیق، اور جب اس کا بیان نہیں ہے تو پھر یہ جائز نہیں کہ یقین کو ظنوں کے باعث ترک کیا جائے، پھر بالفرض یہ روایت صحیح اور مسند ثابت ہو بھی جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جابر و جبار کو جو دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب کھڑے تھے، پیچھے ہٹا دینا ہماری دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت کہ اس طرح جائز نہیں، جب یہ جائز نہیں تو یہ معلوم ہُوا کہ یہ یقینی طور پر حرام ہے اور جس چیز کی بابت یہ ثابت ہو چکا ہو کہ یہ یقینی طور پر حرام ہے اسے کسی نص جلی کے بغیر جائز قرار نہیں دیا جا سکتا ——— وباللہ تعالیٰ التوفیق!

## ٤٢٢۔ وضو ٹوٹنے والے امام کا نائب

جس امام کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ کسی کو اپنا نائب بنا دے تو یہ نائب اپنی نماز کا آغاز کرے گا، اسے وہاں سے شروع نہیں کرے گا، جہاں سے امام نے نماز کو چھوڑا تھا، مقتدی صرف اتنی اقتدا کی پابندی کریں گے جتنی ان پر لازم ہے، جو اقتدا لازم نہیں ہے اس کی پابندی نہیں کریں گے بلکہ اپنی حالت کو موقوف کر کے امام کا انتظار کریں گے کہ وہ بھی اس حالت تک پہنچ جائے، جب امام اور مقتدیوں کی حالت ایک جیسی ہو جائے گی تو پھر یہ اس کی اقتدا کریں گے!

---

[1] ہارون بن عنترہ کی روایت ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۷، اور نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۲۱۰ و نیز مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص ۷۸ میں ہے، ہارون کو ضعیف کہا گیا ہے لیکن وہ متروک نہیں ہے البتہ حارث بن ابی اُسامہ کی روایت مجھے نہیں ملی۔ امام ذہبیؒ اور ابن حجرؒ نے انہیں صاحب المسند کہا ہے۔ غالباً یہ روایت انہوں نے اپنی مسند میں بیان کی ہو گی۔ اور وہ بھی متروک نہیں۔ لیکن ابن مسعود کی یہ روایت منسوخ ہے جیسا کہ اوپر مصنف نے روایتیں بیان کی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر نائب امام مقتدی تھا تو وہ بدستور نماز کو جاری رکھے اور اپنے پیش رو امام کی نماز کی پابندی کرے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اس سلسلہ میں ہمیں حنفیہ و مالکیہ کی بجز اس کے اور کوئی دلیل معلوم نہیں ہوسکی کہ ہمارا اور ان حضرات کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان:

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ "امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے"

کا مفہوم کیا ہے" (یہ حدیث با حوالہ گزر چکی ہے)

"وہ امام جو بے وضو ہو گیا ہے اور کسی کو اپنا نائب بنا کر خود باہر چلا گیا ہے، اس پر ہمارا اور حضرات حنفیہ و مالکیہ کا اجماع بھی ہے اور حس و مشاہدہ اس کی تائید بھی کرتا ہے کہ اس کی امامت باطل ہو گئی ہے کیونکہ وہ یہاں سے نکل کر اپنے گھر پہنچ کر رفع حاجت کر رہا ہو گا یا کچھ کھا رہا ہو گا یا نماز کے علاوہ کوئی اور کام کر رہا ہو گا جسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، اگر وہ وضو کر کے واپس آجائے تو آپ کے نزدیک وہ مقتدی ہو گا، امام نہیں یعنی یقینی طور پر اب اس کی امامت باطل ہو گئی ہے"

اگر یہ حضرات یہ کہیں کہ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی امامت تو باقی نہیں رہی لیکن اس کی امامت کا حکم باقی ہے، تو ہم عرض کریں گے کہ بس یہی بات تو متنازعہ فیہ ہے اور تمہارا دعویٰ بے دلیل ہے یعنی جب یہ تم نے اقرار کر لیا کہ اس کی امامت باطل ہو چکی ہے اور وہ اب امام بھی نہیں ہے تو یہ بھی جائز نہیں کہ اس کی امامت کے حکم کو باقی رکھا جائے!

باقی رہا دوسرا امام (جسے نائب بنایا گیا ہے) تو ہمارا اور ان حضرات کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو ہم بھی تکبیر کہیں، جب وہ رفع الیدین کرے تو ہم بھی کریں، جب وہ رکوع کرے تو ہم بھی کریں، جب وہ سجدہ کرے تو ہم بھی سجدہ کریں جب صورت حال یہ ہے تو پھر وہ امام ہے، مقتدی نہیں اور امام کو نماز اسی طرح پڑھنی چاہیے جیسے حکم ہے اور مقتدیوں کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ امام کی اقتدا کریں۔

اگر یہ حضرات یہ اعتراض کریں کہ تم تو کہتے ہو کہ مقتدی جب اپنی نماز کو پورا کرے تو امام کا انتظار نہ کرے؟ ہم عرض کریں گے، جی ہاں! ان کی نماز ابھی تک مکمل نہیں ہوتی لہٰذا ان پر واجب ہے کہ امام کا انتظار کریں جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے اس وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتظار کیا تھا، جب آپ تشریف لے گئے تھے اور پھر غسل کرنے کے بعد واپس تشریف لائے اور جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے نماز خوف میں آپ کا انتظار کیا تھا کیونکہ وہ ابھی تک مقتدی اور آپ ابھی تک امام تھے اور نماز کی ہنوز تکمیل نہیں ہوتی تھی لہٰذا اقتداء سے خارج ہو جانے کے سلسلہ میں ان کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے، اسی طرح ان کے لیے یہ بھی درست نہیں ہے کہ نماز کے اس حصہ میں اس کی اقتداء کریں جو یہ پڑھ چکے ہیں کیونکہ اس طرح تو پھر یہ اپنے قصد و ارادہ سے نماز میں زیادتی کا ارتکاب کریں گے لہٰذا ضروری طور پر ان کے لیے امام کا انتظار واجب ہے، ——— و باللہ تعالیٰ التوفیق

مقتدیوں میں سے جس کی نماز مکمل ہو جائے ——— وہ اگر چاہے تو سلام پھیر دے اور اگر چاہے تو تشہد کو لمبا کر دے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے ——— و باللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۲۳۔ بھگوڑے غلام کی نماز قبول نہیں ہوتی

جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ جائے، اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی تاوقتیکہ وہ واپس لوٹ آئے۔

ہاں اگر غلام اپنے آقا کی طرف سے کسی تکلیف یا کسی حرام کام کے باعث بھاگا ہو اور اس کی مدد کوئی نہ کرتا ہو تو اس نیت سے جب وہ اپنے آقا سے دُوری اختیار کرے گا تو اسے بھاگنے پر محمول نہیں کیا جائے گا، بھاگے ہوئے غلام کی نماز کے مقبول نہ ہونے کی دلیل حسبِ ذیل ہے:

۶۴۵۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن علی از مسلم بن حجاج، از یحییٰ بن یحییٰ از جریر از مغیرہ از شعبی روایت کیا کہ] حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ، آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ فرمان بیان کیا کرتے تھے کہ جب کوئی غلام بھاگ جائے تو اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی۔ (مسلم کتاب الایمان، نسائی کتاب المحاربۃ)

حضرت ابوہریرہ کا بھی یہی قول ہے، چنانچہ بطریق محمد بن مثنّٰی از عبدالرحمٰن بن مہدی از شعبہ، حبیب بن ابی ثابت سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کو بھاگے ہوئے

غلام کی بابت فرماتے ہوئے سنا کہ اس کی نماز مقبول نہیں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"حضرت ابوہریرہؓ صحابی ہیں، صحابہ کرامؓ میں سے کوئی اس مسئلہ میں آپ کا مخالف نہیں ہے، ہمارے مقابل تو اس سے بھی کم مرتبہ کی چیزیں بطور دلیل، جب ان کی تقلید کے موافق ہوں پیش کیا کرتے ہیں"۔

## ۴۴۴۔ نماز کو باطل کرنے والی چیزوں کا بیان

جس آدمی کو یہ یاد ہو کہ اس نے زرد رنگ کا لباس پہن رکھا ہے اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اس کے پہننے کی ممانعت ہے لیکن اس کے باوجود وہ نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر اسے یاد نہ ہو یا علم نہ ہو تو پھر نماز باطل نہیں ہو گی، اگر زرد رنگ نمایاں نہ ہو تو پھر نماز جائز ہے۔ ممانعت مردوں کے لیے ہے، عورتوں کے لیے اس رنگ میں نماز جائز ہے۔

۴۴۶۔ ہم نے بطریق (عبداللہ بن ربیع از محمد بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از قعنبی از مالک از نافع از ابراہیم بن عبداللہ بن حُنین، از والد خود از) حضرت علی بن ابی طالبؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر قس[1] کے کپڑوں، زرد رنگ کے لباس، سونے کی انگوٹھی کے پہننے اور رکوع میں قراءتِ (قرآن) سے منع فرمایا۔ (مسلم و ترمذی کتاب الصلوٰۃ واللباس، ابوداؤد کتاب اللباس، نسائی، کتاب الصلوٰۃ و کتاب الزینۃ، ابن ماجہ کتاب اللباس)

بعض سلف صالح کا بھی یہی قول ہے، چنانچہ بطریق معمر از قتادہ روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو زرد رنگ کا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس بھڑکیلے لباس کو عورتوں کے لیے چھوڑ دو۔[2]

(عبدالرزاق ۱۱/۷۸، وابن ابی شیبہ ۸/۳۷۰)

بطریق معمر از بُدیل عُقیلی از ابوالعلاء بن عبداللہ بن شخّیر، از سلیمان بن صُرَد خزاعی روایت ہے کہ حضرت

---

[1] شام کی طرف قس ایک شہر تھا جہاں سے یہ کپڑے آتے تھے، مسند احمد ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۵۴، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ وہ ضلعدار کپڑا مثل نارنگی جو شام سے آتا تھا۔

[2] یہ اثر مرسل ہے کیونکہ قتادہ صغار تابعین میں سے ہیں ۶۱ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۱۷ھ میں وفات ہوئی، آپ نے حضرت عمرؓ کو نہیں پایا۔

عمر بن خطابؓ نے ایک شخص کو زرد یا سُرخ رنگ میں رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا انہیں اُتار دو، شاید تمہیں اس سے بھی مشکل کام چھوڑنے پڑیں۔ (عبدالرزاق ۱۱/۷۹)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"حضرت عمرؓ کا یہ فرمان بہت ہی عظیم تشدید پر محمول ہے۔"

روایت ہے کہ اُمِ فضل بنتِ غیلان نے حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں ایک آدمی کو بھیج کر زرد رنگ کے لباس کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے کوئی مضائقہ نہیں۔

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں:

"عورتوں کے لیے اس کا جواز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بھی ثابت ہے۔"

۶۴۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابو داؤد از احمد بن حنبل از یعقوب بن ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ــــ اپنے باپ سے، از محمد بن اسحاق از نافع مولیٰ ابن عمرؓ از] حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ عورتوں کے لیے حالتِ احرام میں دستانے، نقاب اور وہ کپڑے پہننے منع ہیں جنہیں ورس (ایک خوشبودار بوٹی) اور زعفران لگا ہو، ان کے علاوہ وہ جو کپڑے چاہے زرد رنگ کے ہوں یا ریشم کے، زیور ہو یا شلوار، قمیص اور موزے وغیرہ سب پہن سکتی ہیں۔[1]

## ۴۲۵۔ چوری یا غصب شدہ چیز یا سونے چاندی کے برتن اُٹھانے کی صورت میں نماز

جو شخص اس حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس نے چوری کی ہوئی یا غصب کی ہوئی کسی چیز کو اٹھایا ہُوا ہو یا سونے چاندی کا کوئی برتن اٹھایا ہُوا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، ہاں ان میں سے کسی چیز کو اس نیت سے اٹھایا ہُوا ہو کہ حقدار کے پاس

---

[1] ابو داؤد کتاب المناسک باب ۳۲، اس حدیث کی سند صحیح ہے، ابن اسحاق امام اور حجت ہیں، نافع سے اپنے سماع کی بابت انہوں نے صراحت کر دی ہے لہٰذا اگر آپ کے مدلّس ہونے کی بابت ثابت ہو بھی جائے تو اس تصریح سے تدلیس کا شبہ دُور ہو جاتا ہے۔

واپس لوٹا دے گا یا برتن وغیرہ کو توڑ دے گا، تو پھر اس کی نماز صحیح ہو گی۔

اگر کوئی شخص اس حالت میں نماز پڑھ رہا ہو کہ اس نے آستین یا کمر میں سونے کا کوئی زیور لٹکا رکھا ہو جو اس کی بیوی کا ہو یا اسے فروخت کرنا چاہتا ہو یا اسی طرح ریشم کا کپڑا اور دینار وغیرہ چھپائے ہوئے ہو تو پھر اس کی نماز درست ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے حفاظت کے نقطۂ نگاہ سے منہ میں دینار یا موتی رکھے ہوں، تو نماز درست ہو گی۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے نماز میں ایک ایسا کام کیا ہے جو کہ حلال نہ تھا اور جو شخص نماز میں کوئی ایسا کام کرے جو حلال نہ ہو تو اس نے گویا حسبِ امرِ الٰہی نماز ادا نہ کی لیکن اگر وہ نماز میں کوئی ایسی چیز اٹھا لے جس کے اٹھانے کا اسے حکم ہے تو اس نے نماز میں وہی کام کیا ہے جس کا اسے حکم ہے لہٰذا اس کی نماز درست ہو گی ــــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۲۶۔ حالتِ نماز میں کندھوں پر کپڑا ہونا

آدمی اگر ایک کشادہ کپڑے میں نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ایک یا دونوں کندھوں پر اس کپڑے میں سے کچھ حصّہ ڈال لے، اگر ایسا نہ کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، اگر کپڑا کشادہ نہ ہو بلکہ تنگ ہو تو پھر اسے ازار کے طور پر باندھ لے، نماز ہو جائے گی، خواہ کسی دوسرے کے کپڑے اس کے پاس ہوں یا نہ ہوں۔

۶۴۸۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابوعاصم نبیل از مالک از ابی الزناد از اعرج از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی حصّہ نہ ہو (بخاری، کتاب الصّلوٰۃ، باب ۵)۔

۶۴۹۔ ہم نے بطریق [سفیان بن عُیَینہ، از ابوالزّناد، از اَعرج از] حضرت ابُوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے دونوں کندھوں پر

کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ:

"دونوں لفظوں (کندھا یا کندھوں) میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ جب کپڑے کا کچھ حصہ کندھے پر ڈال کر نماز پڑھے گا تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اس حالت میں نماز پڑھی ہے کہ اس کے کندھوں پر کوئی کپڑا نہ تھا۔"

۶۵۰۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ہارون بن معروف از حاتم بن اسماعیل از یعقوب بن مجاہد ابوحزرہ از] عُبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامتؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے باپ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی تو آپ نے ایک حدیث کے ضمن میں بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا کہ "اے جابرؓ! جب کپڑا کشادہ ہو تو دونوں طرف ڈال لو اور جب تنگ ہو تو پھر کپڑے کو کمر میں باندھ لو۔"

(حوالہ حدیث ۶۴۴ میں دیکھو یہ اسی حدیث کا ایک حصہ ہے)۔

یہ احادیث ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے سلسلہ کی تمام احادیث پر فیصلہ کن ہیں۔

بطریق حمّاد بن سلمہ از ایوب سختیانی نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے کپڑے کے بارے میں روایت ہے کہ اگر کشادہ ہو تو اسے اچھی طرح اوڑھ لو اور اگر چھوٹا ہو تو کمر میں باندھ لو۔

بطریق ابوعوانہ از مغیرہ از ابراہیم نخعی روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اگر ایک ہی کپڑا ہو اور کشادہ ہو تو اوڑھ لو اور اگر چھوٹا ہو تو ازار بنا لو۔

حضرت طاؤس سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز میں کندھوں کو نہ ڈھانپے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

## ۴۲۷۔ نماز میں سارے جسم کو ایک کپڑے میں لپیٹنا منع ہے

کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے سارے جسم کو ایک ہی کپڑے سے ڈھانپ کر نماز پڑھے یعنی اس صورت میں کہ ہاتھ بھی کپڑے کے نیچے ہوں اور انہیں بوقتِ ضرورت

نکالنا مشکل ہو)۔ اس مسئلہ میں مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

۶۵۱۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عُبید بن اسماعیل از ابواُسامہ از عُبید بن عمر از خُبیب بن عبدالرحمٰن از حفص بن عاصم از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی بیع اور دو طرح کا کپڑا پہننے سے منع کیا۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے اس طرح کپڑا پہننے سے منع کیا کہ آدمی سارے جسم کو کپڑے سے ڈھانپ لے اور اس کے ہاتھ بھی کپڑے سے نیچے ہوں۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ و کتاب اللباس، ابن ماجہ کتاب اللباس)

## ۴۲۸۔ تکبر سے کپڑا لٹکانے والے کی نماز جائز نہیں

جو آدمی تکبر اور فخر سے اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا، اس کی نماز نہیں ہو گی، عورت اپنے کپڑے کے دامن کو ایک ہاتھ کے بقدر لٹکا سکتی ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، اگر کوئی عورت اس ممانعت کو جانتے ہوئے اس سے زیادہ لٹکائے گی، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

ہر کپڑا جسے آدمی پہنتا ہے، وہ ٹخنوں تک ہونا چاہیے، اس سے نیچے بالکل نہیں، اگر کسی نے گھبراہٹ کے عالم میں یا بھول کر کپڑا نیچے لٹکا لیا تو کوئی حرج نہیں!

۶۵۲۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنّی از یحییٰ بن سعید قطان از عبیداللہ بن عمر از نافع از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی طرف روزِ قیامت دیکھے گا بھی نہیں جس نے فخر و تکبّر کے باعث اپنے کپڑے کو لٹکایا۔ (مسلم کتاب اللباس باب)

یہ حکم عام ہے، شلوار، ازار، قمیص اور ہر اس لباس کو شامل ہے، جو پہنا جاتا ہے۔

اس روایت کو عبداللہ بن دینار اور زید بن اَسلم نے بھی ابن عمرؓ سے مسند ذکر کیا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی کتاب اللبّاس)

بطریق ابوذرؓ بھی یہ روایت نہایت شدید وعید کے ساتھ مروی ہے۔ (مسلم کتاب الایمان، ابوداؤد کتاب اللباس، ترمذی کتاب البیوع، نسائی کتاب الزکوٰۃ والبیوع والزینۃ، ابن ماجہ کتاب التجارات)

ابو عثمان نہدی حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نماز میں تہ بند کو لٹکانے والا، اللہ کی طرف سے نہ حل میں ہے اور نہ حرم میں ہے[1]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ چادر لٹکانے والے کی طرف اللہ تعالیٰ دیکھے گا بھی نہیں۔
(نسائی کتاب الزینۃ، و ابن ابی شیبہ ۸/۳۸۸)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ کہا جاتا تھا کہ جس کی چادر ٹخنوں کو چھو رہی ہو، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول نہیں فرماتا (ابن ابی شیبہ ۸/۳۸۹) حضرت مجاہد یہ حکایت اپنے سے قبل والوں سے بیان کرتے ہیں اور وہ صحابہ ہیں کیونکہ آپ صغار تابعین میں سے نہیں بلکہ اوساط میں سے ہیں۔

حضرت ذرّ بن عبداللہ مُرہبی ـــ جو کبار تابعین میں سے ہیں[2] ـــ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے کپڑے کو گھسیٹے، اس کی نماز مقبول نہیں ہوتی (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۳۸۹)۔ اس مسئلہ میں صحابہ کرام میں سے کسی سے بھی کوئی اختلاف مروی نہیں ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں:۔

"جس شخص نے نماز میں کسی حرام فعل کا ارتکاب کر لیا، اس نے حسب حکم الٰہی نماز کو ادا نہ کیا اور جس نے حسب حکم الٰہی نماز کو ادا نہ کیا اس کی نماز نہیں ہوتی۔"

۴۵۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد سجستانی از نُفیلی عبداللہ بن محمد

---

[1] ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، ج ۱ ص ۲۴۳ بطریق طیالسی از ابوعوانہ از عاصم از ابوعثمان از ابن مسعود مرفوعاً مروی ہے اس کے بعد امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ عاصم سے ایک جماعت نے اسے ابن مسعودؓ سے موقوف بھی روایت کیا ہے مثلاً حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابوالاحوص اور ابو معاویہ نے، اور مسند طیالسی ص ۴۷ ع ۳۵۱ میں بھی از ابوعوانہ و ثابت از عاصم مروی ہے اور یہ سند صحیح ہے اگر کسی نے اسے موقوف بیان کیا ہے تو کوئی حرج نہیں، اسے مرفوع بیان کرنا ثقہ کی زیادتی ہے جو مقبول ہے

[2] مُرہبی، ہمدان کے ایک خاندان مُرہبہ کی طرف نسبت ہے، مجھے کوئی ایسی دلیل نہیں مل سکی جس سے معلوم ہو کہ یہ ذرّ تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت ذکر نہیں کی، ان کی روایات عبداللہ بن شداد، ابن مسیّب اور ابن ابزیٰ جیسے تابعین سے ہیں، تو پھر نہیں معلوم کہ کبار تابعین میں سے کیسے ہوتے؟

ازمحمد از زہیر بن معاویہ از موسیٰ بن عقبہ از سالم بن عبداللہ بن عمرؓ از] حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص از راہِ تکبّر و فخر اپنے کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکائے گا، اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی طرف نہیں دیکھے گا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے (یہ سُن کر) عرض کیا کہ اگر کوشش نہ کروں تو میری چادر کا ایک حصّہ نیچے کی طرف ڈھلک جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں، جو فخر و غرور کے باعث کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتے ہیں۔ (بخاری کتاب المناقب واللباس والآدب، ابوداؤد کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

۴ ۶۵ - ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از نوح بن حبیب قومسی از عبدالرزاق از معمر از ایوب سختیانی از نافع از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فخر و غرور کے باعث اپنے کپڑے کو گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ حضرت اُمّ سلمہؓ نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! عورتیں اپنے کپڑوں کے دامنوں کو کہاں تک لٹکا سکتی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ ایک بالشت لٹکا لیں، انہوں نے پھر عرض کیا کہ اس سے عورتوں کے پاؤں ننگے ہو جائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ایک ہاتھ لٹکا لیں، اس سے زیادہ نہ لٹکائیں۔ (مسلم، ترمذی کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

۶۵۵ - ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن عبداللہ بن یزید مُقری، از سُفیان بن عُیَینہ از] علاء بن عبدالرحمٰن از والد خود روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ مومن کی چادر، نصف پنڈلیوں تک ہونی چاہیے، نصف پنڈلی اور ٹخنوں کے مابین ہو تو پھر بھی کوئی گناہ نہیں البتہ جو ٹخنوں سے نیچے کپڑے کو لٹکائے گا، وہ جہنم میں ہوگا، جو شخص فخر و غرور کے باعث کپڑے کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔[1] (نسائی کتاب الزینۃ فی الکبریٰ، باب ۵۰ و ابوعوانہ

---

[1] مصنف نے اس حدیث کو یہاں ذکر نہیں فرمایا جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ جو شخص ازار کو فخر سے ٹخنوں سے نیچے لٹکا رہا ہو اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے جیسا کہ عون المعبود، ج ۱ ص ۲۴۳ اور ج ۴ ص ۱۰۰ میں حضرت ابوہریرہؓ کی یہ روایت ہے کہ

فی مسندہ ج ۵ ص ۴۸۳، ابوداؤد و ابن ماجہ کتاب اللباس)

## ۴۲۹۔ کافر و فاسق کے کپڑے میں نماز

فاسق و کافر کے کپڑے میں اس وقت تک نماز جائز ہے جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔ اس کی دلیل حسبِ ذیل فرمانِ الٰہی ہے:

خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا　　"اللہ نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لیے پیدا کیں۔"

(البقرہ۔ ۲۹)

صحیح طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جُبّے میں نماز پڑھی تھی (دیکھیے فتح الباری ۱/۲۶۵)۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ رُوئی، کتان، اون، بال، چمڑا سب کے لیے اور صرف عورتوں کے لیے ریشم پاک ہے اور ان میں سے ہر چیز کا استعمال مُباح ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی چیز کی نجاست یا حُرمت کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے اس وقت تک سچّا تسلیم نہیں کیا جائے گا جب تک وہ قرآن اور سُنّتِ صحیحہ سے کوئی دلیل پیش نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ　　"اللہ نے جو چیزیں تمہارے لیے حرام ٹھہرائی ہیں ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں۔"

(الانعام۔ ۱۱۹)

نیز فرمایا:

إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا　　"کچھ شک نہیں کہ ظن حق کے مقابلے میں کچھ بھی کارآمد نہیں۔"

(یونس۔ ۳۶)

---

ایک شخص کپڑا لٹکائے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا "جاؤ وضو کرو"۔ وہ گیا اور وضو کر کے واپس آ گیا، آپ نے پھر فرمایا جاؤ وضو کرو، وہ شخص گیا اور اس نے وضو کیا اور پھر آ گیا، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسُول اللہ آپ نے اسے وضو کا حکم کیوں دیا؟ آپ نے فرمایا وہ چادر لٹکاتے ہوئے نماز پڑھ رہا تھا اور اس شخص کی اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا جو کپڑا لٹکا کر نماز پڑھ رہا ہو۔" یہ حدیث صحیح ہے، نووی نے ریاض الصالحین (کتاب اللباس) میں لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح اور مسلم کی شرط پر ہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ کے برتنوں کا استعمال دھوئے بغیر حرام قرار دیا ہے، اور استعمال کی اجازت بھی صرف اس صورت میں دی ہے کہ اور برتن موجود نہ ہوں؟ ہم عرض کریں گے جی ہاں یہ بالکل ٹھیک ہے لیکن برتن اور چیز ہے اور کپڑا اور چیز۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے کپڑوں کو بھی حرام قرار دینے کا ہوتا تو اسے بھی اپنے پیغمبر کی زبانی بیان فرما دیتا، جیسا کہ برتنوں کی بابت فرما دیا۔

باعث تعجب بات یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے کپڑوں میں نماز پڑھنے سے تو منع کیا لیکن بغیر ضرورت ان کے برتنوں کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے اور یہ بات حقائق کے بالکل برعکس ہے۔

امام سفیان ثوریؒ اور امام داؤد بن علیؒ مشرکوں کے کپڑوں میں نماز پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ ہمارا قول بھی یہی ہے۔

## ۴۳۰۔ جسم پر زعفران لگایا ہو تو نماز نہیں ہوتی

کسی آدمی کی اس وقت نماز جائز نہیں ہوگی جب اس نے اپنے جسم پر زعفران لگایا ہو، البتہ اگر اس نے اپنے کپڑوں، پگڑی یا داڑھی کو زعفران سے رنگا ہو تو نماز ہو جائے گی بلکہ داڑھی کو زعفران سے رنگنا تو بہت ہی بہتر ہے۔

۶۵۶۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از مسدّد از حمّاد بن زید و اسماعیل بن ابراہیم ابن عُلَیَّہ از عبدالعزیز بن صُہَیب] حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی زعفران لگائے۔ یہ اسماعیل کی روایت کے الفاظ ہیں اور حمّاد بن زید کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "آپؐ نے منع فرمایا مردوں کو زعفران لگانے سے"۔ (مسلم کتاب اللباس، ابوداؤد کتاب الترجّل، ترمذی کتاب الاستیذان، نسائی کتاب الحج والزینۃ)

۶۵۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از سلیمان بن اشعث از زُہیر بن حرب از محمد بن عبداللہ اَسَدی از ابوجعفر رازی از] ربیع بن انس روایت کیا کہ انہوں نے اپنے دادا اور نانا[1] کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص کی نماز کو قبول

[1] امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ دونوں دادوں سے مراد زید اور زیاد ہیں ابن قطان فرماتے ہیں زید و زیاد غیر معروف (باقی نوٹ اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

نہیں فرماتا جس کے جسم پر خلوق لگا ہُوا ہو۔ (ابوداؤد کتاب الترجّل باب ۵)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں :

"خلوق کے معنی زعفران ہیں، اس حدیث کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ یہ حضرت ابو موسیٰؓ کا قول ہے[1]"

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں :

"ہجرت کے آغاز میں آدمی کے لیے زعفران لگانا جائز تھا لیکن اس حدیث نے اب زعفران لگانے کے جواز کو منسوخ کر دیا ہے، پہلے آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے جسم پر زعفران لگا ہُوا دیکھا تو کوئی ممانعت نہیں فرمائی کیونکہ پہلے جائز تھا لیکن پھر آپ نے منع فرما دیا اور پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔"

۶۵۸۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعَیب از یعقوب بن ابراہیم از دراوردی۔ عبدالعزیز بن محمد از] زید بن اسلم روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت ابنِ عمرؓ کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی کو زعفران سے زرد کیا کرتے تھے۔ مَیں نے عرض کیا "اے ابو عبدالرحمٰن آپ اپنی داڑھی کو زعفران سے زرد کیے ہوتے ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ اپنی داڑھی مبارک کو زعفران سے زرد کیا کرتے تھے اور اس سے زیادہ آپ کو کوئی اور رنگ محبوب نہ تھا، اور آپ اس سے اپنے سارے کپڑوں حتّیٰ کہ عمامہ کو بھی رنگ لیا کرتے تھے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں :

---

(بقیہ نوٹ گذشتہ سے پیوستہ)

ہیں۔ اس اسناد کے علاوہ ان کا اور کہیں ذکر نہیں آیا، علّامہ ذہبیؒ نے بھی آپ کی متابعت کی ہے اور ابو جعفر رازی۔ جن کا نام عیسیٰ بن ابی عیسیٰ ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی نام بتایا جاتا ہے۔ وہ ثقہ، صدوق ہیں لیکن سیئ الحفظ اور غیر متقن ہیں، اور وہ اس سند میں منفرد بھی ہیں۔

[1] ٹھیک ہے! لیکن ابو موسیٰ تک صحیح سند کہاں ہے؟

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو زعفران کے استعمال سے منع نہیں فرمایا لہٰذا ان کے لیے اس کا استعمال جائز ہے اور فرمان الٰہی ہے:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔ "اللہ نے جو چیزیں تمہارے لیے حرام ٹھہرائی ہیں ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں" (الانعام-۱۱۹)

## ۴۳۱۔ نماز میں آدمی کے لیے تالی بجانا جائز نہیں

نماز میں آدمی کے لیے تالی بجانا جائز نہیں، اگر کوئی اس ممانعت کو جانتے ہوئے دانستہ ایسا کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر نماز میں کوئی چیز درپیش ہو تو آدمی کو "سبحان اللہ" کہہ دینا چاہیے۔

عورت کو اگر کوئی امر درپیش ہو تو وہ تالی بجا دے اور اگر "سبحان اللہ" کہہ دے تو زیادہ بہتر ہے۔ امام شافعیؒ اور امام داؤد کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کو کسی کام کے سمجھانے کے ارادہ سے نماز میں سبحان اللہ کہا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ "عورت تالی نہ بجائے بلکہ سبحان اللہ کہے۔"

امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ دونوں کے یہ قول درست نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ثابتہ کے خلاف ہیں۔

۶۵۹۔ ہم نے بطریق [عبد الرحمن بن عبد اللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابو النعمان محمد بن فضل عارم از حماد بن زید از ابو حازم مدنی، از] حضرت سہل بن سعدؓ روایت کیا کہ انہوں نے ایک حدیث بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے ہیں تو انہوں نے تالیاں بجانا شروع کر دیا، پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فراغت کے بعد فرمایا کہ جب تمہیں دوران نماز کوئی معاملہ درپیش ہو تو آدمیوں کو "سبحان اللہ" کہنا چاہیے اور عورتوں کو تالی بجانا چاہیے۔ (بخاری کتاب الاحکام باب ۳۶۔ ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ "تصفیق و تصفیح" یہ دونوں لفظ حدیث میں آتے ہیں اور دونوں کے

معنی ایک ہیں، یعنی ایک ہاتھ کے صفحے سے دوسرے پر مارنا (جس کو اُردو میں تالی بجانا کہا جاتا ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آدمیوں کے لیے تسبیح اور عورتوں کے لیے تالی ہے۔

صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے اس مسئلہ میں اُن کی مخالفت منقول نہیں ہے۔

عورتوں کے لیے تسبیح کو اس لیے جائز قرار دے دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور نماز بھی مقام ذکر ہے۔

## ۳۴۲۔ خوشبو لگا کر عورت مسجد میں نہیں آسکتی

عورت کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ خوشبو لگا کر مسجد میں آئے، اگر کسی عورت نے ایسا کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، خواہ جمعہ کی نماز ہو یا نماز عشاء ہو، عید کی نماز ہو یا کوئی اور نماز، ہر نماز کے لیے یہی حکم ہے۔

۶۶۰۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابوبکر بن ابی شیبہ از یحییٰ بن سعید قطان از محمد بن عجلان از بکیر بن عبداللہ بن اشج از بسر بن سعید از] حضرت زینب زوجہ عبداللہ بن مسعودؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو خوشبو نہ لگائے۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ، نسائی کتاب الزینۃ)

۶۶۱۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از ابن سُلیم از ابن اعرابی از ابوداؤد از موسیٰ بن اسماعیل از حماد بن سلمہ از محمد بن عمرو از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے منع نہ کرو لیکن جب وہ آئیں تو خوشبو لگا کر نہ آئیں۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۵۳)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"عورت اگر کوئی خوشبو جمعہ کے دن استعمال کرے اور جمعہ سے پہلے پہلے اس کی بُو ختم ہو جائے تو اس کا استعمال اس کے لیے جائز ہے وگرنہ نہیں۔ عورت کو یا خوشبو چھوڑنا پڑے گی یا جمعہ، ان دونوں میں سے جس کو بھی چھوڑ دے عورت کے لیے جائز ہے۔"

## ۳۴۴۔ عورت کے لیے اپنے بالوں کے ساتھ دوسرے بال ملانا جائز نہیں

کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس حالت میں نماز پڑھے کہ اس نے اپنے بالوں کے ساتھ کسی انسان وغیرہ کے بال یا اُون یا کسی دوسری چیز کو ملا رکھا ہو، اسی طرح آدمی کے لیے بھی یہ جائز نہیں۔

اگر کوئی عورت اپنی چوٹی یا چوٹیوں کو ریشم کے دھاگے، اُون، کتان، روئی یا چمڑے کے تسمہ یا سونے چاندی کے تار سے باندھے ہوئے ہو تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہے لہٰذا اسے گناہ بھی نہیں ہوگا۔ اگر کوئی عورت اپنے سر پر کوئی اُونچی چیز رکھ کر اس پر دوپٹہ اوڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (یعنی سر کے بالوں کو زیادہ بنانے کے لیے کوئی چیز دوپٹے کے نیچے نہ رکھے)۔

۶۶۲۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از حُمیدی از سفیان بن عُیَینہ از] ہشام بن عُروہ روایت کیا، عُروہ نے فاطمہ بنت مُنذر سے سنا اور فاطمہ نے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری بیٹی کو **چیچک** کی بیماری ہوئی جس کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے اور میں نے اس کی شادی کر دی ہے، تو کیا اس کے بالوں کے ساتھ اور بال لگا سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا بال ملانے والی اور جس عورت کے لیے ملا رہی ہو، دونوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ (بخاری، مسلم کتاب اللباس ونسائی کتاب الزینۃ ابن ماجہ کتاب النکاح)۔

۶۶۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از عَمرو بن یحییٰ بن حارث حمصی، از محبوب بن موسیٰ از ابن مبارک، از یعقوب بن قعقاع از قتادہ از ابن مُسَیّب از] حضرت معاویہؓ روایت کیا کہ آپ نے فرمایا، "لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جھوٹ سے منع کیا ہے، آپ کے پاس ایک سیاہ رنگ کی دھجی سی تھی، آپ نے اسے لوگوں کے سامنے پھینک کر فرمایا کہ اس قسم کی چیزیں عورت اپنے سر کے ساتھ ملا کر اوپر دوپٹہ اوڑھ لیتی ہے (یعنی اپنے بالوں کو زیادہ بنانے کے لیے، حالانکہ اس کے بال تھوڑے ہی ہیں لہٰذا یہ جھوٹ میں شامل ہے)۔ (بخاری کتاب الانبیاء فی ذکر بنی اسرائیل، مسلم کتاب اللباس، نسائی کتاب الزینۃ)

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت معاویہؓ کا یہ کہنا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں منع فرمایا ہے" یہ مزول عورتوں سب کے لیے ہے لہٰذا جس شخص نے کسی ایسی حالت میں نماز پڑھ لی، جو حرام ہے تو اس نے گویا حسبِ امرِ الٰہی نماز ادا نہ کی لہٰذا اس کی نماز نہیں ہو گی" ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۳۴۔ بعض ملعون عورتوں کی نماز ہو جاتی ہے

جو عورت کسی دوسری عورت کے سر میں بال ملانے کی خدمت سرانجام دیتی ہے وہ اور جسم پر نقش و نگار کریدکر ان میں سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی (یعنی گوندنا گودنے والی اور گودوانے والی) نیز خوبصورتی کے لیے دانتوں کو کشادہ کرنے والی اور کروانے والی اور چہرے کے بالوں کو اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی عورتیں اگرچہ یہ سب ملعون ہیں لیکن ان کی نماز درست ہو گی۔ یہ تو صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے لیکن ان کی نماز اس لیے درست ہو گی کہ وہ ان اعمال کے سرانجام دینے کے بعد، ان احوال سے بری ہونے پر قدرت نہیں رکھتی ہیں اور جو کسی فرض کی ادائیگی سے عاجز ہو وہ فرض اس سے ساقط ہو جاتا ہے گا، فرمانِ الٰہی ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا　　　"اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلّف نہیں کرتا"

(البقرہ۔ ۲۸۶)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس کی مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ" (بخاری کتاب الاعتصام، مسلم کتاب الحج و کتاب الفضائل، نسائی کتاب الحج باب، ابنِ ماجہ مقدمہ باب)

یعنی کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کیا جا سکتا تو یہ عورتیں جب ان احوال کے ازالے سے عاجز ہوں گی، تو ان کے ازالے کا حکم بھی ان سے ساقط ہو جائے گا البتہ نماز کا حکم بدستور باقی رہے گا، لہٰذا انہیں حسبِ مقدور نماز ادا کرنی پڑے گی۔

جس عورت نے اپنے بالوں میں اور بال لگا رکھے ہوں، وہ اس بات پر چونکہ قادر ہے کہ ان بالوں

کو نکال دے، لہٰذا وہ اگر انہیں الگ نہیں کرتی ہے تو بحالتِ نماز میں ایک ایسی چیز کو اٹھائے ہوئے ہے کہ اس کے اٹھانے میں معصیتِ الٰہی کا ارتکاب کر رہی ہے لہٰذا وہ حسبِ امرِ الٰہی نماز ادا نہیں کر رہی ہے اس لیے اس کی نماز بھی نہیں ہو گی ——— وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۳۵۔ کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہے

کعبہ کی چھت پر نماز جائز ہے۔ کوہ ابوقُبَیس اور مکہ میں ہر مکان کی چھت پر خواہ وہ کعبہ سے بلند ہی کیوں نہ ہو اور کعبہ کے اندر بھی آپ نماز پڑھ سکتے ہیں، فرض نماز ہو یا نفل ان میں کوئی فرق نہیں۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ کعبہ کے اندر فرض نماز جائز نہیں البتہ نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہم نے جو کہا ہے وہی امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور سلیمان وغیرہ کا بھی قول ہے۔ امام مالکؒ کے متبعین نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ جو شخص کعبہ کے اندر نماز پڑھے گا، اسے کعبہ کے کچھ دوسرے حصّہ کی طرف پشت کرنا پڑے گی، لہٰذا یہ درست نہیں۔ امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ دلیل صحیح نہیں کیونکہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۔ (البقرہ۔۱۵۰)

"اور تم جہاں سے نکلو مسجد حرام کی طرف منہ (کر کے نماز پڑھا) کرو اور مسلمانو تم جہاں ہُوا کرو اسی مسجد حرام کی طرف رُخ کیا کرو۔"

اگر مالکیوں کی پیش کردہ اس دلیل کو درست تسلیم کر لیا جائے، تو پھر کسی کے لیے بھی مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا درست نہ ہو گا کیونکہ قرآن مجید کی اس نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ مسجدِ حرام قبلہ ہے لہٰذا جو کوئی مسجدِ حرام میں نماز پڑھے گا، اسے اس مسجد کے کسی نہ کسی حصّہ کی طرف پُشت کرنا پڑے گی پس معلوم ہُوا کہ یہ قول ہی فاسد ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور پہلو بھی قابلِ غور ہے اور وہ یہ کہ جو شخص مسجدِ حرام یا کعبہ میں نماز پڑھے گا، اسے یقینی طور پر کچھ حصّہ اپنے دائیں بائیں چھوڑنا پڑے گا اور اس بات میں اہلِ اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ قبلہ کو آپ پس پُشت کر لیں یا دائیں اور بائیں۔

صحیح بات یہ ہے کہ اس کی رعایت ملحوظ رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم ہی نہیں دیا، ہمیں صرف اس بات

کا مکلف کیا گیا ہے کہ کعبہ یا مسجد حرام کی دیوار کا جو حصّہ چہرے کے بالمقابل ہو اور جہاں کہیں بھی ہو اُسے قبلہ قرار دے لیں۔

۶۶۴۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عبداللہ بن یوسف از مالک از نافع از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم، اُسامہ بن زید، بلال اور عثمان بن طلحہ حَجَبی کعبہ میں داخل ہوئے، عثمان نے دروازہ بند کر دیا، آپؐ کچھ دیر اندر رہے، جب باہر تشریف لائے تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اندر کیا کام ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے ایک ستون کو بائیں جانب، دو کو دائیں جانب اور تین کو پیچھے کی طرف کرکے نماز پڑھی ہے (بخاری کتابُ الصلوٰۃ و کتاب الحج و کتاب الجہاد و کتابُ المغازی، مسلم، ابوداؤد کتاب الحج، نسائی کتاب الصلوٰۃ و کتاب الحج، ابن ماجہ کتابُ الحج)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"کسی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ کی یہ نماز غیر قبلہ کی طرف تھی، آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "ساری زمین مسجد ہے"، کعبہ شریف کا اندرونی حصّہ تو سب سے زیادہ اطیب و افضل ہے اس مسجد میں فرض و نفل ادا کرنا روئے زمین کی سب مسجدوں کی نسبت افضل اور اعلیٰ ہے"

سوار، خائف اور مریض کے سوا اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ غیر قبلہ کی طرف نفل پڑھے، قرآن، سُنّت اور اجماع کے بغیر فرض و نفل میں تفریق منع ہے (یہاں چونکہ غیر قبلہ کی طرف مُنہ کرکے نمازِ نفل پڑھنے کا ثبوت موجود ہے لہٰذا فرق کیا گیا ہے) ـــــ و باللہ تعالیٰ التوفیق

کعبہ سے جو مکان اونچا ہو اس پر بھی نماز اس لیے جائز ہے کہ ہم پر فرض صرف یہ ہے کہ کعبہ شریف کی طرف منہ کریں ورنہ تعمیر و تجدید کے لیے کئی دفعہ کعبہ شریف کو گرایا بھی گیا تو اس وقت کسی نے یہ نہیں کہا کہ کعبہ کی عمارت اب نیچی ہے اور مکان اونچے ہیں لہٰذا نمازیں باطل ہیں۔

## ۴۳۶۔ سامنے مُصحَف ہو تو نماز جائز ہے

جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے مُصحَف ہو تو نماز جائز ہو گی بشرطیکہ مُصحَف کی عبادت کا قصد

ارادہ نہ کرے، نماز اس لیے جائز ہو گی کہ ممانعت کے سلسلہ میں کوئی نص یا اجماع نہیں ہے!

**۴۳۷۔ نمازی کے سامنے مختلف اشیاء کا ہونا** جو شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے قبلہ کی طرف آگ، پتھر، گرجا، چرچ، آتشکدہ، انسان ــــ مسلمان ہو یا کافر ــــ حائضہ عورت یا کوئی بھی دوسرا جسم ہو تو اس کی نماز جائز ہو گی البتہ کتا، گدھا یا عورت لیٹنے کے علاوہ کسی اور حالت میں ہو تو نماز نہیں ہو گی، کیونکہ ان کے علاوہ مذکورہ اشیاء میں سے کسی کی بابت قرآن، سُنت اور اجماع سے کوئی ممانعت ثابت نہیں! اور یہ ظاہر ہے کہ نمازی کے آگے اجسامِ عالم میں سے کوئی جسم تو ہو گا لہٰذا ان اجسام میں تفریق کرنا باطل ہے کیونکہ یہ تفریق کا دعویٰ بلا دلیل و برہان ہو گا ــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

**۴۳۸۔ نماز اور درج ذیل مقامات** گرجا، چرچ، آتشکدہ، مذبحہ ــــ جب پیشاب، گوبر اور خون وغیرہ سے اجتناب کیا جائے ــــ سرراہے، بطنِ وادی، مقاماتِ خسف میں، اونٹ اور اونٹنی کے سامنے، گفتگو کرنے والے اور سوتے ہوئے آدمی کے سامنے نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ ان مقامات میں سے کسی میں نماز کی حرمت کے سلسلہ میں نص یا اجماعِ یقینی ثابت نہیں ہے، جب نص و اجماع سے ممانعت ثابت ہو جائے گی تو اسے اختیار کر لیا جائے گا۔

۶۶۵۔ ہم نے بطریق [ حمام از ابنِ مُفرّج از ابن الاعرابی از دَبری از عبدالرزاق از مَعمر و سفیان ثوری از اعمش از ابراہیم تیمی، از والدِ خود از ] حضرت ابوذرؓ روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟" آپؐ نے فرمایا "مسجد حرام"، مَیں نے عرض کیا "پھر کون سی؟" آپؐ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"، مَیں نے عرض کیا "دونوں کی تعمیر میں کتنی مدت کا فرق ہے؟" آپؐ نے فرمایا "چالیس برس! پھر تمہیں جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے، وہاں پڑھ لو کیونکہ وہ مسجد ہے۔ (عبدالرزاق ۱/۴۰۲، بخاری احادیث الانبیاء، مسلم کتاب الصلوٰۃ، نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۱۲۴، والتفسیر ح ۸۹، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ باب ۲۷)۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ نصِ جلی ہے کہ کعبہ بھی مسجد ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے اور

ایسی کوئی مسجد نہیں جس میں فرض نماز حرام اور نفل نماز حلال ہو"

بطریق حضرت ابوہریرہؓ، جابرؓ، حذیفہؓ اور انسؓ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہمیں جن فضائل سے نوازا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ساری زمین ہمارے لیے مسجد بنادی گئی ہے" (ارواء الغلیل ح ۲۸۵) مذکورہ تمام مقامات چونکہ زمین سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان میں نماز جائز ہے، ہاں وہ مقامات جن میں نص سے نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوگئی، وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں، مثلاً اونٹوں کا باڑہ، حمّام، قبرستان، قبر پر اور قبر کی طرف منہ کر کے، غصب شدہ جگہ، نجس مقام اور مسجدِ ضرار، فقط یہ ہیں وہ مقامات جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

مذبحہ اور بیت اللہ کی چھت پر نماز پڑھنے کی ممانعت بطریق زید بن جبیرہ مروی ہے اور وہ لاشیٔ ہے[1] نیز بطریق عبداللہ بن صالح، کاتب لیث سے بھی یہ روایت مروی ہے اور وہ بھی ضعیف ہے[2] مقامِ خسف میں نماز پڑھنے کی ممانعت بطریق ابن لہیعہ مروی ہے اور وہ لاشیٔ ہے[3]۔ راستوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت بطریق حسن از جابر (ابن ماجہ کتاب الطہارۃ باب ۱۲ میں) مروی ہے، اور حسن کا جابر سے سماع ثابت نہیں ہے۔

## ۴۳۹۔ چمڑے اور اون پر بھی نماز جائز ہے

چمڑے، اون اور ہر اس چیز پر نماز جائز ہے، جس پر بیٹھنا جائز ہو بشرطیکہ وہ پاک ہو۔ عورت کے لیے

---

[1] یہ روایت ترمذی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ اور یہ زید نہایت ہی ضعیف ہے۔ ساجی نے فرمایا کہ یہ زید داؤد بن حصین سے ایک منکر روایت بیان کرتا ہے یعنی فی النہی عن الصلوٰۃ فی سبعۃ مواطن (تہذیب التہذیب ۳/ ۴۰۱)۔

[2] یہ حدیث عبداللہ بن صالح از لیث، از نافع از ابن عمرؓ از عمر، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور ترمذی نے بھی کتاب الصلوٰۃ ۲۴۴ میں معلقاً روایت کیا ہے۔ عبداللہ ثقہ ہیں جنھوں نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے، ان کی تضعیف کا کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ یہ کثیر الخطا ہیں۔

[3] ابن لہیعہ مختلف فیہ راوی ہیں، بعضوں نے ان کو ثقہ کہا ہے اور اکثر نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۸۲۔۴۸۱ کتاب الصلوٰۃ میں از وہب، از ابن لہیعہ و یحییٰ بن ازہر، از عمار بن سعد مرادی از ابی صالح غفاری از علیؓ مروی ہے اور بیہقی ج ۲ ص ۴۵۱ میں بطریق ابوداؤد ہی مروی ہے گویا ابن لہیعہ متفرد نہیں ہے بلکہ اس میں علت یہ ہے کہ ابوصالح غفاری

ریشم پر نماز پڑھنا جائز ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ اور ابوسلیمان وغیرہ کا یہی قول ہے۔

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ نماز صرف مٹی اور کنکریوں پر درست ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ زمین کے علاوہ کسی اور چیز پر یا نباتات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اس قول کی صحت کی کوئی دلیل نہیں ہے اور سجدہ درج ذیل سات اعضاء پر کرنا واجب ہے (۱-۲) دونوں ہاتھ (۳-۴) دونوں گھٹنے (۵-۶) دونوں پاؤں اور (۷) پیشانی وناک۔ امام مالکؒ پیشانی کے علاوہ باقی اعضاء کو مذکورہ اشیاء پر رکھنا جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ اعضاء سجدہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور فرق کی کوئی وجہ بھی نہیں، نہ قرآن سے نہ سُنّت صحیح وسقیم نہ اجماع وقیاس سے نہ کسی صحابی کے قول سے اور نہ رائے وقیاس سے الغرض کسی ذریعہ سے بھی فرق کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے" — وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے بالوں کے ایک ٹاٹ پر نماز پڑھی۔ (عبدالرزاق ۱/۳۹۶)

حضرت عمر بن خطابؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک عبقری پر نماز پڑھا کرتے تھے اور وہ اُون کا ایک قسم کا بستر ہے[1]

حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک حاشیہ دار بوریا پر نماز پڑھا کرتے تھے، یہ بھی اُون کا ہوتا ہے (عبدالرزاق ۱/۳۹۵)

---

کا حضرت علیؓ سے سماع معروف نہیں ہے لہٰذا ان سے آپ کی روایت مرسل ہے۔

[1] عبدالرزاق ۱/۳۹۵، ومصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۰۔ بیہقی ج ۲، ص ۴۳۶، ابوعبید کہتے ہیں کہ عبقری پر چٹائیاں وغیرہ ہیں۔ جن میں مختلف رنگ اور نقش ونگار ہوں (غریب الحدیث ۳/۴۰۰)۔ لسان (۴/۵۳۵) میں ہے کہ ابن سیدہ کا قول ہے کہ عبقری اور عباقری چٹائیوں کی ایک قسم ہے اور عبقر یمن کی ایک بستی ہے جس میں کپڑوں اور چٹائیوں کو مزین کیا جاتا تھا، یاقوت (حموی

حضرت ابوالدرداءؓ کے بارے میں بھی ایسی ہی روایت ہے (بیہقی ۲/۲۳۶ ۴، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۴۰۰) - نیز شریح، زہری اور حضرت حسنؒ کے بارے میں بھی اسی طرح روایات ہیں - مذکورہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی بھی اس سلسلہ میں مخالفت نہیں کی گئی ـــــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۴۴ - ازدحام کی وجہ سے زمین پر سجدہ ممکن نہ ہو تو کیا کرے

جب جمعہ وغیرہ کے دن ازدحام کے باعث سامنے زمین پر سجدہ کرنا ممکن نہ ہو تو سامنے آدمی کے پاؤں یا پشت پر سجدہ کرلے، اس کا یہ سجدہ درست ہوگا - امام ابوحنیفہ، شافعی اور ابوسلیمان وغیرہ کا یہی قول ہے -

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح سجدہ جائز نہیں ہوگا -

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں سجدہ کا حکم دیا ہے لیکن کسی چیز کو مخصوص نہیں کیا کہ کس پر سجدہ کریں "وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا" اور تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے""

۶۶۶ - ہم تک بطریق (یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن مسعود از احمد بن سعید بن حزم از محمد بن عبدالملک بن ایمن از عبداللہ بن احمد بن حنبل از والد خود از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری از اعمش از مسیب بن رافع از زید بن وہب از) حضرت عمر بن خطابؓ روایت کیا کہ جب گرمی شدید ہو تو کپڑے پر سجدہ کر لیا کرو اور جب بھیڑ زیادہ ہو تو آدمی کی پشت پر کر لیا کرو[۱]

حضرت حسن بصریؒ اور طاؤسؒ سے روایت ہے کہ جب ازدحام ہو تو اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ

---

معجم البلدان میں) کہتے ہیں کہ شاید یہ کوئی قدیم شہر تھا، جو اب تباہ ہو گیا ہے۔

[۱] یہ سند مطبوعہ مسند احمد میں نہیں ہے یا تو یہ سند مسند کے نسخوں سے ساقط ہو گئی ہے یا پھر امام احمد کی کسی دوسری کتاب میں ہو گی، مستدرج (۱/ص ۳۲) میں سند اس طرح ہے از سلیمان بن داؤد - ابوداؤد طیالسی از سلام یعنی ابوالاحوص از سماک بن حرب از سیار بن معرور، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو بنایا ہم مہاجر و انصار آپ کے ساتھ تھے



باقی حاشیہ اگلے صفحہ پہ ملاحظہ ہو

کرلو (مُصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۵ و مُصنّف عبدالرزاق ۳/۲۳۳) حضرت مُجاہد فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کے پاؤں پر سجدہ کرلو (مُصنّف عبدالرزاق ۳/۲۳۳)

اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی حضرت عُمرؓ کی مخالفت نہیں کی۔

## ۱۴۴۔ امام اُونچی نیچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے

امام کے لیے جائز ہے، وہ سب مقتدیوں کی نسبت اُونچی یا نیچی جگہ پر کھڑا ہو سکتا ہے، عام، اکثر اور اقل سب حالات یکساں ہیں، اُونچی جگہ پر کھڑے ہونے کی صورت میں اگر امام کے لیے سجدہ ممکن ہو تو بہتر ورنہ وہ بوقت سجدہ نیچے اُتر کر سجدہ کرے، جہاں ممکن ہو وہاں وہ سجدہ کرلے اور پھر واپس اپنی جگہ چلا جائے۔ امام شافعیؒ و ابو سلیمان کا یہی قول ہے جبکہ امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے قامت کی مقدار کے مطابق یا اس سے کم کو جائز قرار دیا ہے، امام مالکؒ نے تھوڑی سی اونچائی کی اجازت دی ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ دونوں حد بندیاں ہی فاسد ہیں کیونکہ اس سلسلہ میں قرآن، سُنّت، اجماع، قیاس اور کسی صحابی کے قول سے کوئی نص موجود نہیں ہے اور نہ کوئی معقول رائے ہی اس کی تائید کرتی ہے قلیل و کثیر بلندی میں فرق کی کوئی وجہ نہیں۔ تحریم، تحلیل اور تحدید قرآن و سنت ہی سے ہو سکتی ہے۔"

اگر امام کے لیے مقتدیوں سے چند انگلیاں اونچا کھڑا ہونا جائز ہے تو ان سے مزید چند انگلیاں اُونچا کھڑا ہونا بھی جائز ہوگا حتیٰ کہ اس طرح آپ ہزار انگلیوں کے بقدر اونچا کھڑے ہونے کو جائز قرار دے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جب اژدحام زیادہ ہو تو آدمی کو اپنے بھائی کی پُشت پر سجدہ کر لینا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے کچھ لوگوں کو راستے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا مسجد میں نماز پڑھو۔ یہ حدیث مُسند طیالسی ص ۱۲ نمبر ۷۰ میں اسی سند کے ساتھ ہے اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو راستے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا.... الخ مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۶۳ و ۲۶۸ میں بھی اسی کے مانند حضرت عمرؓ کا قول و فعل مروی ہے۔

سکتے ہیں اور اگر اتنا اونچا کھڑا ہونا جائز نہیں بلکہ حرام ہے تو پھر ایک انگلی یا اس سے کم مقدار اونچا کھڑا ہونا بھی حرام ہوگا۔ اس سلسلہ میں جو شخص محض اپنی رائے سے فرق کرتا ہے، وہ اللہ اور رسُول کے ذمّہ ایسی بات لگاتا ہے جو اللہ اور رسُول نے کبھی ارشاد نہیں فرمائی!

تعجب کی بات یہ کہ امام ابو حنیفہؒ و مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام کے ساتھ ایک جماعت بلندی پر کھڑی ہو کر نماز ادا کر رہی ہو تو پھر امام کی نماز ان لوگوں کے ساتھ بھی درست ہوگی، جو امام سے نیچے کھڑے ہوں گے۔ یہ عجیب، زیادتی اور تحکّم کی بات ہے! اسی طرح ان دونوں اماموں نے یہ بھی جائز قرار دیا ہے کہ امام مقتدیوں کی نسبت نشیبی جگہ میں کھڑا ہو، یہ تیسری بات ہے جس میں تحکّم کا مظاہرہ کیا گیا ہے حالانکہ یہ سب کچھ دعوٰی بے دلیل ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"اس سلسلہ میں حکم یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے صفیں در صفیں باندھ کر کھڑے ہوں، اس کی خلاف ورزی درست نہیں کیونکہ قبل ازیں ہم ذکر کر آئے ہیں کہ صفوں کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے مطابق واجب ہے۔ اگر امام کا مصلّٰی دکان، کمرے یا کسی ایسے ٹیلے وغیرہ پر ہو جس میں امام کے پیچھے صف کی گنجائش نہ ہو تو وہ امام سے نیچے صف باندھ لیں"۔

۶۶۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از یحیٰی بن یحیٰی و قتیبہ بن سعید از عبدالعزیز بن ابی حازم از] ابو حازم روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن سعدؓ کی خدمت میں کچھ لوگ آئے، تو آپ نے بیان کیا کہ مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو منبر پر کھڑے ہوتے دیکھا، پھر آپؐ نے منبر پر کھڑے ہونے کی حالت میں تکبیر کہی اور آپؐ کے پیچھے لوگوں نے بھی تکبیر کہی، پھر آپؐ نے ہاتھوں کو اٹھا کر تکبیر کہی اور پیچھے اُتر کر منبر کے پایہ کے پاس سجدہ فرمایا، پھر آپؐ منبر پر کھڑے ہو گئے، یہاں تک کہ آپ نے اسی طرح نماز کی تکمیل فرمائی، پھر آپؐ نے لوگوں کی طرف رُوئے سخن کر کے فرمایا لوگو! مَیں نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کے طریقہ کو بھی معلوم کر لو۔ (بخاری، مسلم کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"اس سے زیادہ واضح بیان اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ امام کے لیے یہ جائز ہے کہ مقتدیوں کی نسبت وہ بلند جگہ پر کھڑا ہوسکتا ہے۔"

ہمارے مخالفین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ممانعت ہے کہ امام مقتدیوں سے اونچا کھڑا ہو، یہ حدیث ساقط ہے، اس میں زیاد بن عبداللہ بکائی منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے[1] اور وہ حدیث جو ہم نے ذکر کی ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام کا اجماع ہے لہٰذا یہ ایک مضبوط دلیل ہے، کوئی خودساختہ باطل بات دلیل نہیں بن سکتی۔

---

[1] بکائی، بکاء کی طرف نسبت ہے، جو بنو عامر بن صعصعہ کی ایک شاخ ہے، یہ زیاد ثقہ اور صدوق ہیں بعضوں نے باعتبار حافظہ اس کو ضعیف قرار دیا ہے، یہ ابن اسحاق سے سیرت کے راوی ہیں اور ان سے پھر ابن ہشام نے روایت کی ہے۔ ان کی اس حدیث کو دارقطنی نے ص ۱۹۷ کتاب الصلوٰۃ کے آخری باب جو کتاب الزکاۃ سے قبل ہے اس میں اور حاکم نے ج ۱ ص ۲۱۰ میں بطریق زیاد بن عبداللہ، از اعمش، از ابراہیم از ہمام روایت کیا ہے، اس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور ایک دوکان کے اوپر کھڑے ہوگئے حضرت ابو مسعودؓ نے انہیں کپڑوں سے پکڑ کر پیچھے کھینچا، وہ واپس پیچھے لوٹ آئے، جب سلام سے فارغ ہوئے تو ابو مسعودؓ نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ امام اونچا کھڑا ہو اور لوگ اس کے پیچھے (نیچے) کھڑے ہوں ــــــ یہ حاکم کے لفظ ہیں۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں زیاد بکائی کے علاوہ اور کسی نے اسے روایت نہیں کیا، اور ابن حزمؒ نے انہی کی اتباع میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ زیاد اس روایت میں منفرد ہے حالانکہ یہ ان دونوں کی غلطی ہے، ابوداؤد نے ج ۱ ص ۲۳۲ اور حاکم نے ج ۱ ص ۲۱۰ میں بطریق یعلیٰ بن عُبید، از اعمش روایت کیا ہے لیکن اس میں روایت کے مرفوع ہونے کی تصریح نہیں ہے بلکہ ابومسعود نے یہ کہا ہے "کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ اس سے منع کیا کرتے تھے" اور یعلیٰ ثقہ اور حجت ہے۔

اس جیسی روایت کو اس پر محمول کیا جاتا ہے کہ یہ مرفوع ہے، زیاد کی روایت نے اس کی تشریح کردی، ان میں سے ہر روایت نے دوسری کو مزید قوی کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہے، علامہ ذہبیؒ نے بھی حاکم کی موافقت کی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے "تلخیص" ص ۱۲۸ میں امام

"بعض مخالفین نے اس پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ یہ تکبّر کی علامت ہے، لیکن یہ اعتراض بالکل باطل ہے کیونکہ ان حضرات نے مقتدیوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ امام کی نسبت اونچا کھڑے ہو سکتے ہیں اور ہم اس اعتراض کے برعکس یہ کہیں گے کیا یہ مقتدیوں کے تکبّر کی علامت نہیں ہے، کیونکہ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں؟ اسی طرح ان پر یہ بھی لازم آئے گا کہ امام کو تلوار لٹکانے اور زرہ پہن کر نماز پڑھانے سے روک دیا جائے کیونکہ یہ صورت تو بلند جگہ پر کھڑے ہونے کی نسبت بھی زیادہ باعثِ تکبّر ہے۔"

امام احمد بن حنبلؒ، لیث بن سعدؒ اور امام بخاریؒ کا قول بھی ہمارے قول کے مطابق ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق

## وہ اعمال جو نماز میں مُستحب ہیں اور فرض نہیں

**۴۴۲۔ رفعُ الیدَین** تکبیر تحریمہ کے علاوہ، رکوع، سجود، قیام اور جلوس کے لیے رفع الیدین مُستحب ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت فرض ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہے، چنانچہ ایک گروہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ اور کسی وقت رفع الیدین کا قائل نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ کے لیے بھی یہ حضرات بادلِ نخواستہ ہی رفع الیدین کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ ہاتھوں کو تھوڑا سا اٹھانا چاہیے۔ ابن قاسم کی امام مالکؒ سے یہی روایت ہے (المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۸)

امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک تکبیرِ تحریمہ کے لیے رفع الیدین سنت ہے، فرض نہیں، باقی نماز میں ان حضرات کے ہاں اور کسی جگہ رفع الیدین جائز نہیں۔

---

ابن خزیمہؒ (۳/۱۳) اور ابن حبانؒ (۳/۴۴۶) سے بھی اس کی تصحیح نقل کی ہے (لیکن اس کے علاوہ اس میں اختلاف بھی ہے کسی روایت میں امامت کو حضرت حذیفہؓ کی طرف اور کسی میں عمار کی طرف منسوب کیا ہے ان سب وجوہات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے پھر بھی صحیحین کی محولہ بالا روایت کو ہی ترجیح ہوگی اور اس روایت پر عمل نہیں ہوگا یا پھر وہ تاویل صحیح ہے جو ابن حبان نے کی ہے کہ تعلیم صلوٰۃ مقصود ہو تو امام اونچے مقام پر کھڑا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں)۔

ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ رفع الیدین تکبیرِ تحریمہ، رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کرنا چاہیے، امام شافعیؒ، احمد، ابو سلیمان اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے۔ اشہب، ابو المصعب، ابن وہبؒ وغیرہم کی امام مالکؒ سے یہی روایت ہے۔ نیز یہ کہ امام مالکؒ کا اپنا عمل اور فتویٰ بھی اسی قول کے مطابق تھا۔ (حافظ ابنِ حجرؒ نے فتح الباری ۲/۱۸۲ میں ابن عبد البرؒ کے حوالے سے مختصراً ذکر کیا ہے) دیکھو التمہید ۹/۲۱۲)

ایک گروہ ہر فرض و نفل نماز کی ہر تکبیر اور ہر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوئے رفع الیدین کا قائل ہے۔

## اقوال و دلائل کا تجزیہ

ابن قاسم نے امام مالکؒ سے جو روایت ذکر کی ہے، ہمیں اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں نہ کسی روایت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق ہے، نیز حضرات صحابہ کرامؓ و تابعین میں سے اس کا کوئی قائل نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے ہمنوا حضرات کا استدلال اس روایت سے ہے جسے ہم نے بطریق ہمام از عبد اللہ بن محمد باجیؒ از محمد بن عبد الملک بن ایمن از محمد بن اسماعیل صائغ از زہیر بن حرب از وکیع از سفیان ثوری، از عاصم بن کلیب از عبد الرحمٰن بن اسود از علقمہ، حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ کیا میں تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤں؟ پہلی تکبیر کے لیے تو آپؐ نے رفع الیدین کیا لیکن پھر نہ کیا۔[1]

ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ فقط تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (المدونۃ الکبریٰ ۱/۶۹)

ہمیں نہیں معلوم کہ اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور دلیل بھی ہو بلکہ یہ حدیث بھی ان کی دلیل نہیں بن سکتی

---

[1] ابو داؤد، ج ۱ ص ۲۷۲ از عثمان بن ابی شیبہ، ترمذی ج ۱ ص ۳۵ از ہناد، نسائی ج ۱ ص ۱۵۸ بطریق عبد اللہ بن مبارک، طحاوی ج ۱ ص ۱۳۲ بطریق نعیم بن حماد، بیہقی ج ۲ ص ۸، بطریق محمد بن اسماعیل احمسی ان سب حضرات نے اس حدیث کو وکیع سے مذکورہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے، یہ صحیح حدیث ہے، امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے لیکن رفع الیدین کے اثبات کی روایات اس کی نسبت زیادہ صحیح بلکہ یقینی طور پر متواتر ہیں۔ (لہٰذا یہ روایت صحیح ہونے کے باوجود شاذ ہوئی اور شاذ روایت قابلِ عمل نہیں ہوتی، جیسا کہ علم اصولِ حدیث سے واضح ہے۔ نیز ابنِ مسعودؓ سے اس

جیسا کہ ہم ذکر کرتے ہیں ــــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق

یہ حدیث صحیح ہے اور اس میں صرف یہ ذکر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ اور کسی وقت رفع الیدین فرض نہیں ہے اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو پھر ہر رفع و خفض اور تکبیر و تحمید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر رفع کے وقت رفع الیدین ثابت ہے جیسا کہ ہم اس کے بعد ان شاء اللہ عزوجل ذکر کریں گے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ "تم یوں نماز پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" (بخاری کتاب الاذان) ہم اپنی اس کتاب کے "اذان و اقامت کے وجوب کے باب" میں یہ حدیث سند کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں (یعنی مسئلہ ۳۱۵ و ایضاً مسئلہ ۳۵۸)۔

اگر ابن مسعودؓ کی یہ حدیث نہ ہوتی، تو پھر ہر نمازی پر فرض تھا کہ وہ ایسے نماز پڑھتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا طریقہ یہ تھا کہ آپؐ جب بھی سر جھکاتے (یا) اوپر اٹھاتے، رفع الیدین کرتے اور ابن مسعودؓ کی اس حدیث نے یہ واضح کر دیا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی رفع و خفض کے وقت

---

روایت میں باقی مقامات میں رفع الیدین کی نفی نہیں ہے بلکہ راوی کا بیان ہے کہ ابن مسعودؓ نے تحریمہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا۔ اگر اسے نفی پر محمول بھی کیا جائے تو بھی صحابہ کے ایک جم غفیر سے رفع یدین کا اثبات منقول ہے، اور اثبات ہمیشہ نفی کی نسبت مقدم ہوتا ہے۔ شاید حضرت ابن مسعودؓ نے پہلے دور کی نماز کی یہ کیفیت بیان کی ہو جیسا کہ آپ نے تطبیق کو (رکوع در رکوع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر رانوں کے درمیان رکھ لینا) کو بیان کیا ہے، حالانکہ وہ منسوخ ہے احمد شاکر نے "التحقیق" لابن الجوزی کے حاشیہ میں اس مسئلہ کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے لہٰذا یہاں دوبارہ تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

رفع الیدین کے سلسلہ میں وارد شدہ احادیث کے لیے ملاحظہ فرمائیے "جزء رفع الیدین" للبخاری، معانی الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۱۳۱، الام للشافعی ج ۱ ص ۹۰، موطا محمد بن حسن ۸۹، الرد علی اہل المدینہ لمحمد ایضاً ۲۲، نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۲۰۵، سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۸، شرح ابی داؤد ج ۱ ص ۲۶۲ وغیر ذٰلک۔ مؤلف بھی اس سلسلہ میں بہت سی احادیث بیان فرمائیں گے۔

رفع الیدین کرنا سُنّت و مُستحب ہے، فرض نہیں۔

حضرت علیؓ و حضرت ابن مسعودؓ اگر رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے تو حضرت ابن عمرؓ و حضرت ابن عباسؓ اور حضرات صحابہ کرامؓ میں سے ایک جماعت کی بابت ثابت ہے کہ وہ رفع الیدین کیا کرتے تھے، تو ان میں سے بعض کا فعل بعض کے خلاف حجّت نہیں ہے بلکہ ان سب پر حجّت وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ بہر حال اگر حضرت ابن مسعودؓ و حضرت علیؓ رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے تو یہ ثابت تو نہیں کہ انہوں نے رفع الیدین کو مکروہ سمجھا یا اس سے منع کیا ہے جیسا کہ یہ لوگ کرتے ہیں۔

جو حضرات رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کے قائل ہیں ان کا استدلال اس روایت سے ہے جسے ہم نے بطریق مالک و یونس بن یزید و سفیان بن عُیَینہ و ابن جُریج و زُبیدی و مَعمر وغیرہم از زُہری، از سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کو شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے البتہ سجدوں میں ایسا نہیں کیا کرتے تھے۔ (مالک کی روایت بخاری، نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ یونس بن یزید کی روایت بخاری، مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ سفیان بن عیینہ کی روایت مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ میں ہے، ابن جُریج کی روایت مسلم کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔ زبیدی کی روایت ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ میں ہے، معمر کی روایت نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے)۔

نماز میں رفع الیدین پر عمل حضرت جابرؓ بن عبداللہ، ابوسعیدؓ، ابوالدرداءؓ، ام الدرداءؓ اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ و ۲۲۹ والتمہید ۱۰/۲۱۹، وجزء رفع الیدین للبخاری ص ۶۲ و ۶۰)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے بھی نماز میں رفعِ یدین پر عمل ثابت ہے، و نیز آپ لوگوں کو بھی یہ سکھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ بطریق حمّاد بن سلمہ از ازرق بن قیس از حطان بن عبداللہ رقاشی از ابوموسیٰ اشعریؓ مروی ہے (دارقطنی ۱/۲۹۲)

حضرات ابن الزبیرؓ، ابوھریرہؓ اور نعمان بن ابی عیاش سے بھی رفع یدین کرنے کی روایتیں

مروی ہیں[1]۔ نیز جملہ صحابہ کرام کے متعلق بطریق ابوبکر بن ابی شیبہ از معاذ بن معاذ از سعید بن ابی عروبہ از قتادہ حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ وہ تکبیرِ تحریمہ، رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت یوں رفع الیدین کیا کرتے تھے گویا پنکھے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵، التمہید ۹/ ۲۱۷، بیہقی ۲/ ۷۵، امام بخاری جزء رفع یدین ص ۸۱، حدیث ۳۰)

علاوہ ازیں عبدالرحمٰن بن سابط، حسن، قاسم، سالم، عطاء، طاؤس، مجاہد، ابن سیرین، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، قتادہ، حسن بن مسلم، ابن ابی نجیح، عبداللہ بن دینار، مکحول، معتمر بن سلیمان، یحییٰ بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اسماعیل بن عُلَیَّہ، لیث بن سعد، اوزاعی، سفیان بن عُیینہ، حُمَیدی، جَریر بن عبدالحمید، عبداللہ بن مبارک، ابن وہب، احمد بن حنبل، اسحاق، مزنی، ابو ثَور، محمد بن نصر مروزی، محمد بن جریر طبری، ابن المُنذر، عبداللہ بن عبدالحکم کے دونوں صاحبزادوں، ربیع، محمد بن نُمَیر، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، یزید بن ہارون اور دیگر حضرات سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (التمہید ۹/ ۲۱۸، جزء رفع الیدین للامام بخاری ص ۲۶)

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ جب بھی سر جھکایا جائے اور اٹھایا جائے، رفع الیدین کرنا چاہیے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے جسے

۶۶۸۔ ہم نے بطریق [حمام بن احمد از عباس بن اَصبَغ از محمد بن عبدالملک بن اَیمن از ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل از محمد بن عبدالاعلیٰ صنعانی از مُعتمِر بن سُلَیمان از عبیداللہ بن عمر از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ بن عمرؓ از] حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے، رکوع کا ارادہ فرماتے، رکوع سے سر اٹھاتے، دو رکعتیں پڑھنے کے بعد (تیسری کے لیے) اٹھتے، تو ان تمام امور کے لیے رفع الیدین کرتے۔ (بخاری جزء

---

[1] ابن زبیر کی حدیث بیہقی ج ۲، ص ۷۳، میں ہے اور فعل و قول دونوں کا ذکر ہے نیز امام بیہقیؒ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ابوہریرہؓ سے مروی روایت امام بخاری نے اپنی کتاب "جزء رفع الیدین" ص ۶۲ و ۶۳ حدیث رقم ۱۹ و ۲۲ میں ذکر کیا ہے، نعمان بن ابی عیاش تابعی ہیں۔ امام بخاری نے "جزء رفع یدین، ص ۱۳۵ حدیث ۵۹ میں ان کی یہ روایت ذکر کی ہے۔

رفع الیدین، ص ۱۵۲، حدیث ۷۷، وابن حبان ۳ / ۲۶۰ و ۲۶۹ ۔۔ ۲۷۰)۔

۶۶۹۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عیاش از عبدالاعلیٰ، از عبیداللہ بن عمر از] نافع روایت کیا کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے اور جب دو رکعتوں کے بعد (تیسری کے لیے) اٹھتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا۔ (بخاری، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

حماد بن سلمہ نے اس حدیث کو بطریق ایوب سَختیانی، از نافع از ابن عمرؓ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے (بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب ۸۴ تعلیقاً، و فی جزء رفع الیدین ص ۱۳۰، ح ۵۲ و ۵۳، احمد ۲ / ۱۰۰، وبیہقی ۲ / ۷۰)۔

۶۷۰۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد، از عثمان بن ابی شیبہ و محمد بن عُبید مُحاربی از ابن فُضیل از عاصم بن کُلیب از محارب بن دِثار از] حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب ۱۱۹)

۶۷۱۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از احمد بن حنبل از ابوعاصم ضحاک بن مخلد از عبدالحمید بن جعفر از] محمد بن عمرو بن عطاء روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوحُمید ساعدیؓ سے سُنا کہ دس صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں، جن میں ابوقتادہ بھی تھے بیان فرما رہے تھے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی بابت تم سب سے زیادہ جانتا ہوں صحابہ کرامؓ نے فرمایا وہ کیوں؟ واللہ آپ ہماری نسبت نہ تو زیادہ اقتدا کرنے والے تھے اور نہ صحبت کے اعتبار سے قدیم؟ آپ نے فرمایا بجا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا اچھا پھر بیان تو کرو۔ آپ نے بیان فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں تک اُٹھاتے، پھر اللہ اکبر کہتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اعتدال کے ساتھ اپنی جگہ پر قرار پکڑ لیتی، پھر آپ قرات فرماتے، پھر تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھاتے اور انہیں کندھوں کے برابر تک لے جاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور نہایت اعتدال

کے ساتھ رکوع کرتے، نہ سر کو بہت اونچا اٹھاتے اور نہ بہت نیچا جھکاتے، پھر رکوع سے سر اُٹھاتے وقت کہتے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر تک اٹھاتے..... پھر پوری حدیث بیان فرمائی۔ اس حدیث میں آگے یہ ذکر بھی ہے کہ دو رکعتوں کی تکمیل کے بعد جب کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اسی طرح اُٹھاتے، جس طرح نماز کے آغاز کے وقت اٹھایا کرتے تھے، پھر باقی نماز میں بھی ایسا ہی کرتے..... پھر باقی حدیث ذکر کی۔ یہ سُن کر سب صحابہ کرامؓ نے فرمایا آپ بالکل سچ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل اسی طرح نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۶۷۲۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عُبَید اللہ بن میسرہ جُشَمی، از عبدالوارث بن سعید از محمد بن جُحَادہ از عبدالجبار بن وائل[۱] از علقمہ بن وائل] حضرت وائل بن حُجر روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ تکبیر کہتے تو رفع الیدین کرتے، پھر کپڑا اوڑھ لیتے، بائیں ہاتھ کو دائیں سے پکڑ لیتے اور دونوں ہاتھوں کو کپڑے میں داخل کر لیتے، جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو ہاتھوں کو کپڑے سے باہر نکال کر اُوپر اٹھاتے، رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع الیدین فرماتے، پھر سجدہ کرتے اور چہرہ مبارک کو دونوں ہتھیلیوں کے مابین رکھتے، سجدہ سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع الیدین کرتے حتیٰ کہ اسی طرح (نماز مکمل کرنے کے بعد) نماز سے فراغت حاصل کرتے۔ محمد بن جحادہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حسن بن ابی الحسن کے پاس اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز اسی طرح ہے، کچھ لوگوں نے اسی طریقِ کار کو اپنایا ہے اور بعض نے اسے ترک کر دیا ہے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ۱۱۷)

۶۷۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن مُثنّٰی از معاذ بن ہشام دستوائی و

---

[۱] بطریق ابوداؤد جو صحیح سند ہے وہ اسی طرح ہے البتہ ابوداؤد، ج ۱، ص ۲۶۳ میں وائل بن علقمہ ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ علقمہ تو ابن وائل بن حُجر ہے، اور وہ عبدالجبار کا بھائی ہے، یہ بعض رواۃ کی طرف سے غلطی ہو گئی ہے چنانچہ ملاحظہ فرمایئے تہذیب ج ۱۱ ص ۱۱۰۔

عبدالاعلیٰ و محمد بن ابی عدی از سعید بن ابی عروبہ، از قتادہ ـــــ معاذ کہتے ہیں کہ میرے باپ نے قتادہ سے یہ روایت بیان کی ہے، پھر سب نے از نصر بن عاصم از] حضرت مالک بن حویرثؓ روایت کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے نماز میں رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت، سجدہ سے سر اٹھاتے وقت کانوں تک دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ (مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، نسائی ایضاً کتاب الصلوٰۃ باب ۲۶۱، ۲۴۲، ۳۶۵، ۳۸۲، ۴۳۱)

یہ ابن ابی عدی اور عبدالاعلیٰ کے الفاظ ہیں، جبکہ حضرت معاذؓ نے حدیث بیان کرتے ہوئے، یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو رفع الیدین کرتے، رکوع کرتے وقت بھی اسی طرح کرتے، نیز رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی اسی طرح کرتے۔

۶۷۴۔ ہم نے بطریق [احمد بن محمد بن جسور از وہب بن مسرۃ از محمد بن وضاح از ابوبکر بن ابی شیبہ از عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی از حُمید از] حضرت انسؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ ۱/۲۳۵، اور یہ سند نہایت ہی صحیح ہے)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ آثار و احادیث جو ابن عمرؓ، ابوحمیدؓ، ابوقتادہؓ، وائل بن حجرؓ، مالک بن حویرثؓ، انسؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں، یہ بالکل ظاہر اور متواتر ہیں اور علم الیقین کا موجب ہیں۔"

امام ابن حزم مزید فرماتے ہیں کہ زہری نے از سالم از ابن عمرؓ جو روایت کیا ہے، وہ اس کی نسبت زائد ہے جو علقمہ نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور امر زائد کا اخذ کرنا واجب ہے کیونکہ ابن عمرؓ نے وہ بیان کیا ہے، جسے ابن مسعودؓ دیکھ نہیں سکے یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کیا ہے اور یہ دونوں صحابی ثقہ ہیں اور دونوں نے وہ کچھ بیان کر دیا جس کا انہوں نے مشاہدہ کیا، حضرت ابن مسعود رفع الیدین کو ایسے ہی دیکھ نہ سکے جیسا کہ آپ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو دیکھ نہ سکے۔ پس دونوں روایتوں کو اس بات پر محمول

کیا جائے گا کہ دونوں حضرات نے اپنے اپنے مشاہدہ کو ذکر کیا ہے۔"

اور نافع و محارب بن دثار دونوں نے ابن عمرؓ سے جو روایت بیان کی ہے اور ابو حمید، ابو قتادہ اور آٹھ دیگر صحابۂ کرامؓ نے جو روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد اُٹھتے وقت بھی رفع الیدین کیا کرتے تھے، یہ بھی زُہری کی اس روایت سے جسے وہ سالم از ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں اس کی نسبت ایک زائد امر ہے، ان میں سے ہر ایک صحابی ثقہ ہے اور اپنا اپنا مشاہدہ بیان کرنے میں قابلِ اعتماد، لہٰذا دونوں پر اعتماد کیا جائے گا اور امرِ زائد کو قبول کرنا بھی واجب ہو گا۔

حضرت انسؓ نے بوقتِ سجدہ جو رفع الیدین کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ابن عمرؓ کی روایت کی نسبت ایک زائد امر بیان ہُوا ہے، ان میں سے بھی ہر راوی ثقہ ہے اور اس نے جو مشاہدہ کیا اسے روایت کر دیا ہے

اسی طرح مالک بن حُویرثؓ نے جو رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے، سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین ذکر کیا ہے، یہ اس سلسلہ کی تمام روایات کی نسبت ایک زائد امر ہے، سب راوی روایت کرنے اور سُننے میں ثقہ ہیں اور مختلف روایات میں جو زائد امور بیان ہوں ان کو قبول کرنا فرض ہے اور ان کا ترک کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ امرِ زائد ایک مستقل حکم ہوتا ہے، جاننے والے اسے بیان کر دیتے ہیں اور نہ جاننے والوں کا سکوت مضر نہیں ہوتا۔ سب احکام کے سلسلہ میں یہ قاعدہ مسلّم ہے اور احکام میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس کے مطابق ابن عمرؓ کا قول بھی ہے، جیسا کہ قبل ازیں ہم آپ کا عمل بھی ذکر کر آئے ہیں، حضرت حسن بصریؒ اور سب صحابۂ کرامؓ کا قول و عمل اسی کے مطابق ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

۶۷۵۔ ہم نے بطریق (یونس بن عبد اللہ از احمد بن عبد اللہ بن عبد الرحیم از احمد بن خالد از محمد بن عبد السلام خُشنی، از محمد بن بشار از عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی از عبید اللہ بن عمر، از نافع از) حضرت ابن عمرؓ روایت کیا کہ آپ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے، جب رکوع کرتے اور جب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے، اور جب سجدہ کرتے اور دو رکعتوں کے مابین بھی دونوں ہاتھوں کو اپنے سینہ تک اُٹھاتے[1]

[1] امام بخاری نے جزء رفع الیدین، ص ۲۰ میں ابن عمرؓ سے روایت ذکر کی ہے کہ آپ نماز کے آغاز میں بوقتِ رکوع،

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے اور ابن عمرؓ کا رفع یدین سجدے کے وقت کرنا جو خود ان کی روایت کردہ حدیث جس میں ترک الرفع عند السجود کا ذکر ہے، کی مخالفت (۱) اسی وقت صحیح ہو گا کہ ان کے نزدیک

---

رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعتوں کے بعد اُٹھتے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے، پھر امام بخاری نے فرمایا ہے کہ وکیع نے از عمری از نافع از ابن عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے یہ اضافہ کیا ہے کہ آپ رکوع و سجود کے وقت رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ محفوظ امر وہ ہے جسے عبیداللہ، ایوب، مالک، ابن جریج، لیث اور اہل حجاز سے متعدد حضرات اور اہل عراق نے از نافع، حضرت ابن عمرؓ سے بوقت رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے۔ اگر عمری کی از نافع از ابن عمرؓ حدیث صحیح بھی ہو تو یہ پہلی حدیث کے مخالف نہ ہو گی کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ "جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے"۔ اور یہ کوئی خاص اختلاف نہیں ہے کیونکہ یہ فعل کی زیادتی ہے اور زیادتی جب ثابت ہو جائے، تو مقبول ہوتی ہے عمری جس کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؓ ہیں۔ یہ اس حدیث کے راوی عبیداللہ کے بھائی ہیں، عمری ثقہ ہیں اگرچہ حافظہ کے اعتبار سے ان میں کچھ ضعف بھی ہے، ان کا بھائی عُبیداللہ ثقہ اور حجّت ہے، نافع سے روایت کرنے کے سلسلہ میں بعض حفاظ انہیں امام مالک کی نسبت مقدم سمجھتے ہیں، عبدالوہاب ثقفی بھی ثقہ و حجت ہیں صحیح سند کے ساتھ ابن عمرؓ کا بوقت سجدہ رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے، اس کی مزید تائید عمری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے از نافع، از ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ذکر کیا ہے۔

بظاہر یُوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت کرنے کے بعد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوقت سجود رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے، حضرت ابن عمرؓ کو بعض صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت مل گیا تو آپ نے عملی طور پر رجوع فرما لیا اور قولی طور پر اسے روایت بھی کر دیا جیسا کہ امام ابن حزمؒ نے بھی فرمایا ہے۔ للہ درہ! (احمد شاکر) رفع یدین کے سلسلہ میں ساری روایتوں پر غور کرنے سے نماز میں حسب ذیل مقامات پر رفع یدین کا ثبوت سُنتِ صحیحہ و آثارِ صحابہ سے ملتا ہے (۱) بوقتِ تحریمہ (۲) بوقتِ رکوع (۳) بعد الرکوع (۴) دو رکعتوں کے بعد، لیکن بعد الرکوع رفع یدین کو بعض راویوں نے "وَإِذَا سَجَدَ" یعنی جب سجدہ کرتے روایت کر دیا۔ دونوں لفظوں کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی رکوع کے بعد اور سجدہ سے قبل۔　(ابو الاشبال شاغف)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر عمل کرنا ثابت ہو۔[1]

۶۷۶۔ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات از احمد بن عبدالبصیر از قاسم بن اصبغ از محمد بن عبدالسلام خشنی از محمد بن مثنی از] ابوسہل نضر بن کثیر سعدی[2] روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ منیٰ کی مسجد خیف میں میرے پہلو میں حضرت ابن طاؤس نے نماز پڑھی، جب آپ سجدۂ اولیٰ سے سر اٹھاتے تو اپنے ہاتھوں کو چہرہ کے سامنے تک اٹھاتے، میں نے اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے وہیب بن خالد سے کہا کہ یہ ایک ایسا کام کر رہے ہیں کہ میں نے کسی کو اس طرح کرتے ہوئے نہیں دیکھا؟ ابن طاؤس نے یہ سن کر فرمایا میں نے اپنے باپ کو دیکھا وہ اسی طرح کیا کرتے تھے اور مجھ سے آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا۔ (ابوداؤد الصلوٰۃ باب ۱۱۸، نسائی الصلوٰۃ باب ۴۳۴، والکنیٰ للدولابی ۱/ ۱۹۸)

۶۷۷۔ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات از عبداللہ بن علی باجی از احمد بن خالد از حسن بن احمد از محمد بن عبید بن حساب از حماد بن زید از] حضرت ایوب سختیانی روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے طاؤس اور نافع مولیٰ ابن عمرؓ کو دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا، حماد کہتے ہیں، ایوب بھی اسی طرح کیا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۷۱)

۶۷۸۔ہم نے بطریق [حمام از ابن مفرج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از] ابن جریج روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع کرتے وقت،

---

[1] یہ ظن ہے وَالظَّنُّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا، اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بسند صحیح وصریح ثابت ہو جاتے تو پھر اسی پر عمل ہوگا۔ وگرنہ یوں ہوگا یا ایسا ہوگا، یہ سب احتمال وظنون ہیں، پھر مسلہ اصول ہے کہ راوی کی روایت قابل قبول ہے اگر اس کا فعل اس کے خلاف ہو تو اسے سہو ونسیان پر محمول کیا جائے گا۔ (ابوالاشبال شاغف)

[2] یہ نضر ضعیف ہے۔ ذہبی نے "میزان الاعتدال" میں نقل کیا کہ ابن حبان فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا ہے اور اس کی روایتیں بھی بہت مختصر ہیں۔ نیز امام بخاری کا قول نقل کیا کہ اس کے پاس مناکیر ہیں یعنی اس کی روایتیں منکر ہیں۔ (ابوالاشبال شاغف)

رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدۂ اولیٰ سے سر اٹھاتے وقت، دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت کے بعد کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا" جی ہاں! میں نے عرض کیا کہ" آپ ہاتھوں کو کانوں کے نیچے کر لیتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے حضرت عثمانؓ کے بارے میں یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ اس طرح کیا کرتے تھے۔ پھر میں نے آپ سے یہ بھی پوچھا کیا نفل نمازوں میں بھی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا چاہیے"؟ آپ نے فرمایا" ہاں! ہر نماز میں رفع یدین کرنا چاہیے۔" (عبدالرزاق ۱/۷۰)

## ۴۴۳۔ تکبیرِ تحریمہ کے بعد کی دعائیں

توجیہ سُنّت حسنہ ہے وہ یہ کہ امام اور منفرد تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہر نماز میں" وَجَّهْتُ وَجْهِيَ ......الخ" پڑھے خواہ نماز فرض ہو یا غیر فرض، جہری ہو یا سرّی جیسا کہ

۶۷۹۔ ہم نے بطریق [ حمام بن احمد از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از عبداللہ بن احمد بن حنبل، از والد خود از ابوسعید از عبدالعزیز بن عبداللہ بن ماجشون از عبداللہ بن فضل و ابو یوسف بن ابی سلمہ ماجشون از عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج از عبیداللہ بن ابی رافع از ] حضرت علی بن ابی طالبؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو یہ دعاءِ استفتاح پڑھتے........

۶۸۰۔ [ بدیں سند تا ابن ایمن از احمد بن زہیر بن حرب از والدِ خود[^1] از عبدالرحمٰن بن مہدی از عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ ابن ماجشون از عم خود ابو یوسف بن ابی سلمہ از عبدالرحمٰن اعرج، از عبیداللہ بن ابی رافع ] حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو یہ دعائے استفتاح پڑھتے........

امام احمد اور زُہیر کی روایتوں میں متفقہ طور پر دعائے استفتاح کے الفاظ یہ ہیں:۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ — (میں نے سب سے یکسُو ہو کر اپنے آپ کو اسی

[^1]: مصنّف نے دونوں سندوں کو اکٹھا بیان کیا تھا جس سے قاری کو سمجھنے میں دشواری تھی لہٰذا دونوں کو علیحدہ بیان کر دیا گیا۔ (ابوالاشبال شاغف)

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (الانعام - ۸۰)

ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں اُن لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔"

اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (الانعام - ۱۶۲-۱۶۳)

"بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ربّ العٰلمین ہی کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اوّل فرمانبردار ہوں۔"

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِيْ، وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا، اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ، لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ، وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ، اَنَا بِكَ وَاِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ (مسند احمد ۱/۹۴، ۱۰۲، مسلم، ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ و ترمذی کتاب الدعوات، الطیالسی ۲۲، ح ۱۵۲، و بیہقی ۲/۳۲ و ۳۳)

"اے اللہ! تو بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو میرا رب اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں، تو میرے سب گناہوں کو معاف فرما دے، تیرے سوا گناہوں کو اور کوئی معاف نہیں کر سکتا، مجھے اخلاقِ حسنہ کی ہدایت عنایت فرما، تیرے سوا کوئی یہ ہدایت نہیں فرما سکتا اور مجھ سے اخلاقِ سیّئہ کو دُور فرما دے، تیرے سوا انہیں مجھ سے اور کوئی دُور نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! میں حاضر ہوں، ساری کی ساری بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے اور بُرائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے۔ میں تیرے ساتھ ہوں، تیری طرف ہوں تو بابرکت و بلند ہے، میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ دعا بطریق حجاج بن منہال وابوالنضر ومعاذ بن معاذ از ابن ماجشونؒ بھی مروی ہے[1] جابر بن عبداللہ اور کئی دیگر صحابہ کرامؓ سے بھی مروی ہے" (جابر بن عبداللہ کی روایت نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے ونیز محمد بن مسلمہ سے بھی)

۶۸۱۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از زہیر بن حرب وابوبکر بن ابی شیبہ ومحمد بن عبداللہ بن نمیر وابوکامل ـــــ ابوکامل از عبدالواحد بن زیاد، و ابوبکر وابن نمیر از ابن فضیل، وزہیر از جریر بن عبدالحمید، ـــ اور یہ الفاظ جریر کے ہیں ـــ وہر سہ یعنی عبدالواحد وابن فضیل، وجریر بالاتفاق از عمارہ بن قعقاع از ابوزرعہ بن عمرو بن جریر از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد اور قرأت شروع کرنے سے پہلے کچھ دیر سکوت فرماتے، میں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں، آپ تکبیر تحریمہ اور قرائت کے درمیان کیا پڑھا کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں یہ دعا پڑھتا ہوں:

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰھُمَّ نَقِّنِیْ مِنْ خَطَایَایَ کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ. اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالثَّلْجِ وَالْمَآءِ وَالْبَرَدِ۔ | "اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے مابین اس قدر دُوری پیدا فرما دے جس قدر تُو نے مشرق ومغرب کے مابین دُوری پیدا کی ہے۔ اے اللہ مجھے میرے گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میری غلطیوں کو برف پانی اور اولوں سے دھو دے" |

---

[1] حجاج بن منہال والی روایت صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۳۵ ومنتقی لابن الجارود ص ۷۰، ح ۱۷۹ اور ابوالنضر کی روایت مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۱۲۴ وصحیح ابن حبان ۳/۱۹۸ ومسند احمد ۱/۱۰۲، اور معاذ بن معاذ کی روایت ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، باب ۱۲۲ اور ۱/۳۶۱ ومسند ابی عوانہ ۲/۱۰۰ وغیرہ میں ہے۔

(بخاری، مسلم، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، نسائی کتاب الطہارۃ باب ۴۸، ۲۱۱، و ۱/۱۷، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ والدعوات)۔ یہ روایت بطریق سفیان از عمارہ بن قعقاع بھی مروی ہے (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۱۷۱)

اس کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت تو ہے لیکن آپ نے ہمیں اس کے پڑھنے کا حکم نہیں دیا البتہ آپ کے اسوہ حسنہ کی پیروی ایک بہت عمدہ عمل ہے[1]۔ ہم اس بات کو بھی مستحب سمجھتے ہیں کہ امام قرائت سے فراغت کے بعد اور رکوع سے قبل بھی تھوڑا سا سکوت اختیار کرے، جیسا کہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے:۔

۶۸۲۔ ہم نے بطریق (حمام از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از احمد بن محمد برتی قاضی از ابو معمر، از عبدالوارث بن سعید تنوری از یونس ابن عُبید از) حضرت حسن بصریؒ روایت کیا کہ حضرت سمُرہ بن جُندبؓ نے نماز پڑھائی، تکبیر کہی اور پھر کچھ دیر خاموش رہے، پھر آپ نے قرائت شروع کی، جب سُورہ ختم کر لی، تو پھر کچھ دیر سکوت فرمایا، پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ حضرت عمران بن حُصینؓ نے پُوچھا "یہ کیا؟" تو آپ نے فرمایا کہ مجھے یاد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا، چنانچہ حضرت عمران نے اس سلسلہ میں حضرت اُبَیّ بن کعبؓ کی خدمت میں خط لکھا تو انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق فرما دی۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، دارمی، دارقطنی، بیہقی ایضاً فی الصلوٰۃ و حاکم ۱/۲۱۵[2])

---

[1] اُسوہ حسنہ کی پیروی کتاب و سُنّت کی روشنی میں فرض ہے جیسا کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ اور مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ سے واضح ہے۔ (شاغف)

[2] امام حاکمؒ نے اسے شرط صحیحین پر صحیح قرار دیا ہے، علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔ حسن کے حضرت سمُرہ سے سماع کے بارے میں اختلاف ہے، حق بات یہی ہے کہ سماع ثابت ہے جیسا کہ امام علی بن مدینیؒ سے امام ترمذیؒ نے ج ۱ ص ۳۸ میں نقل کرتے ہُوئے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ امام علی بن عبداللہ فرماتے تھے کہ حسنؒ کی حضرت سمرہؓ سے حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن کا حضرت سمرہؓ سے سماع ثابت ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کوئی شخص حسن کے حضرت سمرہؓ سے سماع کی بابت وہم میں مبتلا نہ ہو یہ سماع ثابت ہے (اس سلسلہ میں تفصیلی کلام کے لیے ملاحظہ فرمائیے نصب الرایہ جلد ۱، ۴۶، ۴۷)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

"ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ہر امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے جیسا کہ حضرت سمرہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کیا مقتدی پہلے سکتہ میں سورۂ فاتحہ پڑھ لے اور جو نہ پڑھ سکے وہ دوسرے سکتہ میں پڑھ لے"

امام ابن حزمؒ مزید فرماتے ہیں کہ جمہور سلف کا اسی کے مطابق عمل رہا ہے"

ہم نے بطریق حماد بن سلمہ، از ابراہیم نخعی، از علقمہ روایت کیا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب جب نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کے بعد یہ دعا پڑھتے :۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

"اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے تیرا نام بابرکت، اور تیری بزرگی بڑی اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

حضرت عمرؓ یہ دعا پڑھتے ہوئے، آواز بلند بھی کر دیا کرتے تھے جس سے ہم یہ خیال کرتے کہ آپ ہمیں بھی یہ دعا سکھانے کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ (سنن دار قطنی ۱/۳۰۰)

نیز بطریق عبدالرزاق از سفیان ثوری از منصور بن معتمر از ابراہیم نخعی، از اسود، حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ آپ تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھتے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ..... الخ (مصنف عبدالرزاق ۲/۷۵)

حضرت عمرؓ کا یہ عمل تمام صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں تھا اور کسی نے بھی آپ کی اس سلسلہ میں کوئی مخالفت نہیں کی۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ، ابن عمرؓ، طاؤسؒ اور عطاء یہ سب حضرات فرض نماز میں تکبیر کے بعد دعاء توجیہ یعنی ثناء پڑھتے تھے، اوزاعی، سفیان ثوری، ابوحنیفہ، شافعی، احمد، اسحاق، داؤد اور ان کے اصحاب بھی ثناء پڑھنے کے قائل تھے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں دعاء توجیہ یعنی ثناء کو نہیں جانتا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :

"جو شخص کسی بات کو نہیں جانتا، اس کی بات اس کے خلاف حجت نہیں ہوسکتی، جو اُسے جانتا ہے۔"

آپ کے بعض مقلدین نے معارضہ کے طور پر وہ روایت پیش کی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اور سورۂ فاتحہ کی قرات سے نماز کا آغاز فرمایا کرتے تھے۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

لیکن یہ روایت ان حضرات کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ ہماری دلیل بنے گی، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرات کے آغاز کرنے میں توجیہ داخل نہیں ہے کیونکہ دعاء توجیہ یعنی ثناء قرات نہیں بلکہ ذکر ہے تو صحیح بات یہ ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ نماز کو شروع کرتے، پھر ذکر کرتے اور پھر قرات کا سورۂ فاتحہ سے آغاز کرتے۔ یہ مسلمہ اصول بھی یاد رہے کہ عادل راویوں سے جو امر زائد منقول ہے اسے رد نہیں کیا جاسکتا"۔ ــــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق!

مقتدی اس دعاء کو نہ پڑھے کیونکہ یہ قرآن مجید کا حصہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے[1]، اگر سورۂ فاتحہ کی قرات کے بعد امام کے سکتے کے دوران پڑھ لے تو ٹھیک ہے۔

## ۴۴۴۔ امام بحالتِ جماعت نماز کو لمبی نہ کرے

امام پر واجب ہے کہ جب وہ جماعت کرائے تو ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ اسے یہ علم نہیں ہوتا کہ

---

[1] نماز کی اکثر دعائیں ایسی ہیں جن میں قرآن کا کوئی نہ کوئی جملہ یا حصہ اس میں موجود ہے لیکن جب سنتِ نبوی سے ان مقامات میں پڑھنے کا ثبوت بسند صحیح ہے تو پھر اس دلیل سے کہ قرآن کا حصہ ہے اور فاتحہ کے علاوہ قرات سے مقتدیوں کو منع کیا گیا ہے اس لیے مقتدی نہ پڑھے، یہ قیاس ہے اور ابن حزم قیاس کے منکر ہیں لہٰذا ان کے اصول کے مطابق بھی پڑھنا ہی چاہیے۔ حق بات یہ ہے کہ ان دعاؤں کو کوئی قرات سمجھ کر مقامِ قرات میں نہیں پڑھتا کہ اس حدیث سے ممنوع قرار دیا جائے جس میں ماعدا فاتحہ کی قرات سے منع کیا گیا ہے۔ فافہم وتدبر۔ (ابوالاشبال شاغف)

مقتدیوں میں کتنی طاقت ہے۔ البتہ تنہا نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وہ جس قدر چاہے لمبی نماز پڑھ سکتا ہے، بشرطیکہ اس نماز کا وقت نہ ختم ہو جائے۔ جسے اس نے اس نماز کے بعد پڑھنا ہے۔ تنہا پڑھنے والا اگر ہلکی نماز بھی پڑھ لے تو جائز ہے۔

۶۸۳۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد بلخی از فربری از بخاری از عبداللہ بن یوسف، از مالک از ابی الزناد از اعرج از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے، تو اسے تخفیف کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف، بیمار اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں لیکن جب کوئی تن تنہا نماز پڑھ رہا ہو، تو وہ جس قدر چاہے نماز کو لمبا کر سکتا ہے۔ (بخاری، ابوداؤد نسائی کتاب الصلوٰۃ و موطا امام مالک الصلوٰۃ ایضاً)

۶۸۴۔ [بدین سند تا بخاری از احمد بن یونس از زہیر بن معاویہ از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم] روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابومسعودؓ نے خبر دی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول، اللہ کی قسم میں صبح کی نماز میں فلاں امام کی وجہ سے پیچھے رہ جاتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے جتنا اس دن ناراضگی کا اظہار فرمایا، وعظ و نصیحت میں اس قدر ناراضگی کا کبھی اظہار نہیں فرمایا تھا، چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے کچھ لوگ، دوسروں کو دین سے دُور بھگانے والے ہیں تم میں سے جو شخص دوسروں کو نماز پڑھائے، وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ مقتدیوں میں ضعیف، بڑی عمر والے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری کتاب العلم والصلوٰۃ والادب والاحکام، مسلم ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ، نسائی کتاب العلم)

۶۸۵۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق قاضی از ابن الاعرابی از ابوداؤد، از موسیٰ بن اسماعیل از حماد بن سلمہ از سعید جریری، از ابوالعلاء، از مطرف بن عبداللہ بن شخیر از] حضرت عثمان بن ابی العاصی روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! مجھے میری قوم کا امام بنا دیجیے؟ آپ نے فرمایا تم ان کے امام ہو، ضعیف آدمی کا لحاظ رکھو اور کسی ایسے شخص کو موذن بنالو جو اذان کی اُجرت نہ لے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزم فرماتے ہیں:۔

"تخفیف کی حد یہ ہے کہ امام دیکھے کہ مقتدیوں میں جو سب سے زیادہ کمزور اور زیادہ ضرورت مند

ہو وہ جس قدر وقوف، رکوع، سجود اور جلوس کو گوارا کر سکتا ہو، اسی قدر کو اختیار کرے،
چنانچہ سلف صالح سے بھی ایسے ہی منقول ہے۔"

بطریق حماد بن سلمہ از ثابت بُنانی و حُمید حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے اور کسی کے پیچھے میں نے نماز نہیں پڑھی، جس کی نماز مختصر مگر مکمل بھی ہو، آپ کی نماز مختصر ہوتی تھی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز بھی مختصر ہوتی تھی البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کو لمبا کر دیا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ)

بطریق وکیع، از سعید بن ابوعروبہ ابورجاء عطاردی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زُبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے پوچھا "کیا بات ہے آپ اصحابِ رسول، دیگر سب لوگوں کی نسبت ہلکی نماز پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہم وسوسوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۵۶ عبدالرزاق ۲/ ۳۶۷)۔

بطریق عبدالرزاق از ابن جُریج، از عطاء روایت ہے، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم امام بنو، تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ لوگوں میں بوڑھے، کمزور، بیمار اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا پڑھو تو جس قدر چاہو لمبی پڑھ لو، نیز نماز کو گرمیوں میں، ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی کے جوش کے باعث ہے۔ (عبدالرزاق ۲/ ۳۶۳)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ و حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ نماز پڑھاتے ہوئے تخفیف کو اختیار کرنا چاہیے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/ ۳۶۷، و ابن ابی شیبہ ۲/ ۵۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گھر میں بہت لمبی نماز پڑھا کرتے تھے لیکن جب لوگوں کو پڑھاتے تو مختصر اور اسی کی رغبت دلایا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۲/ ۵۶، و عبدالرزاق ۲/ ۳۶)

حضرت عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کسی سخت بکری کا دودھ دوہنے لگ جائے، تو میں اس کے فراغت حاصل کرنے تک پانچ نمازیں پڑھ سکتا ہوں، رکوع و سجود بھی مکمل کروں گا۔" (عبدالرزاق ۲/ ۳۶۷)۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر میں کسی ذبح ہوتی ہوئی بکری کے پاس سے گزروں، جس کی کھال کو اتارنا

شروع کر دیا گیا ہو، تو اس کام سے فراغت سے پہلے پہلے میں پانچ نمازیں پڑھ سکتا ہوں۔

ہم نے طوالت کے سلسلہ میں جو حد ذکر کی تھی، تو وہ اس لیے کہ اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز اُس وقت پڑھی، جس وقت کل عصر کی نماز ادا فرمائی تھی۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ صبح کا وقت طلوعِ شمس اور عصر کا غروبِ آفتاب تک ہے، مغرب کا وقت جب تک شفق کی روشنی نہ ختم ہو اور عشاء کا نصف شب تک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی نماز کو اس کے آخری وقت میں شروع کرے تو باقی نماز کو پھر وہ اگلی نماز کے وقت تک لے جائے گا، یعنی اس نے اپنی نماز کو شروع ہی اتنی تاخیر سے کیا ہے کہ اتنی تاخیر جائز نہ تھی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفریط یہ ہے کہ نماز کو آپ اس قدر لیٹ کر دیں کہ دوسری کا وقت شروع ہو جائے۔ (حوالہ مسئلہ ۳۲۵ میں دیکھیے)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص نماز کو بر وقت شروع کرے، تو وہ جس قدر چاہے، نماز کو لمبا پڑھ سکتا ہے الا یہ کہ ایسی طوالت ہو جس سے نص نے منع کر دیا ہو یا پھر اگلی نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو ـــــ وباللہ تعالیٰ التوفیق!

## ۴۴۵۔ نمازوں میں قراءت

ہم نے یہ پہلے عرض کیا ہے کہ ہر رکعت میں فرض صرف سورۃ فاتحہ کی قراءت ہے، اس سے اگر کم و بیش کچھ زیادہ قراءت کرے تو بہت بہتر ہے خواہ نماز فرض ہو یا غیر فرض، ہم کسی کو مستثنیٰ قرار نہیں دیتے۔ البتہ ہم یہ مستحب سمجھتے ہیں کہ نماز صبح میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ کسی سورت سے ساٹھ سے لے کر سو آیات تک قراءت کی جائے۔ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ تقریباً تیس آیات اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ تقریباً پندرہ آیات کی قراءت کی جائے۔ عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ظہر کی آخری دو رکعتوں جتنی قراءت کی جائے جبکہ عصر کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پر اکتفاء کیا جائے۔

نمازِ مغرب میں عصر کی نماز کے مانند قراءت کرنی چاہیے، ہاں اگر مغرب میں اعراف، مائدہ، طور یا مرسلات میں سے کسی سورہ کی قراءت کرے تو بہت بہتر ہے۔ عشاء کی نماز کی ابتدائی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ

سورۃ والتّین اور سورۃ والشمس جیسی سورتوں کی قرائت کرنی چاہیئے۔

جمعہ کے دن صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ الم تنزیل السجدہ اور دوسری میں فاتحہ کے ساتھ ھَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَان کی قرائت مستحب ہے۔ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ منافقون یا کبھی کبھی سورۃ اعلیٰ و غاشیہ کی قراءت مستحب ہے۔

اگر کوئی شخص تمام نمازوں میں سے کسی ایک کی ایک رکعت میں دو سورتیں یا اس سے زیادہ پڑھ لے تو بہتر ہے، اگر کوئی سورۃ فاتحہ سے پہلے کسی اور سورہ کی قرائت کرے تو یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے البتہ نماز ہو جائے گی۔[1]

امام اگر لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن پھر وہ مقتدیوں میں سے کسی کے عذر کو محسوس کرے تو نماز کو مختصر کر دے۔

## فجر کی نماز میں قراءت

۶۸۶۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری، از بخاری از آدم از شعبہ از] سیار بن سلامہ ابوالمنہال روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم ابوبرزہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اس قدر قراءت فرماتے کہ فراغت کے بعد آدمی اپنے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی کو پہچان سکتا تھا، آپ دونوں یا ایک رکعت میں ساٹھ سے لے کر سو آیات تک کی قرائت فرمایا کرتے تھے (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

## ظہر و عصر کی نماز میں قراءت

۶۸۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابوبکر بن ابی شیبہ از ہشیم از منصور بن زاذان از ولید بن مسلم ابوبشر عنبری از ابوالصدیق بکر بن عمرو ناجی از] حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی ابتدائی دو رکعتوں

---

[1] اگر عدمِ علم کی بنا پر یا بھول کر ایسا کیا تو ٹھیک لیکن یہ جانتے ہوئے کہ سنت یہ ہے کہ اوّل فاتحہ پھر کوئی دوسری "سورۃ پڑھی جائے" اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز ہونے میں شک ہے۔ واللہ اعلم ــــ ناشر

میں تیس آیات کے بقدر قرائت فرماتے ہیں اور آخری دو میں اس سے نصف کے بقدر را عصر کی پہلی دو رکعتوں کے بارے میں ہمارا اندازہ یہ تھا کہ ان میں قرائت ظہر کی آخری دو رکعتوں کے بقدر ہوتی ہے اور آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف (مسلم، ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

۶۸۸۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از ہارون بن عبداللہ حمّال از ابن ابی فُدیک از ضحاک بن عثمان از بکیر بن عبداللہ بن اشجّ از سلیمان بن یسار از] حضرت ابوہریرہ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی نماز کے علاوہ اور کسی کی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا، سلیمان کہتے ہیں کہ آپ کی ظُہر کی ابتدائی دو رکعتیں لمبی جبکہ آخری دو مختصر ہوتی تھیں۔ عصر کی نماز بھی مختصر ہوتی تھی، مغرب میں آپ قِصارِ مُفصّل، عشاء میں اَوساطِ مُفصّل اور صبح کی نماز میں آپ طِوالِ مُفصّل کی قرائت فرمایا کرتے تھے۔ (نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

## مغرب کی نماز میں قراءت

۶۸۹۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عبداللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از عبیداللہ بن عبداللہ بن عُتبہ بن مسعود از] حضرت ابن عباسؓ روایت کیا ہے کہ حضرت اُمّ الفضل نے آپ کو سورہ مُرسلات کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا، تو فرمایا ”بیٹا! آپ نے اس سورہ کی تلاوت کر کے مجھے یاد دلا دیا کہ یہ وہ آخری سورہ ہے جس کی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں تلاوت کرتے ہوئے سُنا۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ والمغازی، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۶۹۰۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از عمرو ناقد از یعقوب بن ابراہیم بن سعد، از والد خود از صالح از زہری از عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ از] حضرت ابن عباسؓ روایت کیا۔۔۔۔ آپ نے یہ روایت ذکر کی اور اس میں یہ ذکر بھی ہے کہ اُمّ الفضلؓ نے فرمایا اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی نماز نہیں پڑھائی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

مغرب کی یہ وہ آخری نماز ہے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا، گویا یہ آپ کا آخری عمل ہے، کہاں ہیں وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے آخری عمل کی اتباع کے

دعویدار ہیں۔

۶۹۱۔ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عبداللہ بن یوسف از مالک از ابن شہاب از محمد بن جُبیر بن مُطعم از] حضرت جُبیر بن مطعمؓ روایت کیا کہ اُنہوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نماز مغرب میں سورۂ طُور کی تلاوت کرتے ہوئے سُنا۔ (بخاری کتاب الصّلوٰۃ وکتاب الجہاد وکتاب المغازی و کتاب التفسیر، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتابُ الصلوٰۃ)

۶۹۲۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عُمر بن عبدالملک از محمد بن بکر بصری از ابوداؤد سجستانی از حسن بن علی حلوانی از عبدالرزاق از ابن جُریج از ابن ابی مُلیکہ از عُروہ بن زُبیر از] مروان بن حکم روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت نے مجھ سے کہا کیا بات ہے، آپ مغرب میں قصارِ مُفصّل کی تلاوت کرتے ہیں، حالانکہ مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپ مغرب میں طوال کی دو لمبی سُورتوں کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ مَیں نے پوچھا کہ طوال کی دو لمبی سُورتوں سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا اس سے مراد سُورۂ اعراف ہے۔ ابن جُریج کہتے ہیں کہ مَیں نے اس سلسلہ میں ابن ابی مُلیکہ سے پُوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان سے سُورۃ المائدہ اور "الاعراف" مراد ہیں (بخاری، ابوداؤد، نسائی کتابُ الصّلوٰۃ)

حضرت زیدؓ امیرِ مدینہ کی اس بات کی تردید کر رہے ہیں کہ وہ نماز مغرب میں ہمیشہ قصارِ مفصّل کی تلاوت کیوں کرتے ہیں نیز انہیں رغبت دلاتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نماز مغرب میں سُورۂ اعراف کی قرائت کرتے ہوئے سُنا ہے، تو آپ اس کی قرائت کیوں نہیں کرتے؟

## عشاء کی نماز میں قراءت

۶۹۳۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از قُتیبہ بن سعید از لیث بن سعد از ابوالزّبیر از] حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کیا کہ حضرت معاذؓ نے اپنے مقتدیوں کو عشاء کی نماز پڑھائی تو قرائت بہت لمبی کر دی، حتیٰ کہ ایک آدمی نے نماز کو توڑ کر الگ نماز پڑھ لی، حضرت معاذؓ کو جب اس کی خبر ہُوئی تو کہنے لگے کہ یہ منافق ہے۔ جب اس آدمی کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حضرت معاذؓ کی شکایت کر دی، تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا "معاذ! تم فتنہ باز بننے کا ارادہ

رکھتے ہو؟ جب لوگوں کو نماز پڑھاؤ، تو سورۃ "والشمس"، "الاعلیٰ"، "العلق" اور "واللیل اذا یغشیٰ" پڑھ لیا کرو۔

(مسلم، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

سلف صالح سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ بطریق عبدالرزاق، از معمر از زہری، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی تو آپ نے مکمل دو رکعتوں میں سورہ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ (عبدالرزاق ۲/ ۱۱۳، ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۴، بیہقی ۲/ ۳۸۹، مؤطا ۲۸)

بطریق معمر از قتادہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے صبح کی نماز پڑھائی، تو سورۃ آل عمران کی قرائت کی۔ (عبدالرزاق ۲/ ۱۱۳)

بطریق سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ از اعمش، از ابراہیم تیمی از حصین بن سبرہ[1] روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے نماز صبح میں سورۃ یوسف کی تلاوت کی، دوسری رکعت میں سورۃ نجم کی تلاوت کی، سجدہ کرکے کھڑے ہوتے تو سورۃ زلزال کی تلاوت کی۔ (عبدالرزاق ۲/ ۱۱۶، و ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۵)

بطریق عبدالرحمٰن بن مہدی از شعبہ از حکم بن عتیبہ از عمرو بن میمون روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ذوالحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ نے یہ دعاء استفتاح پڑھی:

| | |
|---|---|
| سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ | "اے اللہ! تو اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے، تیرا نام بابرکت، تیری عظمت بلند، بالا و تیرے سوا کوئی معبود نہیں" |

اس نماز میں آپ نے سورۃ کافرون اور اخلاص کی تلاوت فرمائی۔ تکبیر کو آپ مکمل طور پر ادا فرمایا کرتے تھے۔ نیز آپ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں سورہ قٓ اور ذاریات کی تلاوت فرمائی۔

(عبدالرزاق ۲/ ۱۱۸ مختصراً، و ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۳۲ مختصراً)

---

[1] حصین بن سبرہ کا مختصر ترجمہ تاریخ الکبیر (۳/ ۵) میں امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے اسی کے مانند ثقات ابن حبان (۴/ ۱۵۸) میں ہے البتہ ابن ابی حاتم نے قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے (الجرح والتعدیل ۳/ ۱۹۲)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بابت روایت ہے کہ آپ نے ظہر کی نماز میں سورہ کٓھٰیٰعٓصٓ" کی قراءت فرمائی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۶)

بطریق حماد بن سلمہ، از ایوب سختیانی ابو العالیہ بَرَّاءؒ سے روایت ہے کہ میں نے یا کسی اور نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا وہ قرآن ہی تمہارا امام ہے، تھوڑا یا زیادہ جتنا چاہو پڑھ سکتے ہو، قرآن مجید کا کچھ پڑھنا بھی تھوڑا نہیں ہے۔ (شرح معانی الآثار ۱/۲۰۶ و عبدالرزاق ۲/۹۴ و ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۱)۔

بطریق حماد بن سلمہ از قتادہ و ثابت بُنانی و حُمید و عثمان بَتّی روایت ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ ظہر و عصر کی نماز میں سورہ "الاعلیٰ" اور "الغاشیہ" کی قراءت فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی لفظ سنا بھی دیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۶، ۳۶۲، معجم کبیر طبرانی ۱/۲۱۴ و عبدالرزاق ۲/۱۰۷، ان سب نے موقوفاً روایت کیا ہے اور نسائی باب القراءۃ فی الظہر، و ابن حبان ۳/۲۳۰، و ابن خزیمہ ۱/۲۵۷ میں مرفوعاً روایت ہے)۔

بطریق حماد بن سلمہ از ایوب سختیانی از نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نمازِ مغرب میں سورۃ یٰسین کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۸)

بطریق سفیان بن عُیینہ از عثمان بن ابی سُلیمان نَوفلی از عراک بن مالک، حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف فرما تھے، تو میں نے خاندانِ غفار کے ایک شخص کو نمازِ مغرب پڑھاتے ہوئے پایا، انہوں نے پہلی رکعت میں سورۃ مریم اور دوسری میں سورۃ مُطففین کی قراءت کی۔ (طبقات ابن سعد ۴/۳۲۵ و کشف الاستار عن زوائد البزار ۱/۲۳۴، مجمع الزوائد ۲/۱۱۹، لیکن سب نے مغرب کی بجائے فجر کا ذکر کیا ہے)

امام شافعیؒ، امام داؤد اور جمہور اصحاب الحدیث انہی آثار و روایات کے مطابق عمل پیرا ہیں۔

۶۹۴- ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نُبات از عبداللہ بن نصر از قاسم بن اَصبغ از محمد بن وَضّاح از موسیٰ بن معاویہ از وکیع از ہشام بن عُروہ از والدِ خود از] حضرت ابو اَیُّوب انصاریؓ یا حضرت زیدؓ بن ثابت روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ مغرب کی دو رکعتوں میں سورۃ اَعراف کی قراءت فرمائی۔ (مسند احمد ۵/۱۸۵ و

۵/۴۱۸، و ابن خزیمہ ۱/۲۶۰، معجم کبیر طبرانی ۵/۲۶ ا و ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۷)

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ سے روایت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے صحابہ کرامؓ کو صبح کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں سورۃ آلِ عمران کی ایک سو آیات اور دوسری رکعت میں باقی سورہ کی قراءت کی حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی کے مانند روایت ہے[۱]!

۶۹۵- ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات از احمد بن عبد البصیر از قاسم بن اَصبغ از محمد بن عبد السلام خُشَنی، از محمد بن مُثنّٰی از ہُشَیم بن عُبید صَیرفی از والدِ خود از ...] حضرت حسن بصری روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے خراسان کی طرف ایک غزوہ کیا۔ اس میں تین سو صحابہ کرامؓ ہمارے ساتھ تھے، تو ان میں سے جب کوئی نماز پڑھاتا تو وہ کسی ایک سُورہ سے کچھ آیات کی قراءت کر کے رکوع کر لیتا تھا (ابن حجر نے فتح الباری ۲/۲۱۲ میں محلّٰی سے بغیر نکیر نقل کیا ہے)

ابن جُریج، عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ فرض نماز میں جس سورۃ کی جن آیات کو خواہ اوّل سے، اوسط سے یا آخر سے پڑھنا چاہو، پڑھ سکتے ہو، عطاء نے یہ بھی کہا کہ اس سے کوئی نقصان نہیں ہوتا کیونکہ سارا قرآن ہی ہے۔ (عبد الرزاق ۲/۱۰۲)

حضرت علقمہ صبح کی نماز میں سورۃ دُخَان، طُور اور جن پڑھا کرتے تھے اور دوسری رکعت میں بقرہ کا آخری حصہ، آلِ عمران کا آخری حصہ اور کوئی چھوٹی سُورہ پڑھا کرتے تھے (مصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۸)

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ انہوں نے صبح کی نماز کی ایک رکعت میں سُورۃ فاتحہ اور ایک آیت پڑھی (عبد الرزاق ۲/۱۱۷ و ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۱)

---

[۱] مصنف عبد الرزاق ۲/۱۱۳ میں ہے کہ فجر کی نماز میں سورۃ آلِ عمران پڑھی و نیز اسی میں اور مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۹ میں ہے کہ ابوبکر نے فجر کی دونوں رکعتوں میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی۔ اسی طرح حضرت عمر کے بارے میں مصنف عبد الرزاق ۲/۱۱۵ میں ہے کہ فجر کی دونوں رکعتوں میں آلِ عمران کی تلاوت کی اور مُصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۹ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں آلِ عمران کی تلاوت کی یعنی دونوں رکعتوں میں تقسیم کر کے۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کے بارے میں کوئی روایت نہ مل سکی۔ واللہ اعلم۔ (شاعف)

ابراہیم نخعی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ (مُصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۶۱)

بطریق مالک از نافع، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ فرض نماز کی ایک رکعت میں دو، دو یا تین تین سورتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔ (موطا ۱/۷۹)

بطریق وکیع از سفیان ثوری از ابواسحاق سبیعی حضرت عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، تو آپ نے دوسری رکعت میں سورۂ فیل اور قریش دونوں کی قرائت فرمائی (مُصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۸، وعبدالرزاق ۲/۱۰۹)

طاؤس، ربیع بن خُثَیم[1]، سعید بن جُبیرؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۱۴۹ و مُصنّف ابن ابی شیبہ ۱/۳۵۸ و ۳۵۹)

۶۹۶۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از محمد بن بشار و عمرو بن علی ابن المثنیٰ از یحییٰ بن سعید قطان، و عمرو بن علی از عبدالرحمٰن بن مَہدی و یحییٰ و عبدالرحمٰن از سُفیان ثوری از سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از عبدالرحمٰن اعرج از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز فجر میں سورۃ الم تنزیل السجدہ اور سورۃ دہر کی قرائت فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

بطریق ابن عباس بھی یہ روایت ثابت ہے (مسلم ابوداؤد ترمذی، نسائی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام شافعیؒ، ابوسلیمان اور اصحاب الحدیث نے بھی اسے اختیار کیا ہے۔

۶۹۷۔ بطریق [مسلم بن حجاج از عمرو ناقد از اسماعیل بن ابراہیم ابن عُلیّہ از ابن جریج از عطا] روایت ہے وہ فرماتے

---

[1] محلّٰی کے دونوں اصل قلمی نسخوں اور مصنف کی کتاب "الاحکام" ج ۶ ص ۵۳ اور خزرجی کے "خلاصۃ" میں اس نام کو خَیثم ضبط کیا گیا ہے جو غلط ہے اور درست خُثَیم ہے، حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" میں اسی طرح تصغیر کے ساتھ ضبط کیا ہے، اسی طرح ابن دُرَید نے "الاشتقاق" ص ۱۱۲، ۱۱۳ میں ذکر کیا ہے کہ ربیع بن خُثَیم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عابد تھے، حضرت ابن مسعودؓ انہیں دیکھتے تو کہتے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ ربیع کے معنی پہلے گزر چکے ہیں اور خُثَیم، اَخْثَم کی تصغیر ہے، اَخْثَم چوڑی ناک والے کو کہتے ہیں۔

ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرأت ہوتی ہے، ایک آدمی نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، "اگر میں سورۃ فاتحہ سے زیادہ قرأت نہ کر سکوں؟ تو آپ نے فرمایا اگر زیادہ قرات کر لو تو بہت بہتر اور اگر اسی پر اکتفا کر لو، تو نماز ہو جائے گی! (بخاری، مسلم، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

۶۹۸- ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب از سلیمان — ابن بلال — از جعفر بن محمد از والد خود از] ابن ابی رافع روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نمازِ جمعہ کی دوسری رکعت میں سورۃ جمعہ کے بعد سورۃ منافقون کی تلاوت فرمائی۔ ابن ابی رافع کہتے ہیں کہ نماز سے فراغت کے بعد میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے جو ان دو سورتوں کی تلاوت کی ہے، کوفہ میں حضرت علیؓ بن ابی طالب جمعہ کی نماز میں ان کی قرأت کرتے تھے تو ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جمعہ کے دن ان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا۔ (مسلم، ابوداؤد ترمذی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۶۹۹- [بدیں سند تا مسلم از عمرو ناقد از سفیان بن عیینہ از ضمرہ بن سعید از عبیداللہ بن عبداللہ روایت ہے کہ] ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیر سے بذریعہ خط سوال کیا کہ جمعہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ جمعہ کے علاوہ اور کس سورہ کی تلاوت فرمائی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ سورۃ غاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۷۰۰- ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن عبدالاعلیٰ از خالد بن الحارث از شعبہ از معبد بن خالد از زید بن عقبہ از] سمرہؓ بن جندب روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورہ اعلیٰ و غاشیہ پڑھا کرتے تھے (ابوداؤد، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے کہ "کوئی شخص جمعہ یا کسی دوسری نماز میں ایک مخصوص سورہ یا سورتوں کی تلاوت کو معمول بنا لے"۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"امام ابوحنیفہؒ نے سنّتِ نبوی کو مکروہ سمجھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی مخالفت

کی ہے۔" اور جن لوگوں نے بھی کسی ثابت شدہ عمل رسُول کو مکروہ سمجھا ہے ان سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کی ہے۔

سُورۃ فاتحہ سے پہلے کسی سُورہ کے پڑھ لینے کے خلاف کوئی حکم تو نہیں ہے، لیکن مسلمانوں کا عمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا عمل چونکہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھا جائے لہٰذا اس کی خلاف ورزی کو ہم نے مکروہ قرار دیا ہے، ایسا کرنے سے نماز کے باطل ہونے کا فتویٰ اس لیے نہیں دیا کہ ایسا کرنے کے سلسلہ میں کوئی ممانعت وارد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ط (المزمل۔۲۰)　　"پس جتنا آسانی سے ہو سکے (اتنا) قرآن پڑھ لیا کرو۔"

تعجّب ہے ان لوگوں پر جو اس سے تو منع کرتے ہیں مگر وضو، طواف اور اذان کو بے ترتیب اُلٹ پھیر کرکے کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

جو شخص لمبی نماز پڑھانے کا ارادہ رکھتا ہو لیکن پھر مقتدیوں میں سے کسی کے عذر کو محسوس کرتے ہوئے نماز کو ہلکی کر دے، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۰۷۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابراہیم بن ابی موسیٰ قراء از ولید بن مسلم از اوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از] حضرت ابو قتادہؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مَیں جب نماز پڑھانے کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز کو لمبا کروں لیکن پھر بچّے کے رونے کی آواز کو سُنتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ بچّے کی ماں کو مشقّت میں ڈالوں۔ (بخاری، ابوداؤد، نسائیؔ، ابن ماجہ کتاب الصّلوٰۃ)

## ۳۴۶۔ جہری قرأت

صبح کی دونوں رکعتوں، مغرب کی ابتدائی دو رکعتوں، عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں، جمعہ کی دونوں رکعتوں میں جہری قرأت مستحب ہے اور ظہر کی سب رکعتوں، عصر کی سب رکعتوں، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی آخری دو رکعتوں میں سرّی قرأت مُستحب ہے، اگر کسی نے اس کے برخلاف کر لیا تو یہ مکروہ ہو گا البتہ نماز ہو جائے گی۔

مقتدی پر فرض ہے کہ وہ ضروری طور پر ہر نماز میں سورۂ فاتحہ کی سِرّی قرأت کرے اگر کسی نے جہری قرأت کر لی تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی!

ہمارے اس موقف کی دلیل یہ ہے کہ جہری و سرّی قرأت کی بابت ہم نے اوپر جو کچھ ذکر کیا ہے[1] وہ سب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فعل سے ثابت ہے۔ آپ نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا، آپ کے افعال کی پیروی اُسوہ اپنانے کے باعث ہے، وجوب کی بنیاد پر نہیں ہے، آپ امام تھے اور منفرد کا حکم امام کے حکم کی مانند ہوتا ہے۔

۷۰۲۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنّٰی از محمد بن ابی عدی از حجّاج صواف از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ و ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف از] حضرت ابو قتادہؓ روایت کیا آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ظہر و عصر کی نماز پڑھاتے ہوئے ابتدائی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ دو اور سورتیں ملا لیا کرتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

اس سے معلوم ہُوا کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم ظہر کی نماز میں بھی قرأت کا کچھ حصّہ (خواہ ایک ہی آیت) جہری تلاوت فرما دیا کرتے تھے۔

۷۰۳۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از محمد بن ابراہیم از سَلم بن قُتیبہ از ہاشم بن بریدا از ابو اسحاق از] حضرت براء بن عازبؓ روایت کیا، آپ فرماتے ہیں کہ ہم ظہر کی نماز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کبھی کبھی تلاوت کرتے ہوئے سورۂ لقمان یا ذاریات کی آیت سُنا دیا کرتے تھے۔ (نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

بطریق یحییٰ بن سعید قطّان از اسماعیل بن مُسلم از ابو المتوکل علی بن داؤد ناجی روایت ہے، حضرت عمر بن خطابؓ ظہر و عصر میں سورۂ ذاریات اور قٓ والقرآن المجید کی قرأت فرمایا کرتے تھے اور کبھی کبھی سُنا بھی

[1] قرآن کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں تو اُسوۂ حسنہ کی پیروی فرض ہی ثابت ہوتی ہے الّا یہ کہ کسی موقع پر کسی اُسوہ کو مختص کر دیا گیا ہو۔ (ثناغفی)

دیتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۶)

بطریق معمر از ثابت بنانی، حضرت انسؓ بن مالک ہمیں ظہر و عصر کی نماز پڑھایا کرتے تھے، ہم نے کبھی کبھی سُنا کہ آپ نے سورۃ انفطار اور الاعلیٰ کی تلاوت فرمائی ہے۔ (عبدالرزاق ۲/ ۱۰۷)

حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت انسؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ عمل کیا اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

بطریق عبدالرزاق از معمر حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ جس نے مغرب کی نماز پڑھی اور اپنے دل میں قراءت کر لی اور اپنے نفس کو سُنا دیا، تو نماز ہو جائے گی۔ (عبدالرزاق ۲/ ۱۱۰)

بطریق حماد بن سلمہ از داؤد بن ابی ہند از شعبی حضرت سعید بن عاصؒ ظہر یا عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ سے کچھ قرائت جہری ہو گئی، تو پھر آپ نے قرائت کو جہراً ہی جاری رکھا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میں نے جب قرائت کو جہری کر دیا تو اس بات کو ناپسند کیا کہ اب اسے مخفی کروں (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۶۲) اس سلسلہ میں راوی نے سجدۂ سہو کا ذکر نہیں کیا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"حضرت سعید بن عاصؒ کا یہ عمل حضرات صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا اور کسی نے اس بات کا انکار نہ کیا"

بطریق وکیع از ربیع حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ سرّی نمازیں اگر جہری قرائت کر لی جائے تو اس سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔

بطریق وکیع از اسرائیل از جابر[1] از عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید[2] از اسود و علقمہ یہ دونوں حضرات سرّی قرائت والی نمازوں میں جہراً قرائت کر لیا کرتے تھے اور سجدۂ سہو نہیں کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۶۲)

۷۰۴۔ بطریق بخاری [ از محمد بن بشار و محمد بن کثیر، ابن بشار نے اسے غندر از شعبہ اور ابن کثیر نے از سفیان ثوری

---

[1] یہ جابر بن یزید جعفی ہے جو بہت سخت ضعیف ہیں۔ [2] اسود سے مراد ابن یزید بن قیس نخعی اور علقمہ سے مراد ابن قیس نخعی ہے، عبدالرحمٰن نے گویا اسے اپنے باپ اسود اور اپنے باپ کے چچا علقمہ سے روایت کیا ہے۔

روایت کیا ہے۔ پھر شعبہ و سفیان دونوں متفق ہیں اور سند اس طرح بیان کرتے ہیں، از سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف از طلحہ بن عبداللہ بن عوف روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی، تو آپ نے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی اور فرمایا یہ اس لیے تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی کتاب الجنائز)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"ہم نے جو یہ ذکر کیا تھا کہ جہری نمازوں میں سرّی اور سرّی نمازوں میں جہری قراءت کرنا مکروہ ہے، تو یہ اس لیے کہ اکثر و بیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ آپؐ جہری نمازوں میں قراءت جہری اور سرّی میں قراءت سرّی کیا کرتے تھے اور اس کی خلاف ورزی کرنے میں سجدۂ سہو اس لیے نہیں کہ جس چیز کے قصد و ارادہ کے ساتھ فعل یا ترک کو مباح قرار دیا گیا ہو، اس میں سجدۂ سہو نہیں ہوتا۔ سجدۂ سہو اس چیز میں ہوتا ہے جسے اگر کوئی قصد و ارادہ سے کرے تو نماز باطل ہو جائے یا قصد و ارادہ سے ترک کر دینے سے نماز باطل ہو جائے۔"

امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"جس شخص نے سرّی نماز میں جہری یا جہری نماز میں سرّی قراءت کر لی تو ہم اسے مکروہ سمجھتے ہیں البتہ نماز مکمل ہو گی اور اس صورت میں سجدۂ سہو بھی نہیں ہے۔"

ابوسلیمان، ہمارے سب اصحاب اور خود ہمارا قول بھی یہی ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"اگر سرّی نماز میں قراءت جہری کر لی یا جہری میں سرّی کر لی اور یہ فعل کثیر ہو تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا اور اگر ایسا فعل قلیل ہو تو پھر کچھ نہیں کرنا پڑے گا۔"

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ غلط ہے کیونکہ اگر ایسا کرنا مباح ہے تو قلیل و کثیر مباح ہو گا اور اگر منع ہے تو پھر قلیل و کثیر منع ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کام کا زیادہ کرنا تو حرام ہو مگر تھوڑا کر لینا جائز ہو، ہاں اگر

کوئی نص وارد ہو اور اس نص سے زیادتی و کمی کی تفریق ثابت ہو تو پھر ایسا کہنا جائز ہو گا۔

پھر ہم یہ بھی پوچھیں گے کہ کثیر کی وہ کیا حد ہے، جسے کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہو اور قلیل کی وہ کونسی حد ہے جس کے کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ اس سلسلہ میں حد بندی کی کوئی دلیل تو نہیں، ہاں محض تحکّم سے ایسا کرنا ممکن ہے، تو جس امر کے وجوب کی مقدار معلوم نہیں، اس کے وجوب کا حکم لگانا محال ہے۔"

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

"اگر امام جہری نماز میں سرّی یا سرّی میں جہری قراءت کرے اور اگر ایسا سہواً ہوا ہو تو اسے سجدۂ سہو کرنا پڑے گا اور اگر کسی نے ایسا عمداً کر لیا تو اسے سجدۂ سہو نہیں کرنا پڑے گا، نماز بھی مکمل ہو گی، اگر منفرد سہواً یا عمداً ایسا کرے تو نماز مکمل ہو گی۔"

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

یہ قول دو اعتبار سے غلط ہے، ایک تو اس لیے کہ عمداً ایسا کرنے والے پر امام صاحب نے سجدۂ سہو واجب قرار نہیں دیا لیکن جو شخص بھول کر ایسا کرتا ہے، اس پر سجدۂ سہو کو واجب قرار دیا ہے حالانکہ وہ ایسی چیز کو بھول کر انجام دے رہا ہے جو آپ کے نزدیک مباح ہے لہٰذا اس صورت میں سجدۂ سہو کیسا؟

دوسرے اس لیے کہ آپ نے امام اور منفرد کے مابین جو تفریق کی ہے وہ بہت تعجب انگیز ہے اور امام مالک بھی اس مسئلہ میں ان کے ہمنوا ہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ سے پہلے کسی سے یہ قول منقول نہیں ہے جو انہوں نے فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ان دونوں نے صحابہ کرامؓ کی ساری مرویات کی خلاف ورزی کی ہے۔"

قراءت جہری کرنے سے مقتدی کی نماز اس لیے باطل ہو جاتی ہے کہ فرمانِ باری ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ وَاذْكُرْ

"اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اور

رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ ۔ (الاعراف ۲۰۴-۲۰۵) اپنے پروردگار کو دل ہی میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے یاد کرتے رہو"

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدار کی جائے اور یہ بھی اسی حدیث میں ہے کہ "جب امام قراءت کرے، تو تم خاموش ہو جاؤ" (ابن ماجہ و مؤطا کتاب الصلوٰۃ)

لہٰذا ثابت ہوا کہ مقتدیوں میں جو شخص خاموشی سے قراءت کو نہ سنے اور جہری قراءت شروع کر دے، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور حسب امر الٰہی نماز ادا نہیں کرتا لہٰذا اس کی نماز نہ ہوگی ــــــ وباللہ تعالی التوفیق!

## ۴۴۷۔ پہلی رکعت کی طوالت

ہر نماز کی پہلی رکعت کو دوسری رکعت کی نسبت کچھ لمبا کرنا مستحب ہے۔

۵۰۷۔ ہم نے بطریق [عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از موسیٰ بن اسماعیل از ہمام بن یحییٰ از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ از] حضرت ابوقتادہ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھا کرتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے، کبھی کبھی ہمیں کوئی آیت بھی سنا دیتے اور پہلی رکعت کو آپ دوسری رکعت کے بمقابلہ لمبا کیا کرتے تھے۔ عصر میں بھی اور صبح کی نماز میں بھی آپ ایسا ہی کرتے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۵۰۶۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از عمران بن یزید بن خالد دمشقی از اسماعیل بن عبداللہ بن سماعہ از اوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر از] عبداللہ بن ابی قتادہ روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری دو سورتیں پڑھا کرتے تھے، کبھی کبھی کوئی آیت بھی سنا دیتے، پہلی رکعت ہمیشہ لمبی ہوتی تھی۔ (حوالہ پہلی روایت میں دیکھو)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"ان روایات سے عموم ثابت ہوتا ہے جو ہر نماز کو شامل ہے کیونکہ یہ قضیہ قائمہ

بنفسہا ہے۔"

بطریق عبدالرزاق از سفیان ثوری از اعمش از ابراہیم نخعی روایت ہے سب نمازوں کی پہلی رکعت میں لمبی قرأت ہے (عبدالرزاق ۲/۱۰۴ و ۳۶۱)

بطریق عبدالرزاق از اسرائیل از عیسیٰ بن ابی عزّہ، امام شعبی سے بھی امام ابراہیم نخعی کے قول کی مانند روایت ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۱۰۴ و ۳۶۱)

بطریق عبدالرزاق از ابن جُریج حضرت عطاء سے روایت ہے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام ہر نماز کی پہلی رکعت کو لمبا کرے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ جماعت میں شریک ہو جائیں، البتہ جب میں تنہا نماز پڑھتا ہوں تو پھر میری خواہش یہ ہوتی ہے کہ پہلی اور پچھلی رکعتیں برابر ہوں۔ (عبدالرزاق ۲/۳۶۱)

## ۴۴۸۔ نماز میں ہاتھ باندھنا

نمازی کے لیے حالتِ قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا مستحب ہے۔

۷۰۰۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد، از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از زُہیر بن حرب از عفان ـــــ ابن مسلم از ہمام از محمد بن جُحادہ از عبدالجبار بن وائل از علقمہ بن وائل از] حضرت وائل بن حجرؓ روایت کیا کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ آپؐ نے نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، اَللّٰہُ اَکْبَر کہا اور کپڑے کو اوڑھ لیا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا.... اس کے آگے اس حدیث میں اور بھی باتوں کا ذکر ہے (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

۷۰۸۔ ہم نے بطریق [محمد بن سعید بن نبات از احمد بن عبدالبصیر از قاسم بن اصبغ از محمد بن عبدالسلام خُشنی از محمد بن مثنّٰی از عبدالرحمٰن بن مہدی از ہُشیم از حجاج بن ابی زینب از ابو عثمان نہدی از] حضرت ابن مسعودؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھے دیکھا کہ میں نے نماز میں دائیں ہاتھ پر بائیں کو باندھ رکھا ہے تو آپؐ نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑا اور بائیں پر باندھ دیا (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ کتاب الصّلوٰۃ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب آپ نماز میں قیام کو طویل کرتے تو ہتھیلی کی جڑ میں سے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے، ہاں اگر کپڑا درست کرنا ہوتا یا خارش وغیرہ کرنا ہوتی تو پھر چھوڑ دیتے۔ (بیہقی ۲/۲۹، ابن ابی

شیبہ ۱/ ۳۹۰ تھوڑے اختلاف کے ساتھ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں (ابوداؤد کتاب الصلاۃ ضعیف سند کے ساتھ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، تین باتوں کا تعلق (علم) نبوت سے ہے (۱) افطار میں جلدی کرنا (۲) سحری تاخیر سے کھانا اور (۳) نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا (دارقطنی ۱/ ۲۸۴، بیہقی ۲/ ۲۹)

حضرت انسؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے، انہوں نے اخلاق نبوت اور زیر ناف الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے۔[1]

بطریق مالک از ابی حازم از سہل بن سعد روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھیں۔ (موطا امام مالک ۱/ ۱۵۹، بخاری کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ روایات اگرچہ مسند نہیں، تاہم کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کا عمل ہے"۔

حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، پھر آپ نے آپ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ آپ نے تکبیر کہتے ہوئے ہاتھوں کو چہرہ تک اٹھایا اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا۔ (حوالہ مسئلہ ۴۵۵ میں دیکھو)

ابومجلز، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، عمرو بن میمون، محمد بن سیرین، ایوب سختیانی اور حماد بن سلمہ ان سب حضرات سے روایت ہے کہ وہ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، احمدؒ اور داؤدؒ کا بھی یہی قول ہے!

## ۴۴۹ - امام تکبیر کب کہے؟

ہم اس بات کو مستحب سمجھتے ہیں کہ امام اس وقت تک تکبیر نہ کہے، جب تک ان کے پیچھے کھڑے ہونے والوں میں سے سب یا اکثر

---

[1] حضرت انسؓ کی روایت کنز العمال (۸/ ۵۱۱ ح ۲۳۸۸۹) طبع بیروت میں اس طرح ہے "مِنْ أَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيلُ الْفِطْرِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْأَيْدِي عَلَى الْأَيْدِي فِي الصَّلٰوةِ" ابومحمد الجوهري في أماليه۔ اس روایت میں "تحت السرہ" کی زیادتی نہیں اور نہ ہی سند کا پتہ ہے کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف۔ (شاغف)

لوگ درست طریقے سے کھڑے نہ ہو جائیں، اگر امام لوگوں کی درستگی سے پہلے تکبیر کہہ دے تو یہ بہت بری بات ہے البتہ نماز ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جب اقامت کہنے والا "قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ" کے الفاظ کہے تو امام تکبیر کہہ دے اور ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ مؤذن کے اقامت شروع کرنے سے قبل بھی امام کے لیے تکبیر کہنا جائز ہے۔

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں:

"یہ دونوں قول غلط ہیں،

۷۰۹۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ہارون بن معروف وحرملہ بن یحییٰ از ابن وہب از یونس بن یزید از ابن شہاب از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف از] حضرت ابوہریرہؓ روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ اقامت ہوئی اور ہم کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہم نے صفیں درست کر لیں، آپ تشریف لائے حتیٰ کہ جب مصلّٰی پر کھڑے ہو گئے، تو اللہ اکبر کہنے سے پہلے آپ کو کچھ یاد آیا اور آپ یہ فرما کر واپس تشریف لے گئے کہ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو، چنانچہ ہم کھڑے ہو کر آپ کا انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ آپ غسل فرما کر تشریف لائے آپ کے سر مبارک سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ نے تکبیر کہی اور نماز پڑھائی (بخاری کتاب الطہارۃ باب ۹۶ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب ۸۲، ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب ۹۴، نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۲۱۶)

۷۱۰۔ ہم نے بطریق [حمام از ابن مفرج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از معمر از ثابت بنانی از] حضرت انسؓ روایت کیا، آپ فرماتے ہیں کہ نماز کے لیے اقامت کہی جاتی اور اس کے بعد بھی آدمی اپنی کسی ضرورت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر لیا کرتا تھا، وہ قبلہ اور آپ کے مابین کھڑے ہو کر گفتگو کرتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طولِ قیام کے باعث بعض لوگوں کو نیند آنے لگ جاتی۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدیوں کو یہ حکم بھی دیا کہ جب امام اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے تو تم بھی اَللّٰہُ اَکْبَرُ

کہو (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی کتاب الصلوٰۃ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول باطل ہے کیونکہ جب مؤذن کی اقامت مکمل ہونے سے پہلے امام تکبیر کہہ دے تو مؤذن کے لیے ممکن نہ ہوگا کہ امام کی تکبیر کے بعد اللہ اکبر کہہ سکے، گویا امام ابوحنیفہؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے خلاف حکم دے رہے ہیں۔

بطریق یحییٰ بن سعید قطان از عبیداللہ بن عمر از نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ صفوں کی درستگی کے لیے کچھ آدمی بھیج دیتے، وہ جب واپس آتے تو آپ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے۔ (عبدالرزاق ۲/ ۴۷ و ۴۸ بسند آخر)

بطریق مالک از ابی النضر از مالک بن ابی عامر، حضرت عثمانؓ بن عفان اس وقت تک تکبیر نہ کہتے جب تک صفوں کی درستگی کے سلسلہ میں مقرر آدمی یہ خبر نہ دیتے کہ صفیں درست کی جاچکی ہیں، جب وہ خبر دے دیتے تو پھر آپؓ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۲ و عبدالرزاق ۲/ ۴۹)

بطریق وکیع، از مسعر بن کدام، از عبداللہ بن میسرہ، از معقل بن ابی قیس[1] حضرت عمرؓ بن خطاب سے روایت ہے کہ آپ نماز کی اقامت کے بعد بھی تھوڑا سا انتظار فرماتے۔

حضرت حسن بن علیؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

یہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں دو خلیفوں کا طرز عمل ہے اور اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے!

بطریق حجاج بن منہال از عبداللہ بن داؤد خریبی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ نے مینار میں کھڑے ہوکر اذان کہی، وہاں اقامت کہہ دی اور پھر نیچے تشریف لاکر امامت کرائی۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام داؤد، امام محمد بن حسنؒ اور امام ابویوسفؒ کے دو قولوں میں

---

[1] مجھے اس معقل بن قیس کے احوال و تراجم نہیں ملے، شاید یہ وہی ہوں، جن کا ابن درید نے الاشتقاق ص ۱۲۶ میں ذکر کیا ہے اور وہ حضرت علیؓ کے اعوان و قائدین میں سے تھے اور پولیس افسر تھے طبریؒ نے تاریخ میں ان کا بار بار ذکر کیا ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے ج ۵ ص ۲۳۷، ۲۴۳، ج ۶ ص ۳۱، ۴۵، ۴۸، ۷۰، ۷۵، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۲۰۔ واللہ اعلم

سے ایک قول ہمارے قول کے مطابق ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"امام ابوحنیفہؒ کے مقلدین نے اس اثر سے استدلال کیا ہے، جو بطریق وکیع، از سفیان ثوری، از عاصم احول، از ابوعثمان نہدی حضرت بلالؓ سے روایت ہے کہ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے آمین نہ چھوٹنے دیجیے" (حوالہ حدیث ۵۵۸ میں دیکھو)

ان کا استدلال اس اثر سے بھی ہے جو بطریق عبدالرزاق، از معمر، از یحیٰی بن ابی کثیر، از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ بحرین میں حضرت علاء بن حضرمی کے مؤذن تھے، تو آپ نے ان سے کہا یا تو آپ آمین تک میرا انتظار کیا کریں، ورنہ میں اذان نہیں دیا کروں گا۔ (عبدالرزاق ۲/ ۹۶ و ۹۷)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں اثروں سے استدلال دین کے ساتھ بدترین مذاق اور تدلیس کے ساتھ رسوائی کو گوارا کرنا اور ورع و تقویٰ سے تہی دامنی کا ثبوت ہے کیونکہ یہ حضرات تو مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنے کی قطعاً اجازت نہیں دیتے، امام کو تو اجازت دیتے ہیں کہ وہ سورۃ فاتحہ کی قرائت سے قبل وَجَّهْتُ وَجْهِيَ.... الخ یا اس سلسلہ کی دیگر مروی دعائیں پڑھے لہٰذا یہ مشاہدہ و تجربہ کی بات ہے کہ اقامت کہنے والا جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہہ لے گا، تو اس کے بعد اسے صرف اَللّٰهُ اَكْبَر، اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ہی کہنا ہے اور بس! اور یہ محال اور ناممکن ہے کہ صرف ان کلمات کے کہنے سے پہلے پہلے امام سورۃ فاتحہ کی قرائت مکمل کرے لہٰذا یہ ہرگز دلیل نہیں بن سکتی کہ امام اس وقت اَللّٰهُ اَكْبَر کہے، جب مؤذن ابھی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ ہی کہہ رہا ہو بلکہ امام اگر اقامت کے آغاز کے ساتھ ہی تکبیر کہہ کر سورۃ فاتحہ شروع کردے تو وہ تکبیر کے ختم ہونے سے پہلے سورۃ فاتحہ کی قرائت مکمل نہیں کر سکتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اقامت کے ان آخری تین کلمات کے کہے جانے سے پہلے ہی سورۃ فاتحہ کی قرائت کی تکمیل کرلے، انہیں دین کے ساتھ اس قسم کے مذاق اور اس قدر کمزور دلائل دیتے ہوئے شرم و حیا محسوس کرنی چاہیے تھی۔"

اگر کہا جائے کہ بلالؓ اور ابوہریرہؓ نے جو یہ کہا کہ "آپ آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ لے جایا کریں" تو اس کے کیا معنی ہیں؟ تو ہم عرض کریں گے کہ اس کے معنی بالکل واضح ہیں اور وہ یہ کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جب امام آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل گئی، اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ (صحیح الجامع الصغیر، ح ۱۷۰) حضرت بلالؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ ذرا ٹھہر کر آمین کہا کریں، تاکہ یہ بھی اپنی آمین کی آواز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی آواز کے ساتھ ملا لیں اور اس طرح فرشتوں کے ساتھ آمین کہنے میں موافقت پیدا ہو جاتے اور حضرت ابوہریرہؓ نے علاء ابن حضرمی سے جو کچھ کہا تھا اس کا بھی یہی مطلب تھا، پس ان دونوں اثروں سے استدلال باطل ٹھہرا۔

ان حضرات نے تکلف سے کام لیتے ہوئے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جسے

۱۱۷۔ ہم نے بطریق [احمد بن محمد طلمنکی از ابن مفرج از احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار از محمد بن مثنیٰ از حجاج بن فروخ از عوام بن حوشب از] حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ روایت کیا کہ حضرت بلالؓ جب قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ (کشف الاستار ۱/۲۵۲ و مجمع الزوائد ۲/۵ و ۲/۱۰۳، ولسان المیزان ۲/۱۷۸، بیہقی ۲/۲۲، اسے سب نے ضعیف کہا ہے)

امام بزار فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو کسی دوسری سند کے ساتھ اور کسی نے روایت نہیں کیا البتہ حضرت عمر بن خطابؓ کے بارے میں اسی طرح کی ایک روایت ذکر کی گئی ہے لیکن یہ دونوں اثر مکذوب ہیں۔ حدیث ابن ابی اوفیٰ بطریق حجاج بن فروخ مروی ہے لیکن محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔ حضرت عمرؓ کے بارے میں جو روایت ہے وہ بطریق شریک قاضی مروی ہے اور یہ بھی ضعیف ہے لہٰذا ان سے استدلال باطل ہے۔ اور ہم نے اس سے قبل ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف روایتیں ہیں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

"یہ حضرات یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اجتماعِ عظیم کے متعلق ہم خبرِ واحد کو قبول نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جو اجتماعِ عظیم سے متعلق ہے اور اگر ایسا ہی ہے جیسا وہ

صفحہ 160 سے آگے صفحہ 176 تک کا دوسرا حصہ غلطی سے چھوٹ گیا ہے



حضرات کہتے ہیں تو یہ مسئلہ تمام فقہاء سے مخفی نہ رہتا حالانکہ انہوں نے اس سلسلہ میں ایک نہایت کمزور خبر کو قبول کر لیا ہے اور صحیح و ثابت شدہ آثار و مرویات کو چھوڑ دیا ہے"۔

## ۴۵۰۔آیاتِ رحمت وعذاب

ہم ہر نمازی کے لیے اس بات کو مستحب سمجھتے ہیں کہ جب وہ کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل و رحمت کا سوال کرے اور جب کسی ایسی آیت کی قرائت کرے جس میں عذابِ الٰہی کا تذکرہ ہو تو پھر جہنم کی آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہے۔

۱۲۱۷۔ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از محمد بن بَشّار از یحییٰ بن سعید قطّان و عبدالرحمٰن بن مَہدی و محمد بن عدی از شعبہ از اعمش از سعد بن عُبَیدہ از مُستَورد بن اَحنَف از صِلَہ بن زُفَر از] حضرت حُذَیفہؓ روایت کیا کہ انہوں نے ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کسی آیتِ عذاب کے پاس سے گزرتے تو آپ قرائت کو موقوف کر کے، اللہ تعالیٰ سے عذاب سے پناہ مانگتے اور جب بھی آیتِ رحمت کے پاس سے گزرتے، تو قرائت کو موقوف کر کے، رحمت کی دعا مانگتے۔ اور آپ رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھتے اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ کتابُ الصَّلٰوۃ)

بطریقِ عبدالرزاق، از سفیان ثوری، از اعمش، از ابوالضُّحیٰ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ جب اس آیت پر پہنچیں فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (الطور۔ ۲۷) "اللہ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں عذابِ سَموم سے بچا لیا) تو آپ نے یہ دُعا کی (رَبِّ مُنَّ عَلَیَّ وَقِنِیْ عَذَابَ السَّمُوْمِ) کر اے اللہ مجھ پر احسان فرما اور مجھے عذابِ سموم سے بچا۔ (عبدالرزاق ۲/۴۵۱ و مختصر قیام اللّیل ۱۲۷)۔

و بطریقِ سابق تا سفیان از سُدِّی از عبد خیر ہمدانی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے سنا حضرت علی بن ابی طالبؓ نے نماز میں "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی" پڑھا تو "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" کہا[1]۔ (عبدالرزاق ۲/۴۵۱)

[1] مصنف نے دونوں روایتوں کو اکٹھا بیان کیا تھا۔ اردو قاری کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں کو الگ کر دیا گیا ہے۔ (ناشف)

اٹھاتے، قیام اور قعود کے لیے تکبیر کہا کرتے اور دائیں بائیں السّلام علیکم ورحمۃ اللہ، اَلسَّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ" کہہ کر سلام پھیرا کرتے تھے۔ سلام پھیرتے وقت آپ کے رُخِ انور کی سفیدی دیکھی جاسکتی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (ترمذی الصلوٰۃ باب ۴۷، ونسائی الصلاۃ باب ۳۸، ۴۲۰، ۴۲۷، ۵۲۳)

۳۲۔ نیز بطریق عبدالرحمٰن بن مَہدِی از سفیان ثوری از ابو اسحاق سبیعی از ابو الاحوص حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے (ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ الصلوٰۃ)

۳۳۔ بطریق عبدالرزاق از مَعْمَر و سفیان ثَوری از حماد بن ابی سُلَیْمان از ابو الضّحیٰ از مَسْرُوق حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/۲۱۸)

۳۴۔ بطریق یحییٰ بن سعید قطّان از شعبہ از حَکَم بن عُتَیْبَہ از مجاہد از ابو معمر حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معمول اسی طرح تھا۔ (مسلم الصلوٰۃ باب ۲۵)

۳۵۔ بطریق محمد بن یحییٰ بن حَبّان از عم خود واسع بن حَبّان روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز کی کیفیت بتایئے، چنانچہ آپ نے جو کیفیت بتائی اس میں یہ بھی تھا کہ آپؐ نے (آخر میں) دائیں جانب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہا اور بائیں جانب بھی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہا۔ (نسائی کتاب الصلوٰۃ باب ۵۲۳)

۳۶۔ بطریق [اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقّاص از عم خود عامر بن سعد از والد خود] حضرت سعد روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب دائیں اور بائیں سلام پھیرتے، تو آپ کے چہرے کی سفیدی کو دیکھا جاسکتا تھا۔ (مسلم نسائی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

یہ روایتیں بالکل ظاہر طور پر صحیح اور متواتر سندوں سے ثابت ہیں و نیز حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا فعل بھی اسی طرح تھا، جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔ (حدیث ۳۱)

بطریق حارثہ بن مُضَرِّب روایت ہے کہ حضرت عمّار بن یاسر جب سلام پھیرتے تو دائیں طرف منہ

کرکے السّلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور بائیں طرف منہ کرکے بھی السّلام عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہتے (عبدالرزاق ۲/۲۲۰ و مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۹)

بطریق ابو وائل و ابوعبدالرحمٰن سُلمی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ آپ دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ کہتے (بیہقی ۲/۱۷۸، عبدالرزاق ۲/۲۱۹ بطریق ابورزین، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۹۹ بطریق ابووائل وطحاوی ۱/۲۷۱ بطریق ابوعبدالرحمٰن)

بطریق حَمّاد بن سَلَمہ عمار بن ابو عَمّار سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسجدِ انصار والے دائیں بائیں دونوں جانب سلام پھیرا کرتے تھے جبکہ مسجد مہاجرین کے نمازی ایک ہی سلام پھیرا کرتے تھے۔

ابوعبدالرحمٰن سُلمی سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ نماز میں دو سلام پھیرا کرتے تھے (طحاوی ۱/۲۷۱)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عمارؓ، ابن مسعودؓ اکابر مہاجرین میں سے ہیں، ابو عُبَیْدہ بن عبداللہ، خیثمہ، اسود، علقمہ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور انہوں نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی سب کا فعل یہی ہے۔ ابراہیم نخعی، حماد بن سلمہ، ابوحنیفہ، سفیان، حسن بن حییؒ، شافعیؒ، احمدؒ، داؤدؒ اور جمہور اصحاب حدیث کا بھی یہی قول ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ امام اور تنہا نماز پڑھنے والا ایک سلام پھیرے، وہ مقتدی جس کے بائیں جانب اور کوئی نہ ہو وہ دو سلام پھیرے، ان میں سے ایک امام کے جواب میں ہو اور وہ مقتدی جس کے بائیں جانب نمازی ہوں، وہ تین سلام پھیرے، تیسرا سلام بائیں جانب کے مقتدیوں کے جواب میں ہوگا۔

ایک سلام پھیرنے کی بابت آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس سلسلہ کی روایات یا تو بطریق محمد

بن مفرج[1] از محمد بن یونس مروی ہیں اور یہ دونوں راوی مجہول ہیں، یا بطریق حسن (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۰۰ میں) مُرسل ہے، یا بطریق زہیر بن محمد مروی ہے اور زہیر ضعیف ہے[2] یا بطریق ابن لہیعہ[3] مروی ہے اور وہ ساقط ہے۔

یہ روایت بطریق ابو المُصْعَبْ از دَرَاوَرْدِی ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے (طحاوی ۱/۲۶۶) لیکن سعد سے دو سلام ہی ثابت ہیں جیسا کہ ہم نے اس سے قبل ذکر کیا ہے ، اور یہ گویا عادل راوی کی زیادتی ہے پھر اگر ایک سلام والی روایت صحیح بھی ثابت ہو جائے ، تو دو سلام والی روایت میں اس کی نسبت ایک زائد حکم اور علم ہے اور یہ مسلّمہ اصول ہے کہ عادل راوی کی زیادتی کو ترک کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ ایک بہتر زیادتی ہوتی ہے۔

ہم نے یہ نہیں کہا کہ دونوں طرف سلام پھیرنا واجب ہے جیسا کہ حسن بن حَیّ کہتے ہیں ، اس لیے کہ دوسرا سلام آنحضرت ﷺ کے فعل سے ثابت ہے ، آپ نے اس کا حکم نہیں دیا اور آپ کے

---

[1] محلی کے بعض نسخوں میں یہ نام محمد بن فرج ہے بعض میں محمد بن مفرج لیکن مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کون شخصیت ہے ان کے احوال اور ان کے یہاں مذکور استاد محمد بن یونس کے حالات کہیں سے نہیں مل سکے اور نہ ان کے طریق سے ایک سلام پھیرنے کے سلسلہ میں کوئی حدیث مل سکی ، لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ مولف کا کیا ارادہ ہے۔

[2] زُہیر کی روایت ترمذی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ ، دارقطنی ۱/۲۵۷ ، مستدرک جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ ، ۲۳۱ ، اور بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ میں ہے۔ یہ روایت از زُہیر از ہشام بن عروہ ، از والد خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے ، حاکم نے اسے صحیحین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے ، علامہ ذہبیؒ نے آپ کی موافقت کی ہے۔ بیہقی نے بطریق عبدالوہاب بن عبدالمجید از عبیداللہ بن عمر از قاسم از عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کیا ہے کہ آپ سامنے کی طرف "السلام علیکم" کہہ کر ایک ہی سلام پھیرا کرتی تھیں۔ بیہقی فرماتے ہیں از عبیداللہ از قاسم والی روایت کی متابعت وہیب اور یحییٰ بن سعید نے کی ہے ، دَرَاوَرْدِی نے سند اس طرح بیان کی ہے از عبیداللہ ، از عبدالرحمٰن بن قاسم ، از والد خود ، اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کی صحت کی تائید ہوتی ہے ، جسے زُہیر نے روایت کیا ہے اور زُہیر ثقہ ہے ، بخاری و مسلم میں ان سے روایت مروی ہے۔

[3] روایتِ ابن لَہِیْعَہ مجھے نہیں ملی۔ ایک سلام کی حدیث پر علامہ شوکانی نے جلد ۲ صفحہ ۲۴۱-۲۴۳ میں بہت لمبی گفتگو کی ہے اور پھر لکھا کہ اس سے معلوم ہوا کہ عُقَیلی کا یہ قول صحیح نہیں کہ ایک سلام کی بابت کوئی چیز صحیح طور پر ثابت نہیں ، ابن قیمؒ کا قول بھی یہی ہے کہ کسی بھی روایت میں صحیح طور پر یہ ثابت نہیں اور حق بھی یہی ہے۔ بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک ہی سلام پھیرا لیکن یہ ایک ایسا اختلاف ہے جس میں دونوں پہلو ہی جائز ہیں۔

امر کی اطاعت واجب ہے، فعل کی نہیں [1]

امام مالکؒ نے جو مُقتدِی اور امام و منفرد کے مابین تفریق کی ہے، تو اس قول کی صحت کی کوئی دلیل نہیں نہ قرآن مجید سے، نہ سنت صحیحہ وسقیمہ سے، نہ اجماع سے، نہ قولِ صحابی سے اور نہ قیاس سے!

ہم نے جو یہ کہا کہ سلام سے مقصود صرف نماز سے خروج ہے، اس سے نہ تو کسی کو سلام کرنا مقصود ہے اور نہ کسی کے سلام کا جواب! اس کی دو دلیلیں ہیں ایک تو یہ کہ بطریق ابن مسعودؓ، آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ نماز میں باہم گفتگو نہ کیا کرو" (صحیح جامع الصغیر (۱/۸۹) بحوالہ نسائی ۱/۱۴۷) بحوالہ احمد ابوداؤد نسائی بیہقی)

نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "نماز میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنا جائز نہیں۔ یہ روایت بطریق مُعاوِیَہ بن حکم مروی ہے (مسلم الصلوٰۃ)

لہٰذا اگر سلام سے کسی کو سلام کرنا یا کسی کے سلام کا جواب دینا مقصود ہو تو یہ لوگوں سے گویا گفتگو ہو گی، جو کہ منسوخ ہے اور قطعاً حلال نہیں بلکہ اگر کسی نے اس نیت سے سلام پھیرا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

دوسری دلیل یہ کہ ان حضرات کا ہمارے ساتھ اس امر پہ اتفاق ہے کہ جو شخص اکیلا نماز پڑھ رہا ہو وہ بھی السلام علیکم کہے۔ حالانکہ اس کے پاس کوئی انسان نہیں ہوتا جسے سلام کیا جا رہا ہو، اسی طرح امام کے ساتھ بعض دفعہ ایک ہی مقتدی ہوتا ہے لیکن اس صورت میں بھی اسے جمع کے صیغہ کے ساتھ "السلام علیکم" ہی کہنا پڑتا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ اس سلام سے مراد نہ تو کسی کو سلام کرنا ہے اور نہ کسی کے سلام کا جواب دینا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ روایت ذکر کرے، جو بطریق مسلم [از ابوبکر بن ابی شَیْبَہ و ابو کُرَیب، از ابو مُعاوِیَہ از

---

[1] مصنف نے اکثر مقامات پر یہ فرق بیان کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں خصوصاً نماز کے سلسلے میں تو بقول صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم "صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي" (بخاری) نماز کے سارے ارکان ہی واجب ہو جاتے ہیں الا یہ کہ کسی فعل کے بارے میں کوئی مخصوص حکم اس کے واجب نہ ہونے کا ثابت ہو جائے۔ شاغف۔

اعمش از مسیّب بن رافع از تمیم بن طرفہ] حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے ، تو آپ نے فرمایا کیا بات ہے کہ میں تمہیں نماز میں اس طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھتا ہوں جس طرح یہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہوں ، نماز میں سکونت اختیار کرو (مسلم ابو داؤد نسائی کتاب الصلوٰۃ )

ونیز [مسلم از ابو کریب از ابن ابی زائدہ از مسعر از عبید اللہ ابن قبطیہ] حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جب ہم سلام پھیرتے تو ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے دونوں طرف " اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ" کہتے ، آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تم ہاتھوں سے اس طرح اشارے کیوں کرتے ہو ، جس طرح یہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہوں ، بس یہی کافی ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو اپنے ران پر رکھتے ہوئے اپنے دائیں بائیں کے بھائی کو سلام کہہ دو ۔ (مسلم ابو داؤد نسائی کتاب الصلوٰۃ )

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں ۔

" اس حدیث میں ایک ہی سلام پر اکتفاء کرنے کے سلسلہ میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ان سے تو دو سلام ثابت ہوتے ہیں جیسا کہ آپ مُلاحظہ فرما رہے ہیں ۔

جن لوگوں نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ سلام سے مقصود پاس بیٹھے ہوئے بھائی کو سلام کہنا ہے ، تو ابتداء اسلام میں تو یہ بات بے شک تھی لیکن پھر منسُوخ کر دی گئی کیونکہ اس میں یہ صراحت ہے کہ ابتداء میں لوگ نماز میں اس طرح کیا کرتے تھے لیکن پھر اُنہیں نماز میں سکُون اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ، یہ اس صُورت میں ہو سکتا ہے کہ نماز میں پہلے سلام مباح ہو اور پھر اسے منسُوخ کر دیا گیا ہو اور اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس سلام سے مراد وہ سلام ہے جس کے ساتھ نماز سے خروج ہوتا ہے ، پس اس سے استدلال باطل ہو گیا ، وباللہ تعالیٰ التوفیق "

## ۴۵۸ ۔ تشہد کے بعد درُود شریف

ہم یہ بھی مُستحب سمجھتے ہیں کہ دونوں جلسوں میں تشہد کی تکمیل کے بعد درود شریف پڑھا جائے

جس کے الفاظ یہ ہیں۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ فِی الْعَالَمِیْنَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ | اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ، آپ کی آل، ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما، جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرمائی بیشک تو قابل ستائش اور بزرگی والا ہے اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل، ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ پر سارے جہان والوں میں برکت دی، بیشک تو قابل ستائش اور بزرگی والا ہے۔ |

۳۷۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن سلمہ از ابن قاسم از مالک از] نعیم بن عبداللہ مُجمر روایت کیا کہ محمد بن عبداللہ بن زید انصاری۔ اور عبداللہ بن زید وہ ہیں جنہیں خواب میں اذان کا طریقہ سکھایا گیا ـــــ انہوں نے ابومسعود انصاری سے خبر دی کہ سعد بن عُبادہ کی مجلس میں آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے، تو بَشیر بن سعد نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے، تو یہ فرمائیں کہ ہم کس طرح درود شریف پڑھا کریں آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو:۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی | اے اللہ! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کو اس طرح برکت دے جس طرح تو حضرت |

| | |
|---|---|
| اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ | ابراہیم علیہ السلام کو سب جہانوں میں برکت دی بے شک تو قابلِ ستائش اور بزرگی والا ہے۔ |

(موطا مسلم ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، ترمذی فی تفسیر سورۃ احزاب، نسائی کتاب الصلوٰۃ و عمل الیوم واللیلۃ و تفسیر حدیث ۴۴۱)

۷۳۸۔ ہم نے بطریق [عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از اسحاق بن ابراہیم ابن راہویہ از روح از مالک بن انس از عبداللہ بن ابی بکر از والدِ خود از عمرو بن سُلَیم از] حضرت ابو حُمَید سَاعدی رضی اللہ عنہ روایت کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر درود شریف کس طرح پڑھیں؟ آپ نے فرمایا اس طرح پڑھو۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى | اے اللہ تو رحمت نازل کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، |
| اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ | آپ کی ازواج اور اولاد پر جس طرح تُو نے |
| عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ | رحمت نازل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور حضرت |
| وَّعَلٰى اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ | محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی ازواج اور اولاد میں برکت فرما جس طرح |
| عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ | تو نے آلِ ابراہیم علیہ السلام کو برکت دی بیشک تو قابلِ ستائش اور بزرگی والا ہے۔ |

(بخاری کتاب الانبیاء والدعوات، مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

۷۳۹۔ [بسند سابقہ تا مسلم از محمد بن مثنٰی از محمد بن جعفر از شعبہ] حَکَم بن عُتَیْبَہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے کَعْب بن عُجْرَہ ملے تو فرمانے لگے،

---

[۱] موطا میں ہے "كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ" اور "كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ" لیکن نسائی کی روایت میں دونوں جگہ "آل" کا لفظ ہے، زرقانی نے جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ میں لکھا کہ ایک روایت دونوں جگہ ہی آل کے لفظ کے حذف کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی حدیث میں بھی یہ لفظ دونوں جگہ بعد میں داخل کیا گیا ہے لیکن حافظ نے اس کا رد کیا ہے کہ اصل حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل محمد و آل ابراہیم کے الفاظ ثابت ہیں چنانچہ بعض رُواۃ نے بعض الفاظ کو یاد رکھا ہے جبکہ دوسروں نے یاد نہیں رکھا صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰ میں بطریق مالک جو روایت ہے، اس میں دونوں جگہ یہ الفاظ ثابت ہیں۔

میں تمہیں تحفہ نہ دوں؟ آنحضرت ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو ہمیں معلوم ہوگیا کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجیں، لیکن یہ فرمایئے کہ آپؐ پر درود شریف کس طرح بھیجیں، آپ نے فرمایا اس طرح۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ | اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے آلِ ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی بیشک تو قابلِ ستائش و بزرگی ہے اور اے اللہ! تو حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل میں برکت دے جس طرح تو نے آلِ ابراہیمؑ کو برکت دی بے شک تو قابلِ ستائش اور بزرگی ہے۔ |

(بخاری کتاب الانبیاء والتفسیر والدعوات، مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

ان احادیث میں درود شریف کے جو الفاظ ہیں ہم نے ان تمام الفاظ کو جمع کر کے ابتدا میں بیان کر دیا ہے اگر نمازی ان میں سے کسی ایک درود شریف کو پڑھ لے تو کافی ہے اور اگر بالکل نہ پڑھے تو مکروہ ہے البتہ نماز ہو جائے گی لیکن ان احادیث میں چونکہ درود شریف پڑھنے کا حکم ہے لہٰذا اسے پڑھنا فرض ہے، خواہ زندگی بھر میں ایک بار پڑھے، فرمانِ باری تعالیٰ بھی یہ ہے!

| | |
|---|---|
| اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (الاحزاب ۵۶) | اللہ کریم اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی پیغمبر پر درود اور سلام بھیجا کرو۔ |

اگر آدمی حکم کی ایک بار بجا آوری کر لے تو فرض کی ادائیگی ہو جاتی ہے، ہاں اگر کسی حکم کے بارے میں یہ تصریح موجود ہو کہ اسے بار بار مقررہ مقدار و تعداد کے مطابق مقررہ اوقات میں بجا

لانا ہے، تو پھر حسب قواعد و شرائط ادائیگی لازم ہوگی ! لیکن جو شخص یہ کہتا ہے کہ جس بات کا حکم ہو، اسے بار بار بجا لانا چاہیئے، یہ بالکل باطل ہے کیونکہ اس طرح تو اسے بے حد و حساب مکلّف بنایا جائے گا اور پھر اگر اسے لازمی قرار دیا جائے تو پھر ایک حکم کے سوا باقی سب باطل ہو جائینگے اور یہی وہ اِضر و حرَج ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا ہے۔

ہم نے نماز میں درود شریف نہ پڑھنے کو مکروہ اس لیے کہا کہ درود شریف پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے اور اس سے کوئی بدنصیب ہی محروم رہ سکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا صحیح ارشادِ گرامی ہے کہ "جو مجھ پہ ایک دفعہ درود پڑھے، اللہ تعالیٰ اس پہ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔ (صحیح جامع الصغیر ۵/۲۱۶)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جو شخص آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پہ نماز میں درود شریف نہ پڑھے، اس کی نماز باطل ہو جائے گی، آپ نے دلیل یہ دی ہے کہ نماز میں جس طرح آپ پر سلام بھیجنا فرض ہے، جیسا کہ تشہد میں ہے، اسی طرح درود شریف بھی فرض ہے ! آپ نے یہ بھی دلیل دی کہ عبدالرحمٰن بن بشر، ابومسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ ! ہمیں آپ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے تو سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا لیکن یہ ارشاد فرمائیں کہ درود شریف کس طرح پڑھیں؟ آپؐ نے درود شریف کے وہ کلمات سکھائے جو مذکورہ روایات میں ذکر ہوئے ہیں۔ (نسائی الصلاۃ باب ۵۰۳)

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے فرمایا سلام تو تم معلوم کر چکے ہو جیسا کہ اوپر مذکورہ روایات میں ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات نے فرمایا کہ جس طرح سلام فرض ہے، اسی طرح صلوٰۃ بھی فرض ہے امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

اگر آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہوتا کہ صلوٰۃ بھی وہاں ہو جہاں سلام ہو تو پھر ان حضرات کی بات درست تھی لیکن جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا تو اس کی فرضیت بھی ثابت نہ ہوگی اور جو آپ نے نہیں فرمایا، ہم اس کا حکم کس طرح دے سکتے ہیں

اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے، تو وہ آنحضرت ﷺ کے ذمہ ایسی بات لگاتا ہے، جو آپ نے نہیں ارشاد فرمائی اور شریعت میں ایک ایسی بات کا اضافہ کرتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔"[1]

امام ابن حزم مزید فرماتے ہیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ اعتکاف میں روزہ فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کا ذکر روزے کے ساتھ کیا ہے، وہ ہر نماز میں آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنے کو بھی فرض قرار دے سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اور آنحضرت ﷺ نے درود و سلام یکجا ذکر کیا ہے۔"

اگر کوئی یہاں اس حدیث کو ذکر کرے جسے ابن وہب نے ابو ہانی[2] سے روایت کیا ہے، جسے ابو علی جنبی[3] نے فضالہ بن عبید سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا، جس نے نہ تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور نہ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ اقدس پہ درود بھیجا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا "اے نماز پڑھنے والے! تو نے عجلت سے کام لیا ہے، پھر آنحضرت

---

[1] جس شخص کو درود شریف کی صفت سے متعلق صحابہ کرامؓ کے آنحضرت ﷺ سے سوال کے الفاظ کا علم ہوگا، اسے اس بات کا یقین ہوگا کہ صحابہ کرامؓ نے یہ سمجھا تھا کہ صلوٰۃ و سلام کے حکم کا تعلق نماز ہی سے ہے بلکہ ابو مسعودؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ بشیر بن سعد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں یہ تو معلوم ہوگیا کہ سلام کس طرح پڑھنا ہے، اب آپ یہ فرمائیں کہ جب ہم نماز میں درود شریف پڑھ رہے ہوں، تو کس طرح پڑھیں؟ حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص (۱/۲۶۳) میں اس روایت کو ابن خزیمہؒ (ج ۱/۱۱۷) ابن حبان (۳/۲۲۲) دارقطنی (۱/۳۵۴) اور حاکم (۱/۲۶۸) کی طرف منسوب کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے اس فہم کو برقرار رکھا اور گویا آیت شریفہ کی تفسیر یہ ہوئی کہ اس سے نماز میں درود و سلام مراد ہے، سلام پڑھنا آپؐ نے تشہد میں سکھا دیا تھا اب صحابہ کرامؓ نے صلوٰۃ کی بابت سوال کر کے اسے سیکھنا چاہا جیسا کہ ان مذکورہ شواہد سے یہ بات واضح ہوگئی اسی لیے حضرت امام شافعیؒ نے کتاب الاُم جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ میں فرمایا جیسے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں تشہد سکھایا کرتے تھے، اسی طرح آنحضرت ﷺ یہ بھی سکھایا کرتے کہ نماز میں درود شریف کیسے پڑھنا ہے، یہ جائز نہیں کہ تشہد تو واجب ہے لیکن آنحضرت ﷺ پر درود واجب نہیں ہے۔ صلوٰۃ و سلام کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد نے قرآن حکیم سے ثابت شدہ فرض میں اضافہ کر دیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] ابو ہانی کا نام حُمَید بن ہانی خولانی ہے ۱۴۲ھ میں فوت ہوئے، ابن وہب کے سب سے بڑے شیخ آپ ہی ہیں۔

[3] جُنبی، قبیلہ کی طرف نسبت ہے، ابو علی کا نام عمرو بن مالک ہمدانی مصری ہے۔

ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو نماز کا طریقہ تعلیم فرمایا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سُنا کہ ایک آدمی نے نماز پڑھتے ہوئے اللہ کریم کی حمد وثنا بھی کی ہے اور آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی پر درود بھی بھیجا ہے، تو آپؐ نے فرمایا اب دُعا کرو وہ قبول ہوگی، اللہ تعالیٰ سے مانگو، مل جائے گا۔[1] (ابوداؤد، نسائی الصلوٰۃ، ترمذی الدعوات)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز میں آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے کیونکہ اگر واجب ہوتا تو آپؐ یہ نہ فرماتے کہ تو نے عجلت سے کام لیا ہے کیونکہ عجلت کرنے والے کی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ آپؐ یہ فرماتے کہ واپس جاؤ اور نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، بس اس حدیث سے اس قدر معلوم ہوا کہ نماز میں درود شریف پڑھنا مُستحب ہے۔"

اگر یہ حضرات کعب بن عجرہؓ کی اس حدیث کو پیش کریں جس میں یہ آیا ہے کہ جبرئیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے یہ بد دعا کی کہ وہ شخص ہلاک ہو جائے جس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے لیکن وہ درود نہ پڑھے، تو آپ نے کہا آمین! (المجمع ۱۰/۱۶۶، معجم طبرانی کبیر ۱۹/۱۴۴، حاکم ۴/۱۵۳، فضل الصلاۃ علی النبی ح ۱۹، لیکن ان میں سے کسی بھی روایت میں بھی ابوبکر بن ابواویس کا ذکر نہیں (واللہ اعلم)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

---

[1] یہ نسائی کی روایت کے الفاظ ہیں، اسے انہوں نے "از محمد بن سلمہ از ابن وہب" روایت کیا ہے، اسی کے ہم معنی ترمذی نے ج ۲، ص ۲۶۰ میں بطریق رشدین بن سعد، از ابو ہانی خولانی روایت کیا ہے۔ اسے حاکم نے بھی —— ج ۱، ص ۲۳۰، ۲۶۸ میں احمد نے ج ۶ ص ۱۸ میں، بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ میں اور سب نے بطریق حیوۃ بن شریح از ابی ہانی روایت کیا ہے، ترمذی و حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، شوکانی نے اسے جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ میں ابوداؤد (الصلاۃ باب ۳۵۹) ابن خزیمہ (۱/۳۵۱) اور ابن حبان (۲/۳۱۹) کی طرف منسوب کیا ہے۔

یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کے راوی ابوبکر بن ابی اُوَیس پر بہت شدید طعن کیا گیا ہے[1]، ابوبکر، محمد بن ہلال سے روایت کرتے ہیں، جو کہ مجہول ہیں، وہ سعد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں اور سعد کے نام میں اضطراب ہے جبکہ ان کا حال غیر مشہور ہے۔[2]

اگر روایت صحیح بھی ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز یا غیر نماز میں جب آنحضرت ﷺ کے اسم گرامی کا ذکر آئے، اس وقت درود شریف پڑھنا واجب ہے، اس میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے کی قطعاً کوئی تخصیص مذکور نہیں۔

" بعض حضرات نے اپنے قول کی تائید وحمایت میں حضرت ابوحُمیدؓ اور حضرت ابو اُسیدؓ کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں یہ اقوال اس شخص کے لیے دلیل بن سکتے ہیں جو صحابی کی تقلید کا قائل ہو، ہمارے لیے یہ دلیل نہیں بن سکتے کیونکہ ہم تقلید کے قائل نہیں ہیں۔ وباللہ تعالی التوفیق :

## ۴۵۹۔ قنوت

نماز میں قنوت کا پڑھنا ایک اچھا فعل ہے، جو ہر فرض نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد پڑھا جاتا ہے صبح کی نماز ہو یا غیر صبح کی یا وتر ان سب میں قنوت پڑھا جا سکتا ہے، جو شخص ترک کر دے، تو کوئی حرج نہیں۔ قنوت " رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ " کے بعد اس طرح پڑھے :۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ، وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ | یا اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں میں داخل فرما دے جنہیں تو نے ہدایت دی اور مجھے عافیت دیکر |

[1] ابوبکر بن اویس کا نام عبدالحمید بن عبداللہ ہے، ثقہ ہیں، بخاری و مسلم اور دیگر محدثین نے آپ کی روایت کو لیا ہے، ازدی نے آپ کی بابت لکھا ہے کہ حدیثیں وضع کیا کرتے تھے مگر ذہبی کہتے ہیں کہ ازدی کی یہ بہت بڑی لغزش ہے۔ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ازدی نے اسے کوئی اور راوی سمجھ لیا لہٰذا ان کا قول یہاں باعث قدح نہیں ہے۔

[2] محمد بن ہلال ثقہ ہے سعد بن اسحٰق بھی ثقہ ہے، اس کے نام کے بارے میں بھی مجھے کسی اضطراب کا علم نہیں ہو سکا۔ اس حدیث کو مؤلف قبل ازیں مسئلہ ۲۷۴ میں بھی ضعیف قرار دے چکے ہیں مگر ہم نے حدیث کے الفاظ معلوم کیے بغیر وہاں بھی اس بات کی تردید کی تھی شوکانی نے (۲/۳۲۳) میں اس حدیث کو طبرانی کبیر ۱۹/۱۴۴) کی طرف منسوب کیا ہے اور حافظ عراقی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔

تَوَلَّيْتَ ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَقِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ ، إِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ ، وَإِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ○

ان لوگوں میں داخل کر دے جن کو تو نے عافیت دی اور میرا کارساز بن کر ان میں داخل کر دے جنکی تو نے کارسازی فرمائی اور جو کچھ مجھے دے رکھا ہے اس میں برکت عطا فرما اور اس تکلیف سے مجھے بچا لے جس کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے اس لیے کہ تو خود فیصلہ کرتا ہے اور تیرے فیصلہ کے خلاف اور کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا، جس کو تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اے ہمارے رب تو برکت والا اور بلند ہے۔

اس دعاء کے بعد جس کے لیے چاہے دعا کرے، اگر پسند کرے تو اس شخص کا نام بھی لے سکتا ہے، اگر کوئی شخص رکوع سے پہلے قنوت کرے، تو اس کی نماز باطل نہیں ہو گی لیکن سنت یہی ہے کہ رکوع کے بعد کرے۔ ۴۰ ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از عبیداللہ بن سعید از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری و شعبہ از عَمْرو بن مُرّہ از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ از] حضرت براء بن عازبؓ روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نماز صبح و مغرب میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ، طیالسی صفحہ ۱۰۰، دارمی کتاب الصلاۃ، طحاوی معانی الآثار کتاب الصلاۃ بیہقی ۱۹۸/۲)

۴۱ ہم نے بطریق [حمام از عباس بن اَصبَغ از محمد بن عبدالملک بن اَیمن از احمد بن محمد بَرْتی قاضی از ابومَعمر از عبدالوارث بن سعد تنوری از ہشام بن ابی عبداللہ دستوائی از یحییٰ بن ابی کثیر از] ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ میری نماز تم سب کی نسبت آنحضرت ﷺ کی نماز کے زیادہ قریب ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ ظہر، عشاء اور صبح کی نمازوں میں آخری رکعت کے رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ پڑھ کر دعاءِ قنوت پڑھتے، مومنوں کے لیے دعائیں کرتے اور کافروں پر لعنت بھیجتے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز کی آخری رکعت میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے بعد درج ذیل دعاءِ قنوت پڑھی:۔

اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ — اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے

اَللّٰھُمَّ نَجِّ سَلَمَۃَ بْنَ ھِشَامٍ ، — اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے

اَللّٰھُمَّ نَجِّ عَیَّاشَ بْنَ اَبِی رَبِیْعَۃَ — اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے

اَللّٰھُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ — اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے

(بخاری مسلم ابوداؤد نسائی عبدالرزاق کتاب الصلاۃ ح ۴۹۸۱ مختصراً ومطولاً)[1]

۴۴۲، ہم نے بطریق [ حمام بن احمد از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از ابوعبداللہ کابلی[2] از ابراہیم بن موسیٰ رازی از محمد بن انس از ابی الجہم[3]] حضرت براء بن عازبؓ روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے[4]۔

۴۴۳، ہم نے بطریق [ عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از قتیبہ بن سعید از حماد بن زید از ایوب سختیانی از] محمد بن سیرین روایت کیا کہ حضرت انس بن مالکؓ سے سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہے۔ آپؓ نے جواب دیا ہاں، پھر پوچھا گیا آپؐ نے رکوع

---

[1] یہ حدیث کتب حدیث میں مروی ہے اور دراصل دو حدیثوں کا مجموعہ ہے جو کہ مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہیں اگر ہم تفصیلی گفتگو کریں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی ملاحظہ فرمایئے صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۱۹، جلد ۲ صفحہ ۴۷، جلد ۴ صفحہ ۱۱۹، ۲۹۵، جلد ۶ صفحہ ۴۸، ۹۶، جلد ۸ صفحہ ۸۱، ۱۵۰/۱۵۱ جلد ۹ صفحہ ۳۵، صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵۴۰، نسائی ج ۱ ص ۱۶۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۲، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۶، ۲۰۷۔

[2] کابُلی، کابُل کی طرف نسبت ہے اور ان کا نام محمد بن عباس بن حسن بن ماہان ہے "انساب" (۱۱/۲) میں ان کے حالات موجود ہیں "انساب" میں آپ کے باپ کا نام حسن لکھا گیا ہے، جو غلط ہے، لسان المیزان ج ۵ ص ۲۱۵ میں بھی انکے حالات موجود ہیں اور اس میں نسبت کاہلی لکھی ہوئی ہے جو غلط ہے۔ بغداد میں ۳۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ ثقہ ہیں امام دارقطنیؒ نے آپ کی توثیق کی ہے۔ (دیکھو تاریخ بغداد ۳/۱۱۱)

[3] ابوالجہم کا نام سلیمان بن جہم بن ابی جہم انصاری ہے حضرت براء کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

[4] بیہقی نے اسے جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ میں بطریق ابی حاتم رازی از ابراہیم بن موسیٰ از محمد یعنی مُطَرِّف از ابی جہم از براء روایت کیا ہے۔ اس سند میں مطرف کا ذکر ضروری ہے کیونکہ محمد بن انس قرشی نے اسے ابوالجہم سے بلاواسطہ روایت نہیں کیا بلکہ مُطَرِّف بن طریف نے ابوجہم سے روایت کیا ہے، مطرف کا نام شاید ناسخین کی غلطی کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حازمیؒ نے اسے "الناسخ والمنسوخ" صفحہ ۸۶ میں بطریق طبرانی از یعقوب بن اسحاق مخرمی، از علی بن بحر از محمد بن انس از مُطَرِّف از ابی جہم" روایت کیا ہے۔ اس پر حازمیؒ نے لکھا کہ سلیمان یعنی امام طبرانیؒ فرماتے ہیں کہ مُطَرِّف سے اسے صرف محمد بن انس نے روایت کیا ہے (دارقطنی ۲/۳۷ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔)

سے پہلے قنوت پڑھایا بعد میں، آپؓ نے فرمایا، رکوع کے بعد (بخاری مسلم ابوداؤد اور نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

"یہ سب روایات وہ نص ہیں، جن پر ہم نے اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے۔ وللہ الحمد۔"

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت انسؓ سے تو یہ بھی روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کیا قنوت رکوع سے پہلے ہے یا بعد میں؟ تو آپ نے فرمایا پہلے![1]

ہم عرض کریں گے کہ حضرت انسؓ نے یہ آنحضرت ﷺ کے بارے میں خبر نہیں دی بلکہ اپنے دور کے امراء کی بابت خبر دی ہے جیسا کہ آپ سے جب حج کے بعض امور کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے

---

[1] حضرت انسؓ کی اس روایت کو بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۷، ۲۳، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۸، دارمی صفحہ ۱۹۰، طحاوی ۱/۱۴۲، بیہقی ۲/۲۰۷ اور مروزی کی کتاب الوتر صفحہ ۱۳۲ میں روایت کیا گیا ہے۔ بخاری کے الفاظ بروایت عاصمؒ یہ ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے قنوت کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا "قنوت تھا" میں نے عرض کیا رکوع سے پہلے یا بعد؟ تو انہوں نے فرمایا پہلے۔ میں نے عرض کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آپ کے حوالے سے بتایا کہ آپ نے فرمایا کہ رکوع کے بعد ہے تو آپ نے کہا کہ اس نے جھوٹ کہا ہے "آنحضرت ﷺ نے رکوع کے بعد ایک ماہ قنوت پڑھا تھا اور میرا خیال ہے کہ یہ اس وقت پڑھا تھا جب آپ نے ستر قراء کو ایک مشرک قوم کے پاس بھیجا تھا، آپ کے اور اس مشرک قوم کے مابین عہد و پیمان تھا لیکن اس مشرک قوم نے عہد شکنی کرتے ہوئے انہیں شہید کر دیا تھا تو آنحضرت ﷺ ایک ماہ تک ان پر بددعا کرتے رہے۔

حضرت انسؓ سے روایات مختلف ہیں اکثر راوی بعد از رکوع کہتے ہیں آپ کے علاوہ دیگر اکثر صحابہ کرامؓ سے روایات بھی بعد از رکوع ہیں لہٰذا اسے ہی ترجیح حاصل ہے۔ شاید حضرت انسؓ کسی عذر یا نسیان کے باعث قبل از رکوع کے قائل ہوں۔

اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے مروزی نے کتاب الوتر صفحہ ۱۳۳ میں روایت کیا کہ محمد بن یحیٰی از ابراہیم بن حمزہ از عبدالعزیز بن محمد از حمیدؒ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ رکوع کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عثمانؓ نے قبل از رکوع قنوت شروع کر دیا تاکہ لوگ رکعت کو پالیں"، اس کی سند جید ہے جیسا کہ حافظ عراقی نے لکھا ہے۔ بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ میں بطریق سفیان حضرت انسؓ سے روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک ماہ قنوت پڑھا، میں نے عرض کیا کہ قنوت کس وقت تھا؟ آپ نے فرمایا بعد از رکوع۔"

امام بیہقی فرماتے ہیں اس میں گویا آپ نے خبر یہ دی کہ مطلق قنوت بعد از رکوع ہی ہے، یہ جو آپ نے فرمایا کہ مہینہ بھر قنوت پڑھا اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں پر لعنت کی پس بعد از رکوع قنوت کے سلسلے میں راوی اکثر بھی ہیں اور زیادہ حفظ والے بھی لہٰذا یہی زیادہ بہتر ہے کہ بعد از رکوع ہو!

فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا عمل تو یہ ہے اور پھر فرمایا کہ جیسے تمہارے امرا کرتے ہیں ایسے ہی کرو۔ آپ کا یہ فرمانا یا بطور تقیہ تھا یا آپ کی ذاتی رائے تھی اور یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کا قول حجت نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بعد بھی لوگوں کا یہی معمول رہا ہے، چنانچہ یحییٰ بن سعید قطانؒ سے روایت ہے کہ عوّام بن حمزہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عثمان نہدی سے صبح کی نماز میں قنوت کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بعد از رکوع پڑھنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا یہ کس سے منقول ہے؟ فرمانے لگے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ سے (مختصر قیام اللیل صفحہ ۲۹۳، بیہقی ۲/۲۰۲، ابن ابی شیبہ ۲/۳۱۲)

شعبہؒ نے عاصم احولؒ کے حوالہ سے ابوعثمان نہدیؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ بعد از رکوع قنوت پڑھا کرتے تھے (بیہقی ۲/۲۰۸ ابن ابی شیبہ ۲/۳۱۲)

یاد رہے ابو عثمان نہدیؒ نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی زیارت کی ہے۔

بطریق بخاری از مسدد از اسماعیل بن عُلیہؒ از خالد حذّاء از ابوقلابہؒ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ قنوت مغرب اور فجر میں تھا (بخاری کتاب الصلاۃ باب ۲۷۷، ۳۹۷)

بطریق سفیان ثوری از سلمہؒ بن کہیل از عبداللہ بن معقل حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے مغرب میں بعد از رکوع قنوت پڑھا اور کچھ لوگوں کے لیے بد دعا کی (بیہقی ۲/۲۰۴، عبدالرزاق ۳/۱۱۳)

بطریق معمرؒ از ایوب، از ابن سیرینؒ روایت ہے کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے وتر میں بعد از رکوع قنوت پڑھا (عبدالرزاق ۳/۱۲۰)

علقمہؒ و اسود سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نماز میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ قنوت بعد از رکوع ہے (بیہقی ۲/۲۰۷)

یہ ہیں ائمہ ہدیٰ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور معاویہؓ اور ان کے ساتھ ساتھ اُبیّ بن کعب اور حضرت ابن عباسؓ سے بھی قنوت ثابت ہے۔

**مانعین قنوت** کچھ حضرات ایسے ہیں، جو قنوت کے قائل نہیں، چنانچہ ابو مالک اشجعیؒ اپنے

باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی اقتدا میں نماز پڑھی لیکن ان میں سے کسی نے بھی قنوت نہیں پڑھا لہٰذا اے بیٹے! یہ بدعت ہے[1] (ترمذی نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ واحمد ۳/۴۷۲ و ۶/۳۹۴ طیالسی ۱۳۲۸ بیہقی ۲/۲۱۳ طحاوی ۱/۱۴۶)

علقمہ و اسود راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک زمانہ دراز تک ہمیں نمازیں پڑھائیں لیکن قنوت نہ کیا۔ (عبدالرزاق ۳/۱۱۰)

اسود بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ صبح کی نماز میں قنوت نہیں کیا کرتے تھے بطریق سفیان از منصور از ابراہیم نَخَعِی اَبُو الشَّعْثَاءِ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے فجر کی نماز میں قنوت کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ کوئی اس طرح کرتا ہو۔ (عبدالرزاق ۳/۱۰۷)

امام مالکؒ، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے (موطا ۱/۱۴۷، عبدالرزاق ۳/۱۰۶) حضرت ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے کہ آپ قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۳/۱۰۷)

سُفْیَانْ بن عُیَیْنَہ، ابن ابی نَجِیحْ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کیا حضرت عمر بن خطابؓ نماز صبح میں قنوت پڑھا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے، جسے لوگوں نے پیدا کیا ہے۔ (عبدالرزاق ۳/۱۰۸)

بطریق عبدالرزاق، از مَعْمَر زُہْرِی سے روایت ہے کہ آپ کہا کرتے تھے کہ معلوم نہیں لوگوں نے یہ قنوت کہاں سے شروع کر لیا ہے، آپ تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے چند دن قنوت پڑھا اور پھر اسے ترک کر دیا۔ (عبدالرزاق ۳/۱۰۵)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن یحیٰی لَیْثِی اور بَقِی بن مَخْلَدْ قنوت کے قائل نہیں تھے چنانچہ

---

[1] یہ الفاظ نسائی کے ہیں، مصنف نے اسے قدرے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، ابومالک کا نام سعد اور ان کے باپ کا نام طارق بن اشیم ہے۔

ان کی مسجدوں میں جو قرطبہ میں ہیں، اب بھی لوگ قنوت نہیں پڑھتے ہیں۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ابن عباسؓ کے بارے میں جو یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ یہ حضرات قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ قنوت منع ہے کیونکہ ان سب حضرات کے بارے میں بھی یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ قنوت پڑھا بھی کرتے تھے اور اسے ترک بھی کر دیتے تھے، گویا دونوں طرح جائز ہے۔ قنوت ذکرِ الٰہی ہے پڑھ لیا جائے تو بہتر، نہ پڑھا جائے تو تو کوئی حرج نہیں۔ یہ مباح ہے۔ فرض نہیں۔

ابو مالک اشجعی کے والد نے جو یہ کہا کہ یہ بدعت ہے، تو یہ اس لیے کہ انہیں اس کا علم نہ ہو سکا ہو گا اور جسے علم ہو اس کی بات علم نہ رکھنے والے کی نسبت زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ حجت اس کی بات ہے جسے علم ہو نہ کہ اس کی جسے علم ہی نہ ہو[1]

ابن مسعودؓ کے بارے میں یہ نہیں آیا کہ آپ اسے مکروہ سمجھتے یا اس سے منع کرتے تھے بس صرف یہ آیا ہے کہ آپ نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ترکِ قنوت مُباح ہے اور آپ کے علاوہ دیگر بہت سے صحابہ کرامؓ سے قنوت کا پڑھنا ثابت بھی ہے۔ ابن عمرؓ کو بھی اس کا علم نہ ہو سکا ہو گا جس طرح آپ کو مسح کا علم نہ تھا، تو آپ کا نہ جاننا اس کے حق میں باعثِ قدح نہیں ہے، جو اسے جانتے ہیں۔

امام زُہریؒ قنوت سے بے خبر رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسے منسوخ کہہ دیا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے اسی سند کے ساتھ آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ گائے کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں یہ حکم منسوخ ہے کہ ہر تیس میں سے ایک تبیعہ اور ہر چالیس میں سے

---

[1] امام بیہقیؒ نے ابو مالک کے باپ طارق سے اس روایت کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ طارق بن اشیم نے اسے یاد نہ رکھا لہٰذا بدعت تصور کیا جبکہ دیگر حضرات نے اسے یاد رکھا لہٰذا ان کی بات حجت ہو گی جنہوں نے اسے یاد رکھا ہے۔

ایک مُسِنّہ ادا کیا جائے بلکہ گائے کی زکوٰۃ بھی اونٹ کی طرح ہے (عبدالرزاق ۴/۲۵) لہٰذا اگر قنوت کے منسوخ ہونے کے سلسلہ میں زُہری کا قول حُجت ہے تو اسے بھی حجت تسلیم کرنا پڑے گا، جو یہ گائے کی زکوٰۃ کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر یہ حجت نہیں تو نسخ قنوت کی بابت بھی آپ کا قول حُجّت نہیں ہو سکتا۔

مالکیوں پر تعجب ہے کہ جب ان کی تقلید کے موافق ہو تو پھر ابن عمرؓ کے قول کو بطورِ حجت پیش کیا کرتے ہیں لیکن یہاں انہوں نے بڑی آسانی سے ابن عمرؓ، ان کے صاحبزادے سالمؒ اور امام زُہریؒ کی مخالفت کی ہے حالانکہ یہ دونوں اہلِ مدینہ میں سے بہت بڑے عالم ہیں۔

ان لوگوں پر بھی تعجب ہے، جو ترکِ قنوت کے سلسلہ میں سالمؒ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں کہ اسے لوگوں نے ایجاد کیا ہے حالانکہ ان کی رائے میں کسی قائل کا یہ قول حجت ہے کہ لوگوں نے صدقۂ فطر میں جَو کے ایک صاع کے بجائے، گندم کے دو مُد کو برابر کر لیا تھا۔ اس قسم کے اعمال یعنی اپنی مرضی کے موافق اقوال کو قبول کر لینا اور غیر موافق کو ترک کر دینا یہ دین میں بالکل تحکّم بالباطل ہے۔

ان حضرات نے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اگر قنوت سُنّت ہوتا، تو ابن عمرؓ و ابن مسعودؓ سے یہ بات کیسے مخفی رہ سکتی تھی؟

ہم عرض کریں گے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے ساری زندگی یہ بات مخفی رہی کہ رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے چاہییں اس لیے آپ تاحیات تطبیق کے قائل رہے (عام کتب احادیث) ابن عمرؓ سے موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ مخفی رہا (بخاری نسائی کتاب الطہارۃ) لیکن ان حضرات نے ابن مسعودؓ وابن عمرؓ کے ان اقوال کو حجت نہیں سمجھا تو کیا بات ہے کہ قنوت کا ان سے مخفی رہنا کیسے حجت بن گیا؟ یہ تعجب کی بات ہے اور دین کے ساتھ تلعب! اور پھر یہ کہ قنوت کا مخفی رہ جانا ممکن ہے کیونکہ رکوع کے فوراً بعد یہ سکوتِ متصل ہے، اِسے صرف وہی جان سکتا ہے، جو اس کی بابت سوال کرے، فرض تو نہیں کہ سب لوگوں کو یقینی طور پر اس کا علم ہو جائے، حضرت ابن عمرؓ کو تو اس کا علم بھی ہو گیا تھا، جیسا کہ ہم ابھی ذکر کریں گے اور ابن مسعودؓ نے اس کا انکار نہیں کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نسخ قنوت کی دلیل یہ روایت ہے، جسے تم نے بطریق معمر از زہری از سالم بن عبداللہ، از والد خود بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی آخری رکعت میں جب رکوع کے بعد سر اٹھایا تو فرمایا کہ اے اللہ! فلاں فلاں شخص پر لعنت کر، آپ نے کچھ منافقوں کے لیے بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمادی کہ۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ (آل عمران-۱۲۸)

(اے پیغمبر!) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا اللہ ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

(بخاری کتاب التفسیر والمغازی والاعتصام نسائی کتاب الصلاۃ والتفسیر)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"یہ روایت تو اثبات قنوت کے سلسلہ میں حجت ہے کیونکہ اس میں قنوت کی ممانعت نہیں ہے اسی طرح یہ روایت اس شخص کے قول کے باطل ہونے کے سلسلہ میں بھی دلیل ہے، جو یہ کہتا ہے کہ ابن عمرؓ قنوت سے واقف نہ تھے، ابن عمرؓ نے شاید نماز فجر میں قبل از رکوع قنوت کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ واقعی مقام انکار ہے اور یہی بات زیادہ بہتر ہے کیونکہ اسے تسلیم کرنے کی صورت میں یہ بھی لازم نہیں آئے گا کہ آپ نے آنحضرت ﷺ کی سنت ثابتہ کی مخالفت کی ہو، اس حدیث سے قنوت کا نسخ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ثابت یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ اختیار میں ہے، آنحضرت ﷺ کے قبضہ میں نہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان ملعون لوگوں کو توبہ کی توفیق دیدے یا اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ یہ لوگ عنقریب ایمان

---

[1] بعض کوفیوں کا خیال ہے کہ یہ صبح میں نسخ قنوت پر دلالت کرتا ہے لیکن ان کا یہ خیال درست نہیں ابوجعفر نحاس الناسخ والمنسوخ صفحہ ۸۹ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند مستقیم ہے اور ناسخ و منسوخ کی بابت اس میں کوئی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ نے تنبیہہ صرف یہ فرمائی کہ ہر چیز اس کے قبضہ اختیار میں ہے اگر یہ ناسخ ہوتی تو پھر منافقوں پر لعنت کرنی جائز نہ ہوتی!

لے آئیں گے"۔

## کیا قنوت صرف حالتِ جنگ میں ہے؟

کچھ حضرات کا خیال ہے کہ قنوت صرف حالتِ جنگ کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے جو بطریق ابن مجالد[1]، از والد خود، از ابراہیم نخعی علقمہ واسود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے ہاں جب حالتِ جنگ ہوتی، تو پھر سب نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے تا زیست کبھی قنوت نہ پڑھا، حضرت علیؓ نے صرف اہلِ شام سے جنگ کے وقت قنوت کو اختیار کیا، آپ سب نمازوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے، حضرت معاویہؓ بھی قنوت پڑھا کرتے تھے اور حضرت علیؓ معاویہؓ کے لیے اور معاویہؓ علیؓ کے لیے قنوت میں بددعا کرتے تھے۔

---

[1] محلّٰی کے نسخہ ۱۶ میں ابن مجالد کے بجائے ابو المجالد ہے مجھے نہیں معلوم ان میں سے کونسا نام یہاں درست ہے، اگر اس سے مراد اسماعیل بن مجالد بن سعید ہے، تو یہ بات بعید ہے کیونکہ نخعی کی وفات ۹۲ھ میں ہوئی جبکہ مجالد بن سعید ۱۴۴ھ میں فوت ہوئے۔ میں نے اس اثر کو کہیں نہیں پایا البتہ زیلعیؒ نے "نصب الرایہ" جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ میں جو ذکر کیا ہے یہ اس کے قریب ہے کہ محمد بن حسن نے "الآثار" میں ذکر کیا ہے کہ ابو حنیفہ، از حماد بن ابی سلیمان، از ابراہیم نخعی اسود بن یزید سے روایت ہے کہ وہ کئی سال سفر و حضر میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ رہے، انہوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس مدت میں حضرت عمرؓ نے کبھی صبح کی نماز میں قنوت پڑھا ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علیؓ سے لیا ہے، آپ حضرت معاویہؓ سے لڑائی کے دنوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور اہلِ شام نے حضرت معاویہؓ سے قنوت کو سیکھا ہے آپ حضرت علیؓ سے لڑائی کے دنوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے۔ طحاوی نے جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ میں بطریق ابی شہاب خیاط، از ابو حنیفہ، از حماد، از ابراہیم اسود سے روایت کیا ہے حضرت عمرؓ حالتِ جنگ میں قنوت پڑھتے تھے، جنگ نہ ہوتی تو قنوت نہیں پڑھتے تھے اسی طرح طحاوی نے جلد ۱ صفحہ ۱۴۸ میں یہ بھی روایت کیا ہے کہ مغیرہ از ابراہیم حضرت علیؓ یہاں نماز صبح میں قنوت پڑھا کرتے تھے کیونکہ حالتِ جنگ میں تھے، آپ نماز فجر و مغرب میں اپنے دشمنوں کے حق میں قنوت میں بددعا کرتے تھے (شیخ احمد شاکر مرحوم نے اس طویل حاشیے میں سند کا خیال رکھا ہے لیکن متن میں مشابہت ان محولہ روایتوں میں نہیں ہے۔ البتہ ہیثمی نے مجمع الزوائد ۲/۱۳۷ میں عبداللہ بن مسعودؓ سے جو روایت ذکر کی ہے وہ لفظ بلفظ اس متن کے موافق ہے۔ اس روایت کو ہیثمی نے طبرانی اوسط کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کی سند و متن دونوں پہ کلام کیا ہے یعنی سند صحیح نہیں اور اس کا متن بھی مدرج ہے، سند صحیح اس لیے نہیں کہ اسکے ایک راوی محمد بن جابر پہ کلام ہے۔ متن مدرج اس لیے ہے کہ علیؓ و معاویہؓ کی لڑائی سے قبل ابن مسعودؓ فوت ہو چکے تھے معلوم یہ ہوتا ہے کہ علقمہ و اسود کو دیکھ کر کسی نے مُرسل، کے بجائے ابن مسعودؓ کا اضافہ کر کے مرفوع بنا دیا ہے واللہ اعلم (ابو الاشبال شاغف)

امام ابن حزم فرماتے ہیں :-

”یہ روایت حجت نہیں بن سکتی کیونکہ مُرسَل ہے اور مرسل روایت حجت نہیں ہوتی، اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ ان کے بارے میں اس سے زیادہ صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ قنوت پڑھا کرتے تھے اور وہ شخص جو مُثبِت ہو اور عالم ہو، اس کی نسبت زیادہ بہتر ہوتا ہے جو نَافی ہو اور عالم نہ ہو، یا پھر اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ دونوں صورتیں ہی صحیح اور مُبَاح ہیں۔

اگر روایت مستند ثابت ہو جائے، تو اس سے صرف یہ ثابت ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نیز حضرت علیؓ و معاویہؓ حالت جنگ میں سب نمازوں میں قنوت پڑھا کرتے تھے لہٰذا اس روایت سے حالتِ امن میں قنوت کی نفی نہیں ہوتی پس اگر یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے، تو پھر یہ ہمارے لیے دلیل بنے گی، نہ ثابت ہو تو دلائل کے باعث جو ہم قبل ازیں ذکر کر آئے ہیں، ہم اس سے مُستغنی ہیں۔ وللّٰہ الحمد“

## امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے مقلّدین

امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے مقلدین کی رائے ہے کہ وتر کے علاوہ اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھا جائے، وتر میں قبل از رکوع قنوت پڑھا جائے، یہ سنت ہے، جو اسے ترک کر دے، اسے سجدۂ سہو کرنا چاہیئے۔

## امام مالکؒ و شافعیؒ

امام مالک اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صبح کے علاوہ اور کسی فرض نماز میں قنوت نہ پڑھا جائے، امام مالکؒ قبل از رکوع اور امام شافعیؒ بعد از رکوع کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو پھر سب نمازوں میں قنوت پڑھا جا سکتا ہے۔ اور وتر میں پندرہ رمضان کے بعد، بعد از رکوع قنوت پڑھنا چاہیئے۔

## ان دلائل کا تجزیہ

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی تائید و حمایت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول سے ثابت نہیں ہوتی یعنی وتر کے علاوہ کسی نماز میں قنوت نہیں ہے اور جس نے وتر میں قنوت کو ترک کر دیا اس پر سجدہ سہو ہے۔ جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے جو صرف صبح کی نماز کی تخصیص کی ہے، اس کی تائید میں بھی کسی صحابی یا تابعی کا قول نہیں ہے۔ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے جو صبح اور دیگر نمازوں میں قنوت کی تفریق کی ہے، اس کی تائید میں بھی صحابہ و تابعین میں سے کسی کا کوئی قول نہیں۔

اس باب میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو منقول ہے، ان بزرگوں نے اس سب کی مخالفت کی ہے حالانکہ اگر کوئی شخص کسی ایک روایت کے کچھ حصہ کی بھی مخالفت کر دے، تو اس پر یہ خوب برسا کرتے ہیں۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں جو قول ہمارا ہے وہی قول امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی ہے اور ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ جو شخص قنوت نہ پڑھے، میں اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھوں گا، آپ خود بھی نمازِ صبح میں قبل از رکوع قنوت پڑھا کرتے تھے، لیث سے قنوت کی کراہت بھی منقول ہے اور یہ بھی کہ آپ نمازِ صبح میں قنوت پڑھا کرتے تھے، اشہب سے بھی ترک قنوت منقول ہے۔

## قنوت قبل از رکوع

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ جو حضرات قبل از رکوع قنوت کے قائل ہیں، انہوں نے ایک اثر ذکر کیا ہے، جو بطریق یزید بن زُریع، از سعید بن ابی عَروبہ، از قتادہ، از عَزْرَہ، از ابن اَبزیٰ مروی ہے، لیکن اس میں عَزْرَہ قوی نہیں ہے[1]۔

---

[1] نسخہ ۱۶ میں دونوں جگہ یہ نام "عَزْرَہ" اور نسخہ ۴۵ میں "عَذْرَہ" ہے، نہیں معلوم ان میں سے درست نام کیا ہے شاید یہ دونوں ہی "عَبْدَہ" کی تصحیف شدہ شکل ہیں، طحاوی نے جلد ۱ صفحہ ۱۴۷ میں بطریق شعبہ از عبدہ بن ابی لُبَابَہ، از سعید بن عبدالرحمٰن بن اَبزیٰ، از پدر خود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں قبل از رکوع دو سورتوں کے ساتھ قنوت کیا، اسی طرح بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ میں بطریق اوزاعی، از عبدہ روایت ہے اور عَبْدَہ ثقہ ہے منفرد بھی نہیں طحاوی نے اسی طرح بطریق شعبہ از حکم از مقسم، از ابن عباس، از عمر، علاوہ ازیں دیگر اسانید کے ساتھ بھی روایت کیا ہے، پھر میں نے دیکھا نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ میں یہ روایت بطریق ابن ابی عَروبہ از قتادہ از عَزْرَہ از سعید بن عبدالرحمٰن بن ابی اَبزیٰ از پدر خود، از ابی بن کعب روایت ہے (باقی نوٹ اگلے صفحہ ملاحظہ فرمائیں)

ان حضرات نے اس سلسلہ میں حفص بن غیاث کا اثر بھی پیش کیا ہے[1] لیکن اس کی بابت کہا گیا ہے کہ ان سے غلطی ہوئی ہے اور ثابت بعد از رکوع ہی ہے، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

جو شخص قبل از رکوع قنوت کرے، اس نے پسندیدہ امر کو اختیار نہیں کیا البتہ اس سے اس کی نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ یہ ذکرِ الٰہی ہے۔

## وتر میں قنوت

۹۵۴ہم نے بطریق [عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابو داؤد از قتیبہ بن سعید و احمد بن جواس حنفی از ابوالاحوص از ابو اسحاق سبیعی، از بُرید بن ابی مریم از ابی الحوراء ربیعہ بن شیبان سعدی روایت ہے] حضرت حسن بن علیؓ روایت کیا کہ وتر میں پڑھنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے مجھے یہ کلمات سکھائے۔ ابن جواس کی روایت ہے کہ قنوتِ وتر میں پڑھنے کے لیے آپؐ نے یہ کلمات سکھائے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ ..... تَعَالَیْتَ[2]" (یہ پوری دعا پہلے ذکر کی جا چکی ہے)

---

اس روایت میں آنحضرت ﷺ کے وتر کی کیفیت مذکور ہے لیکن اس میں قنوت کا ذکر نہیں لیکن نسائی نے بطریق سفیان از زُبید، از سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزی، از پدر خود، از ابیؓ بھی روایت کیا ہے، اس میں وتر کی کیفیت اور قبل از رکوع قنوت کا ذکر ہے۔

[1] حفص بن غیاث سے مروی اثر معلوم نہیں اس سے کیا مراد ہے البتہ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ میں ایک اثر مروی ہے شاید وہی مراد ہو۔

[2] طیالسی صفحہ ۱۶۳ ح ۱۱۷۹ از شعبہ از بُرید از ابو الحوراء مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بن علی کی خدمت میں عرض کیا آپ کو آنحضرت ﷺ کی کونسی دعا یاد ہے تو انہوں نے فرمایا، آپ ہمیں یہ دعا سکھایا کرتے تھے ..... یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی سند متصل بالسماع ہے اور بُرید و ابو الحوراء دونوں ثقہ ہیں۔ احمد نے بھی جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ میں اسے از وکیع، از یونس بن ابی اسحاق از بُرید روایت کیا ہے نیز صفحہ ۲۰۰ میں از عبدالرزاق از سفیان، از ابو اسحاق، از بُرید روایت کیا ہے اسی طرح احمد جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ دارمی صفحہ ۱۹۷ میں بطریق شعبہ از بُرید اور ترمذی جلد ۱ صفحہ ۹۳ نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ مروزی کی کتاب الوتر صفحہ ۱۳۴ ان سب میں بطریق ابو اسحاق از بُرید و نیز ابن الجارود صفحہ ۱۴۲ میں بطریق یونس بن ابی اسحاق از بُرید نیز بطریق ابو اسحاق مروی ہے اور بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ میں بطریق ابو اسحاق نیز بطریق علاء بن صالح از بُرید مروی ہے اور اس میں یہ بھی ذکر ہے کہ بُرید کہتے ہیں کہ میں نے جب محمد بن حنفیہ سے اس دعا کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے والد صبح کی نماز کے قنوت میں اس دعا کو پڑھا کرتے تھے، اور احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۱، مسند حسین بن علی میں، بطریق شریک از ابو اسحاق، روایت کیا ہے اس میں حسن کے بجائے حسین اور مجھے یقین قریب ہے کہ یہ شریک بن عبداللہ قاضی کی غلطی ہے کیونکہ اس کا حافظہ خراب تھا اور حاکم نے بھی اسے جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ میں بطریق اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ از عم خود موسیٰ بن عقبہ، از ہشام بن عروہ، از پدر خود از حضرت عائشہؓ از حضرت حسن بن علی روایت کیا ہے اس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے تعلیم دی کہ وتر میں جب میں رکوع سے سر اٹھا لوں اور سجدہ ابھی باقی ہو تو پھر یہ دعا پڑھوں ــــ حاکم فرماتے ہیں یہ روایت صحیح اور شیخین کی شرط پر ہے اور حاکم کا کہنا صحیح ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں موسیٰ بن عقبہ کے سلسلہ میں اختلاف کیا گیا ہے چنانچہ محمد بن جعفر بن

امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

"قنوت ذکر و دعا ہے لہٰذا ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ یہ اثر اگرچہ ایسا ہے کہ اس کو بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا لیکن آنحضرت ﷺ سے اس کے علاوہ کچھ اور منقول بھی نہیں لہٰذا ہم اسی کو اختیار کر لیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ضعیف حدیث، رائے سے زیادہ بہتر ہے[1]۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہمارا قول بھی یہی ہے۔ حضرت عمرؓ سے اسکے علاوہ قنوت کی ایک اور دعا بھی مروی ہے[2] لیکن مرفوع ہمیں زیادہ پسند ہے موقوف کے مقابلہ میں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی یہ دعاء قنوت آنحضرت ﷺ ہی سے سیکھی ہو گی تو ہم عرض کریں گے کہ جس روایت میں قطعی طور پر رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت ہو وہ زیادہ پسندیدہ ہے اس سے جس میں ظن و تخمین کے طور پر نسبت ہو۔ محض ظن و تخمین سے نسبت کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے منع فرمایا۔

اگر تم یہ کہو کہ یہ ظن نہیں ہے تو تم حدیث میں یہ الفاظ داخل کر دو کہ یہ روایت مسند ہے اور حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے اسے روایت کیا ہے، اگر تم فی الواقع ایسی جسارت کر لو گے تو یہ جھوٹ ہوگا اور اگر تم ایسا کرنے سے انکار کرو تو گویا یہ تمہاری طرف سے اعتراف ہوگا کہ اس قول کو تم محض ظن کی بنا پر آنحضرت

---

(نوٹ گذشتہ سے پیوستہ)

ابی کثیر نے از موسیٰ، از ابو اسحاق، از برید روایت کیا ہے جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے اور یحییٰ بن عبداللہ بن سالم از موسیٰ از عبداللہ بن علی حسین بن علی از حسن بن علی مروی ہے جیسا کہ سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۲ میں ہے۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ نے ان تینوں سے روایت کیا ہے اور ان کے برادر زادے اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ ثقہ ہیں، بخاری نے ان سے روایت کی ہے ان سب طرق سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن حزمؒ نے جو کہا اس کے خلاف حجت ہے۔

[1] ابن حجر نے تہذیب جلد ۳ صفحہ ۲۵۶ میں ابن حزمؒ کا یہ کلام نقل کیا ہے لیکن اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا البتہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس سے قبل والے حاشیے میں مفصل بیان ہوا ہے۔

[2] قنوت کے بارہ میں حضرت عمر کی روایت مروزی صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵ اور بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰-۲۱۱ وغیرہما میں ہے۔

ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہو حالانکہ ظن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۝ (النجم ۲۸) | اور ظن یقین کے مقابلہ میں کچھ کام نہیں آتا۔

البتہ دعوٰلہ کا ذکر نام لے کر کرنے کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کیا ہے جیساکہ ۴۵۷۔ [ہم سے عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجّاج از ابوطاہر و حرملہ بن یحیٰی از ابن وہب از یونس بن یزید از ابن شہاب از سعید بن مُسَیَّب و ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب قراءت سے فارغ ہو کر تکبیر کہہ کر رکوع کر لیتے اور پھر رکوع سے سر اٹھا کر "سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ"، بھی پڑھ لیتے، تو پھر اس قیام کی حالت میں یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ ابْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ | اے اللہ! ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ربیعہ اور کمزور مومنوں کو (دشمن سے) نجات دے دے!

اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلٰى مُضَرَ، وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَّذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ | اے اللہ! خاندانِ مضر پر اپنی گرفت کو سخت کر دے اور انہیں یوسفؑ کے دور جیسی قحط سالی میں مبتلا کر۔ اے اللہ لِحْیَانَ، رِعْل، ذَکْوَانَ اور عُصَیَّہ پر لعنت فرما کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

پھر ہمیں یہ خبر ملی کہ آنحضرت ﷺ نے اس دعا کو ترک کر دیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرما دی تھی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (آل عمران - ۱۲۸) | اے پیغمبر اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں یہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے کہ وہ ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کیونکہ وہ یقیناً ظالم ہیں۔

۴۶۷ - [بسند سابقہ از محمد بن مہران رازی از ولید بن مسلم از اوزاعی از یحیٰی بن ابی کثیر از ابوسلمہ بن عبدالرحمن] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز میں بعد از رکوع ایک ماہ تک قنوت کیا، سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد آپ یہ دعا کرتے "اَللّٰھُمَّ نَجِّ الْوَلِیْدَ .... کَسِنِیْ یُوسُفَ"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے دعا کو ترک فرما دیا تھا میں نے جب اس کا ذکر کیا، تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ وہ آگئے ہیں جن کے لیے حضورؐ دعا فرماتے تھے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

آنحضرت ﷺ نے دعا اس لیے بند کر دی کیونکہ یہ آگئے تھے امام ابن حزم مزید فرماتے ہیں کہ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ دعاء قنوت وتر میں بہتر ہے یا فرض نمازوں میں چنانچہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اپنی حاجتیں فرض نماز میں دربارِ الٰہی میں پیش کرو۔ عمرو بن دینار اور اہل مکہ میں سے دیگر تابعین سے بھی یہ مروی ہے کہ فرض نماز سے مجھے اور کوئی نماز زیادہ محبوب نہیں ہے جس میں اپنی حاجت کے لیے دعا کرسکوں ۔ (مصنف عبدالرزاق : ۲/۴۴۹)

حسن بصری فرماتے ہیں فرض نماز میں جو چاہو دعا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق : ۲/۴۴۹)

عُرْوَۃ بن زُبیرؓ سے روایت ہے کہ وہ سجدوں میں یہ دعاء کیا کرتے تھے کہ ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِیْ بَکْرٍ ○ اے اللہ ! زُبیر بن عوّامؓ اور اسماء بنت ابی بکرؓ کے گناہوں کو معاف فرما دے ۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/۴۴۹ و ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۲) ابن جُریجؒ، شافعیؒ، مالکؒ، داؤد اور کئی دیگر ائمہ کرام کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن عطاءؒ طاؤسؒ اور مجاہدؒ سے مروی ہے کہ فرض نماز میں بالکل کوئی دُعا نہ کی جائے (مصنف عبدالرزاق : ۲/۴۴۸)

عطاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنی نماز میں کسی انسان کا نام لے کر دعا کر دی، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، (مصنف عبدالرزاق : ۲/۴۵۴)

ابن سیرین سے روایت ہے کہ نماز میں صرف وہ دعا مانگی جائے، جو قرآن مجید میں ہے (مصنف عبدالرزاق : ۲/۴۴۸۴)

امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ جس شخص نے نماز میں کسی انسان کا نام لے کر دعا کر دی، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، آپ نے کچھ مزید غلو سے کام لیتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ جس شخص نے نماز میں چھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا اور اس کی زبان نے بھی حرکت کی، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، نیز آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ نماز میں صرف قرآن مجید سے مشابہت رکھنے والی دعائیں ہی کی جائیں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ آنحضرت ﷺ کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ آپ نے نام لے کر کچھ لوگوں کے حق میں اور کچھ لوگوں کے خلاف دعائیں فرمائی ہیں اور اس سے آپ نے کبھی منع بھی نہیں فرمایا اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرتا ہے، تو وہ جھوٹا ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کی ممانعت میں دلیل کے طور پر آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان پیش کیا ہے کہ نماز میں لوگوں کے ساتھ گفتگو کرنا درست نہیں ہے" (صحیح جامع الصغیر، ح ۲۲۶۱) لیکن یہ حدیث ان کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں تو اس بات کی ممانعت ہے کہ کوئی نمازی دوسرے لوگوں میں سے کسی کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے گفتگو کرے۔ دعا لوگوں کے ساتھ کلام نہیں بلکہ یہ کلام تو اللہ کے ساتھ ہے ورنہ قرأت بھی لوگوں کے ساتھ گفتگو کہلائے گی۔ یہ صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازی کو بحالت سجدہ قرآن مجید کی قرأت سے منع کیا ہے (کتب السنن) لیکن حالت سجدہ میں دعا کا حکم دیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول باطل ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حالت سجدہ میں قرآنی دعائیں درست نہیں جبکہ مقصود قرأت ہو، اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"تشہد کے بعد جو دعا زیادہ پسند ہو نمازی اسے اختیار کر کے دعا کرے"۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی دارمی کتاب الصلوٰۃ عن ابن مسعود) اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابنِ مسعود کی مخالفت کی ہے حالانکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے بھی ابن مسعودؓ کی مخالفت نہیں کی۔

## ۴۶۰۔ تَشَہُّد میں انگلی سے اشارہ

ہم اس بات کو مُستَحَب سمجھتے ہیں کہ نمازی جب تَشَہُّد میں بیٹھے، تو اپنی انگلی سے اشارہ کرے، اور اسے حرکت نہ دے[1]، یہ اشارہ کرتے وقت دائیاں ہاتھ دائیں ران پر اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر ہی ہونی چاہیئے۔

۴۷ [ ہم سے عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلَیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از قَعنَبی، از مالک از مسلم بن ابی مریم بیان کیا کہ] علی بن عبدالرحمٰن مُعَاوِی نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے دیکھا کہ میں نماز میں کنکریوں کے ساتھ کھیلتا ہوں پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ اُس طرح کرو جس طرح آنحضرت ﷺ نماز میں کیا کرتے تھے، اور وہ یہ کہ جب آپ نماز میں (تَشَہُّد کے لیے) بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی کو دائیں ران پر رکھ لیتے اور ساری انگلیوں کو بند کر لیتے اور انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھ لیتے۔ (مسلم ابوداؤد نسائی موطا کتاب الصلوٰۃ)

## ۴۶۱۔ رکوع و سجود وغیرہ کی تکبیر کب کہی جائے

ہر نمازی کے لیے ہم یہ مُستَحَب سمجھتے ہیں کہ تکبیر اس وقت شروع کرے جب رکوع کے لیے جھکنے کا آغاز کرے، اسی طرح جب سجدہ کے لیے جھکنے کا آغاز کرے اور جب سجدہ سے سر اٹھانے کا آغاز کرے پھر جب دو رکعتوں کے بعد قیام کے لیے آغاز کر رہا ہو، اور رکوع سے سر اٹھانے کا آغاز کرتے وقت "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہنا بھی شروع کر دے، امام

[1] حرکت دینا حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔

کے لیے یہ درست نہیں کہ تکبیر کو لمبا کرے بلکہ جلدی سے کہہ لے اور جب تک تکبیر کو مکمل نہ کر لے، رکوع سجدہ، قَوْمَہ اور قَعْدَہ نہ کرے۔

۴۸۷۔[ہم نے از حمام از ابن مُفرج از ابن الاعرابی از دَبَری از عبدالرزاق از معمر از زُہری، از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ نماز پڑھتے ہوئے، اس وقت تکبیر کہتے، جب کھڑے ہوتے، رکوع کرتے، سجدہ کا ارادہ کرتے، سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے، جب بیٹھنے میں بیٹھتے اور جب دو رکعتوں کی تکمیل کے بعد اٹھتے اور جب سلام پھیرتے تو کہتے کہ اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، میری نماز تم سب کی نسبت آنحضرت ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ ہمیشہ آپ کی نماز کی یہی کیفیت رہی حتی کہ آپؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/ ۶۱)[1]

حضرت علیؓ، ابن زُبیرؓ اور عمران بن حُصَینؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے، علیؓ و ابن زبیرؓ کے تو عمل سے اس طرح ثابت ہے اور عمران بن حُصَینؓ نے اسے آنحضرت ﷺ کا عمل قرار دیا ہے۔[2]

۴۸۹۔[ ہم نے از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فَرَبری از بخاری از یحییٰ بن بُکَیر از لیث بن سعد از عقیل از ابن شہاب از ابوبکر بن عبدالرحمٰن روایت کیا کہ] حضرت ابوہُریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے جب رکوع سے پُشت اٹھاتے تو "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہتے، پھر جب کھڑے ہوتے تو "رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ" کہتے، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی (یعنی یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے) (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

امام ابوحنیفہؒ، احمدؒ، شافعیؒ، داؤد اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اور امام مالکؒ کا

---

[1] مسلم نے بھی اسی طرح بطریق عبدالرزاق، از ابن جریج، از زہری، از ابوبکر بن عبدالرحمٰن، از ابوہریرہ اور بطریق یونس از ابن شہاب، از ابوسلمہ، از ابوہریرہ اور کچھ دیگر طرق کے ساتھ ج ۱ ص ۱۱۵ میں روایت کیا ہے۔ بخاری نے بطریق لیث از عقیل، از زہری، از ابوبکرؓ از ابوہریرہؓ جلد ۱ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳ میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔

[2] حضرت علیؓ اور عمرانؓ کی روایت تو بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۱۰ میں ہے، ابن زُبیرؓ کی روایت مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۴۷، طبع مدینہ میں مختصر ہے۔

قول بھی یہی ہے مگر آپ کے نزدیک دو رکعتوں سے اٹھتے وقت تکبیر اس وقت کہی جائے جب آدمی بالکل سیدھا کھڑا ہو جائے لیکن یہ ایک ایسا قول ہے جس کی قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور کسی بھی صحابی کے قول سے تائید نہیں ہوتی، اس مسئلہ میں ان حضرات موالک نے صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی جماعت کی مخالفت کی ہے جن کی مخالفت کسی سے بھی منقول نہیں ہے۔

ہم نے جو یہ کہا ہے کہ امام کے لیے فرض ہے کہ وہ تکبیر جلدی کہے، تو یہ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو" (دیکھو صحیح الجامع الصغیر ح ۲۳۵۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مقتدیوں کے لیے بھی اللہ اکبر کہنا رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے فرض قرار دیا ہے لہٰذا یہ ضروری ہے۔ اگر امام تکبیر کو بہت لمبا کرے گا، تو مقتدی مشکل میں پڑ جائیں گے، اس صورت میں وہ یا تو امام کے ساتھ ساتھ کہیں گے یا امام سے بھی پہلے کہہ لیں گے اور ایسا کریں گے تو ان کی تکبیر حسب امر نہ ہوگی اور جس کی تکبیر حسب امر نہ ہو، اس کی نماز بھی نہ ہوگی لہٰذا لمبی تکبیر کہنے والا امام لوگوں کی نمازوں کو خراب کرتا ہے اور اثم وعدوان میں مدد کا باعث بنتا ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق!

## ۴۶۲۔ نماز میں وضو کا ٹوٹنا

ہر وہ حدث جس کے قصد وارادہ یا نسیان کے ساتھ صدور سے وضو ٹوٹ جاتا ہو، وہ جب بھی تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام پھیرنے تک کی کسی حالت میں بھی پیش آئے خواہ غلبہ کی صورت میں یا اکراہ و نسیان کی حالت میں، اس سے وضو اور نماز دونوں ٹوٹ جائیں گے اور لازم ہوگا کہ دونوں کو ازسرنو شروع کرے، یہ جائز نہیں کہ وضو کرکے نماز کو وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اس نے چھوڑا تھا۔ اس مسئلہ میں امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے حکم ایک ہی ہے اور خواہ نماز فرض ہو یا نفل البتہ نماز نفل ہو تو پھر اعادہ فرض نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کا دو میں سے ایک قول یہی ہے امام ابوسلیمانؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ وضو کرنے کے بعد نماز وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اس نے اسے چھوڑا تھا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر نماز پڑھتے کوئی سو گیا اور پھر اسے احتلام ہو گیا تو اسے

غسل کر کے از سرِ نو نماز پڑھنی ہوگی، وہیں سے دوبارہ شروع نہ کرے، جہاں سے اس نے نماز کو چھوڑا تھا، اگر ایسا شخص غسل کرنے سے معذور ہو اور اس کے لیے تیمّم کا حکم ہو تو پھر نہیں معلوم کہ اس صورت میں ان کا قول کیا ہے؟ کیونکہ اگر غسل میں انہوں نے طولِ عمل کی رعایت پیشِ نظر رکھی ہے، تو تیمّم میں تو ایسا نہیں ہے کیونکہ بے وضو اور جُنبی کو تیمّم ایک جیسا ہی کرنا ہوتا ہے۔

اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بحالتِ سجدہ مغلوب ہو کر امام بے وضو ہو جائے، تو اس صورت میں اگر امام نے تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، تو اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر تکبیر کہنے کے بغیر سر اٹھا لیا تو پھر کسی کی نماز بھی باطل نہ ہوگی۔ اگر امام نے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنا دیا یا مقتدیوں نے امام کے مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے کسی کو نائب بنا دیا تو اس سے بھی کسی کی نماز باطل نہ ہوگی، اگر نہ امام نے کسی کو نائب بنایا اور نہ مقتدیوں نے حتیٰ کہ امام صاحب مسجد سے باہر نکل گئے تو امام اور مقتدیوں سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

اس مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن امام کی نماز مکمل ہوگی۔ اگر امام مسجد سے باہر نکل گیا اور اس نے تالاب سے ایک برتن میں پانی لے کر وضو کر لیا، تو واپس آکر وہیں سے نماز شروع کرے، جہاں اس نے چھوڑی تھی، اگر اس نے کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کیا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسی طرح اگر بھول کر یا قصد و ارادہ سے بات چیت کر لی تو اس سے بھی نماز باطل ہو جائے گی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں!

"ان اقوال میں حد درجہ فساد و تناقض ہے، بغیر دلیل و برہان کے، اللہ تعالیٰ کے دین میں یہ محض تحکم پر مبنی ہیں اور ان میں سے اکثر اقوال ایسے ہیں کہ آپ سے پہلے کسی سے یہ ثابت نہیں۔

اب ہماری گفتگو صرف اس موضوع پر ہوگی کہ اس صورت میں نمازی کو نماز از سرِ نو پڑھنا ہوگی، یا وہ وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اس نے نماز کو چھوڑا تھا"

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ :۔

جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ وہاں سے شروع کرلے، جہاں سے اس نے چھوڑا تھا ان کا استدلال دو ضعیف حدیثوں سے ہے ان میں سے ایک :۔

۱ :۔ بطریق ابی جہم، از ابوبکر مُطَّوِّعی[1]، از داؤد بن رُشَید، از اسمٰعیل بن عیاش از ابن جُریج از پدر خود از ابن ابی مُلَیکہ مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو قے وغیرہ آئے، تو وہ وضو کرلے اور نماز وہیں سے شروع کرے، جہاں سے اس نے چھوڑا تھا، بشرطیکہ کلام نہ کیا ہو۔ (الکامل لابن عدی ۱/۲۹۲ میں یہ روایت بسند دیگر از ابن عیاش مروی ہے بیہقی ۲/۲۵۵)

نیز بطریق سعید بن مَنصُور از اسماعیل بن عَیَّاش، از ابن جُرَیج از پدر خود از ابن ابی مُلَیکہ مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو قے آئے یا نکسیر پھوٹ جائے، تو اسے چاہیئے کہ نماز توڑ کر چلا جائے اور وضو کرکے وہیں سے نماز شروع کردے، جہاں سے اس نے نماز کو چھوڑا تھا۔[2]

یہ روایت بطریق انصاری، از ابن جُرَیج، از پدر خود مرسل بھی ہے۔ بیہقی ۱/۱۴۲ و عبدالرزاق ۲/۳۴۱)

۲ :۔ اور دوسرا اثر بطریق عبدالرحمٰن بن زیاد بن اَنعُم مروی ہے[3]

---

[1] مُطَّوِّعی، مُطَّوِّعَہ کی طرف نسبت ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو جہاد، سرحدوں کی حفاظت اور ہر وقت دشمنوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ اس ابوبکر کا پورا نام محمد بن خالد بن حسن ہے، انساب (۱۲/۳۱۸) میں اس کے حالات موجود ہیں

[2] اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے جلد ۱ صفحہ ۱۹۰، دارقطنیؒ نے جلد ۱ صفحہ ۱۵۲ میں بہت سی سندوں کے ساتھ اور بیہقی نے جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ میں بطریق اسماعیل بن عیاش روایت کیا ہے بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمٰعیل بن عیاش کی شامیوں سے روایت صحیح ہے لیکن اہل حجاز سے صحیح نہیں۔ نیز یہ بھی کہا ہے کہ ابن عیاش نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے اور ابن جُریج نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے لیکن مسند نہیں کیونکہ اس میں عائشہؓ کا ذکر نہیں و نیز نصب الرایۃ ۱/۳۸۔

[3] شیخ احمد شاکرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی اور نہ اس کی اسنادی حیثیت کا علم ہو سکا، میرا خیال ہے کہ اس سے مراد وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد ترمذی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام نماز کو پوری کرکے بیٹھ جائے اور قصداً ہوا خارج کردے کلام کرنے سے قبل تو امام کی نماز ہوگئی اور مقتدی اپنی نماز پوری کرلیں۔ نصب الرایۃ جلد ۲/۶۲ ۶۳ واللہ اعلم ابو الاشبال شاغف)

لیکن یہ دونوں آثار اس قابل نہیں کہ دلیل بن سکیں کیونکہ اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے بالخصوص جب وہ حجازیوں سے روایت کرے، تو محدثین کا اتفاق ہے کہ وہ ناقابلِ حجت ہے اور عبدالرحمٰن بن زیاد بھی حد درجہ ساقط ہے۔

ایک اور ساقط اثر بھی ہے جو بطریق عمر بن ریاح[1] بصری ـــــ جو ساقط راوی ہے ـــــ از ابن طاؤس، از پدر خود از حضرت ابن عباسؓ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جب نماز میں نکسیر پھوٹتی تو آپ وضو کر کے نماز کو وہیں سے شروع کرتے، جہاں سے چھوڑا ہوتا دارقطنی ۱/۱۵۶[2]

حنفی حضرات تناقض کا شکار ہیں انہوں نے ان دو روایتوں میں مذکور اشیاء پر ان سب احداث کو قیاس کر لیا ہے جو ان میں مذکور نہیں ہیں لیکن احتلام کو انہوں نے ان پر قیاس نہیں کیا اور یہ کھلا تضاد ہے، حالانکہ کسی بھی صحیح یا سقیم اثر سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیشاب پاخانہ، ہوا اور مذی سے وضو ٹوٹنے کے بعد نماز کو وہیں سے شروع کیا جائے، جہاں سے وضو ٹوٹا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اصحاب نے دلیل یہ دی ہے کہ جتنی نماز وہ پڑھ چکا وہ صحیح ہے اور اسے بغیر نص کے باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

یہ استدلال صحیح ہے کیونکہ پڑھی ہوئی نماز کے باطل ہونے پر اگر نص وارد نہ ہوتی، تو ہم کبھی بھی اسے رائیگاں نہ کہتے لیکن چونکہ دلیل موجود ہے کہ جتنی نماز پڑھی ہو، تکمیل سے پہلے وضو ٹوٹ جائے، تو وہ بھی باطل ہو جاتی ہے۔

۷۵۰۔ [ہم نے از عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از احمد بن محمد بن حنبل از عبدالرزاق از معمر، از ھمام بن مُنَبّہ روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے

---

[1] یہ عمر بن ریاح بصری حضرت عبداللہ بن طاؤس کا آزاد کردہ غلام ہے اور دجال و متروک ہے ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ شخص ثقہ راویوں کے نام سے موضوع روایت بیان کرتا ہے۔

[2] ان مذکورہ احادیث پر تفصیلی گفتگو کے لیے ملاحظہ فرمایئے نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۲۱، ۲۳، ۲۵۳، ۲۵۴۔

ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بے وضو ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول نہیں فرماتا جب تک وضو نہ کرے۔ (بخاری کتاب الطہارۃ و کتاب الحیل اور مسلم و ابو داؤد و ترمذی کتاب الطہارۃ۔)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کو کئی طُرق سے روایت کیا ہے، پس جب یہ بات صحیح ہو گئی کہ بے وضو جب تک وضو نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں فرماتا اور یہ بات نص کے ساتھ اور بغیر کسی اختلاف کے ثابت ہے کہ نماز اسی صورت میں صحیح ہو گی جب وہ متصل ہو گی اگر نماز کے اجزاء کے مابین کسی ایسی چیز کے ساتھ فرق آجائے جو نماز نہیں تو وہ نماز نہیں ہو گی۔

جو حضرات بے وضو ہو جانے والے کو وہاں سے نماز شروع کرنے کا کہتے ہیں، جہاں سے اس نے چھوڑا تھا، ان سے ہم پوچھیں گے کہ یہ بتاؤ کہ جب بے وضو ہونے والا نماز چھوڑ کر حدث کو دھونے یا استنجاء وغیرہ کر کے وضو کر رہا ہو گا، اس وقت وہ حالتِ نماز میں ہو گا یا نہیں ہو گا؟ کیونکہ دو کے سوا تیسری تو کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی!

اگر وہ کہیں کہ وہ حالتِ نماز میں ہے، تو انہیں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان جھٹلا رہا ہے کہ بے وضو کی اللہ تعالیٰ اس وقت تک نماز قبول نہیں کرتا، جب تک وہ وضو نہ کرلے اور یہ بھی محال و باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نماز کو دراز کر دے، جسے وہ قبول ہی نہیں کرتا لہٰذا معلوم ہوا کہ بے وضو ہونے سے اس کی نماز منقطع ہو گئی ہے البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا اجر باقی ہے، جیسے کہ اس بارے میں بھی قطعاً کوئی شک نہیں کہ اس کی حالت نماز کی نہیں ہے بلکہ ایسی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نماز کو قبول ہی نہیں فرماتا۔

اگر یہ حضرات کہیں کہ اس کی حالت نماز کی نہیں ہے، تو ہم عرض کریں گے کہ تم سچ کہتے ہو لہٰذا جب وہ حالتِ نماز میں نہیں ہے، تو اسے نماز اس انداز سے ادا کرنی چاہیئے کہ اتصال کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے اور اجزاء نماز کے مابین کسی ایسی چیز کو نہ آنے دے جس کا تعلق نماز سے نہیں ہے۔ اور یہ وہ دلیل ہے جس سے جان چھڑانا ان کے لیے مشکل ہے۔

اگر ہم اپنے موقف کی تائید میں حدیث سے استدلال کرنا چاہیں، تو ان کی نسبت ہمارے پاس زیادہ مضبوط دلیل ہے جسے ہم ذکر کرتے ہیں۔

۷۵۱- [ہم نے از عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از عثمان بن ابی شیبہ از جریر بن عبدالحمید از عاصم احول، از عیسی بن حطانؒ، از مسلم بن سلامؒ روایت کیا کہ] حضرت علی بن طلقؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ہوا خارج ہو جائے تو وہ وضو کرے اور نماز کو دوبارہ پڑھے[1]

اگر یہ ان صحابہ کا ذکر کریں جو وہیں سے نماز شروع کر لیتے تھے، جہاں سے چھوڑتے تھے، تو ہم کہیں گے کہ ہم نے عبداللہ بن احمد بن حنبل، از پدر خود از عبدالرحمٰن بن مہدی از عبداللہ بن مبارک از معمر از زہری از حضرت مسور بن مخرمہؓ روایت کیا ہے کہ جب نماز میں ان کی نکسیر پھوٹ جاتی، تو نماز دوبارہ پڑھتے اور جتنی پہلے پڑھ چکے ہوتے اسے شمار نہ کرتے۔ (مصنف عبدالرزاق ۲/۳۴۲ میں مسور کا قول ہے فعل کا ذکر نہیں ہے۔)

دراصل سلف صالح کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، چنانچہ بطریق وکیع، از اسماعیل بن ابی خالد، شعبی سے روایت ہے کہ آپ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا، جو بے وضو ہو جائے کہ وہ وضو کر کے باقی نماز کو پڑھ لے، خواہ اس دوران وہ گفتگو بھی کر لے کوئی حرج نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۹۶)

بطریق محمد بن مثنیٰ، از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری، از مغیرہ بن مقسم از ابراہیم نخعیؒ

---

[1] دارقطنی (۱: ۱۵۳) ابوداؤد (جلد ۱ صفحہ ۸۳) ترمذی (جلد ۱ صفحہ ۲۱۸) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور میں نے امام بخاریؒ سے سنا فرماتے تھے کہ طلق نے اس ایک روایت کے علاوہ آنحضرت ﷺ سے اور کوئی حدیث روایت نہیں کی لیکن مجھے نہیں معلوم کہ یہ طلق بن علی سحیمی کی حدیث ہو گویا آپ کے خیال میں یہ صحابی کوئی اور ہیں! ابن حجرؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ علی، طلق بن علی کے والد ہیں، زیلعی نے نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۴ میں اس حدیث کو نسائی الکبری فی عشرۃ النساء، باب ۲۵ اور صحیح ابن حبان (موارد الظمان صفحہ ۸۰) کی طرف منسوب کیا ہے۔ ابن قطان نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ مسلم بن سلام مجہول الحال ہے لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا ہے اور احمد نے بھی ان کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔

روایت ہے کہ بول و براز اور ہوا سے وضو ٹوٹنے کی صورت میں دوبارہ نماز پڑھے لیکن قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹنے کی صورت میں اگر گفتگو نہ کرے، تو وضو کر کے وہاں سے نماز شروع کرے، جہاں سے اس نے ختم کی تھی۔ (عبدالرزاق ۲/۳۴۲، ابن ابی شیبۃ ۲/۱۹۵)

بطریق مُعتمر بن سلیمان تیمی، از والد خود، از ابن سیرین روایت ہے کہ جو شخص نماز میں سلام پھیرنے سے قبل بے وضو ہو جائے، اس کی نماز مکمل نہ ہوگی۔

مَعمَر، زُہری سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص نماز میں سلام پھیرنے سے قبل بے وضو ہو جائے، وہ نماز کو دوہرائے۔

سُفیان ثوریؒ، مالکؒ، ابن شُبرمہؒ اور امام شافعیؒ کا دو میں سے آخری قول یہی ہے اور ہم بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔

## ۴۶۳۔ نماز میں نکسیر پھوٹنا

اگر نماز میں کسی کی نکسیر پھوٹ جائے اور اس کے لیے یہ ممکن ہو کہ وہ ناک کو پکڑے اور خون کپڑوں پر یا جسم کے ظاہری حصہ پر نہ گرنے دے بلکہ سامنے زمین پر خون کے قطرے گرنے دے تو ایسا کرے اور نماز کو بدستور جاری رکھے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا۔ جب اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور کپڑوں یا جسم کے ظاہری حصہ پر بھی نہ لگا ہو تو دوبارہ طہارت کی اسے ضرورت نہیں، نماز میں بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اگر خون جسم یا کپڑے وغیرہ کو لگ گیا ہو اور قبلہ کی طرف سے رخ ہٹائے بغیر دھونا ممکن ہو تو حالتِ نماز ہی میں دھولے، نماز مکمل ہوگی، پانی کی طرف تھوڑا چلنا یا زیادہ ایک جیسا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ نجاست کو دھونا اور مُحرّمات سے اِجتناب کرنا فرض ہے اور اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں لہٰذا جب اس حالت میں وہ چلتا ہے تو اس کا یہ چلنا ادائے فرض کی خاطر ہے لہٰذا اس سے نماز باطل نہیں ہوگی کیونکہ اس نے کسی شرعی حکم کی مخالفت نہیں کی بلکہ حسبِ امر الٰہی

نماز ادا کی ہے اور جو حسبِ امر الٰہی نماز ادا کرے، وہ محسن ہے اور محسنین کی بابت فرمانِ الٰہی ہے۔

مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ○ التوبہ/۹۱ نیکوکاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے

اگر وہ اس حالت میں خون وغیرہ دھونے سے عاجز ہو تو وہ اسی طرح نماز پڑھتا رہے، اس کی نماز مکمل ہو گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا البقرۃ/۲۸۶ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی اسے استطاعت ہی نہیں، اس کے بجالانے کا وہ مکلف بھی نہیں، اگر وہ کپڑا دھونے کے لیے قبلہ سے رُخ ہٹائے، تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ اس طرح اس نے اس حکمِ الٰہی کی مخالفت کی ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض قرار دیا تھا۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر دونوں سجدوں کے ساتھ رکعت مکمل کرنے سے قبل نکسیر پھوٹ جائے، تو نماز توڑ کر ازسرِ نو شروع کرے اور اگر دونوں سجدوں کے ساتھ رکعت مکمل کرنے کے بعد نکسیر پھوٹی ہو تو نماز کو ختم کرکے، خون کو دھولے اور واپس آکر وہاں سے نماز شروع کرے، جہاں سے اس نے اسے ترک کیا تھا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ ایک ایسی تقسیم ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے اور نہ صحیح یا سقیم کسی حدیث میں اور نہ کسی صحابی کا قول اس کی تائید کرتا ہے اور نہ قیاس۔ اور جو بات اس طرح کی ہو اسے قطعاً اختیار نہیں کیا جا سکتا۔"

## ۴۴۴۔ ازدحام کے باعث جب نماز کا کوئی حصہ رہ جائے

ازدحام کے باعث اگر رکوع، سجود، رکعت یا رکعات رہ جائیں تو نمازی اسی طرح کھڑا رہے اور اگر اس کے لیے فوت شدہ حصے کی تکمیل ممکن ہو تو کرے، اور پھر امام کی اتباع کو اختیار کرلے، خواہ امام کسی بھی حصۂ نماز کو پہنچ گیا ہو، اس

کی نماز مکمل ہو گی اور کچھ اور اس پر لازم نہیں ہو گا، اگر امام کے سلام پھیرنے کے تھوڑی یا زیادہ دیر بعد مکمل کرنا ہی ممکن ہو تو ایسا کرے، نماز مکمل ہو گی۔ جمعہ اور غیر جمعہ ہر نماز کے لیے اس سلسلہ میں حکم یکساں ہے۔

اگر امام کے ساتھ ایک رکعت ہی پائے تو اسے پڑھ لے اور جو وہ پڑھ چکا ہے اسے بھی ملا لے اور اس کے بعد اپنی نماز کو مکمل کرلے، اس کے علاوہ اس کے ذمہ اور کچھ فرض نہ ہو گا۔ سہوا یعنی غفلت کی وجہ سے کوئی رکن رہ جائے یا ازدحام کے باعث کوئی حصہ نماز ادا نہ کر سکے، تو ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔

ازدحام کے سبب اگر سجدہ صرف اگلے آدمی کی پشت یا پاؤں پر ہی ممکن ہو تو اسی طرح کرلے، نماز ہو جائے گی، اس کی دلیل حسب ذیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبْطِلُوٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ (محمد - ۳۳) تم اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔

اگر کوئی شخص محض تکبیر تحریمہ یا اس سے کچھ زیادہ حصہ صحیح طریقے سے سرانجام دے سکا ہو تو اس کے لیے اس عمل کو بھی، آنحضرت ﷺ کی طرف سے کسی نص کے بغیر باطل کرنا جائز نہیں ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۝ (البقرہ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اسکی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں، تو استطاعت کے مطابق اطاعت بجالاؤ" (بخاری کتاب الاعتصام، مسلم کتاب الفضائل والحج، نسائی کتاب الحج، ابن ماجہ مقدمہ)

۵۲۷ [ہم نے از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از آدم از ابن ابی ذئب از زہری از سعید بن مسیّب و ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب نماز کے لیے اقامت کو سن لو تو نہایت سکون و وقار کے ساتھ نماز کے لیے آؤ، جلد بازی سے کام نہ لو، نماز کا جتنا حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جتنا حصہ فوت ہو جائے اس کی تکمیل کر لو (بخاری

کتاب الصلاۃ )

۳ ۷۵ [ از عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابو داؤد از مُسَدَّد از یحییٰ بن سعید قطّانؒ از ابن عجلان از محمد بن یحییٰ بن حبان از ابن مُحَیرِیز روایت کیا کہ ] حضرت مُعَاوِیَۃ بن ابی سفیانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ رکوع و سجود میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو کیونکہ مَیں جتنی سبقت رکوع کرتے وقت کروں گا، رکوع سے سر اٹھاتے وقت تم مجھے پالوگے، کیونکہ میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا ہے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الصلاۃ )

آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آدمی جتنی نماز امام کے ساتھ پالے، اسے پڑھ لے، رکوع و سجود میں امام سے سبقت نہ کرے، مقتدی رکوع میں سے جتنا حصہ فوت کرے گا، اتنا حصہ امام سے بعد میں سر اٹھانے کے باعث پورا کرے گا۔ اس سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے پہلی دوسری تیسری یا چوتھی کسی رکعت کی تخصیص نہیں فرمائی اور فوت شدہ حصّہ نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

نیز آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت سے خطا و نسیان اور ہر اس بات کو جس پر مجبور کیا گیا ہو، معاف فرما دیا ہے " (صحیح الجامع الصغیر ح ۳۵۰۹) یہ امر تقینی طور پر ہماری بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آدمی نماز کی ادائیگی اسی طرح کرے جس طرح اسے استطاعت ہے، اس کے علاوہ سارے اقوال فاسد ہیں جن کی اصل کتاب و سُنّت و اقوال صحابہ سے ثابت نہ ہو۔

## ۶۵۴ ۔ بال برابر جگہ بھی خشک نہیں ہونی چاہیئے

وضو و غُسل میں جس جس حصے کے دھونے کا حکم ہے، اس میں سے اگر بال برابر جگہ بھی خشک رہ گئی، تو نماز نہیں ہو گی کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ " اللہ تعالیٰ بے وضو کی اس وقت تک نماز قبول نہیں فرماتا، جب تک وہ وضو نہ کرلے (حوالہ گذر چکا) اور اس شخص نے جس کے اعضاء وضو و غُسل میں سے کچھ خواہ بال برابر ہی ہو خشک رہ گیا اس نے گویا وضو ہی نہیں کیا اور طہارت اس طور پر حاصل نہیں کی جیسے اسے حکم تھا۔

## ۶۶۴ ۔ قرآن مجید کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ

جو شخص قصد و ارادہ سے قرآن مجید

میں کوئی تبدیلی کرے، وہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس مسئلہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔

جس شخص کی زبان عربی نہ ہو، وہ اپنی زبان میں نماز میں دعاء کر سکتا ہے۔ اپنی زبان میں قرآنِ کریم کا ترجمہ نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا کرے گا، تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر فارسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ نماز میں پڑھ لیا، تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:۔

لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ (مسلم، ابوداؤد، نسائی کتاب الصلاۃ) — جو شخص سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ط (یوسف-۲) — ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا ہے۔

نیز فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم-۴) — ہم نے جو رسول بھیجا اس کی قوم کی زبان میں بھیجا تاکہ وہ اپنی قوم کو واضح طریقہ پر احکام بیان کر دے۔

اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی کے علاوہ کسی اور زبان کے ساتھ مبعوث نہیں فرمایا اور نہ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں قرآن مجید نازل فرمایا لہٰذا جس نے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا، اس نے گویا اس قرآن کو نہ پڑھا، جسے اللہ کریم نے اپنے رسول پر نازل فرمایا ہے بلکہ اس نے اپنی نماز کو کھیل بنا لیا اس لیے اس کی نماز ہرگز نہیں ہوگی، کیونکہ اس نے نماز کی ادائیگی اس طرح نہیں کی، جیسے اسے حکم دیا گیا تھا۔

اگر یہ حضرات اپنے موقف کی تائید میں یہ آیت پیش کریں۔

وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿الشعراء ۱۹۶﴾ اسکی خبر پہلے رسولوں کی کتابوں میں بھی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نفس قرآن کریم کا تذکرہ اور اس سے ڈرانے کا ذکر تو پہلی کتابوں میں موجود ہے لیکن یہ بالکل باطل اور صریحاً کذب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی پر یہ قرآن نازل کیا ہو۔ اگر پہلے بھی کسی پر نازل کیا ہوتا، تو یہ آپ کے لیے نہ باعث فضیلت ہوتا اور نہ آپ کا معجزہ!

ہمیں نہیں معلوم کو امام ابوحنیفہؒ سے پہلے کسی نے یہ بات کہی ہو (کہ نماز میں قرآن مجید کا فارسی ترجمہ پڑھا جا سکتا ہے۔)

جسے سورۃ فاتحہ یاد نہ ہو، وہ نماز تو اس کے بغیر پڑھے گا اور اس پر لازم ہوگا کہ وہ اسے یاد کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۝ (البقرہ - ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا۔

اور یہ غیر مکلّف ہے کیونکہ اسے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی قدرت ہی نہیں اگر اسے قرآن مجید کا کوئی اور حصہ حفظ ہو تو اس پر لازم ہے کہ اسے ہی پڑھ لے اور سورہ فاتحہ بھی یاد کرلے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نہ پڑھے، اس کی نماز ہی نہیں ہوتی" (مسلم کتاب الصلوٰۃ) اور اللہ کریم کا فرمان ہے:۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۝ (المزمل - ۲۰) جتنا آسانی سے ہوسکے قرآن پڑھ لیا کرو۔

# سجودِ سہو کا بیان

## ۴۶۷۔ سجودِ سہو کی صورتیں

ہر ایسا کام جسے آدمی بھول کر نماز میں کر بیٹھے، کہ اگر اسے قصد و ارادہ سے کرتا تو اس کی نماز باطل ہو جاتی، اس سے سہو کے دو سجدے لازم ہو جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ کا مذہب بھی اسی کے مشابہ ہے مگر آپ دو رکعتوں کے بعد والے جلسہ کے ترک پر بھی سجدۂ سہو کے قائل ہیں اگرچہ آپ کے مذہب میں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرض نہیں۔ امام شافعیؒ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص صلب نماز سے کسی چیز کو سہواً ساقط کر دے، اس پر بھی سجودِ سہو لازم ہیں ابو سلیمانؒ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک صرف درج ذیل صورتوں میں سجودِ سہو لازم ہیں۔

۱۔ فرض نماز میں بھول کر سلام و کلام کرنا اور چلنا۔

۲۔ فرض نماز میں دو رکعتوں کے بعد کھڑا ہو جانا۔

۳۔ شک ہو کہ معلوم نہیں کتنی نماز پڑھی ہے۔

۴۔ فرض نماز میں بھول کر ایک یا ایک سے زیادہ رکعات کا اضافہ کرنا۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ درج ذیل دس صورتوں میں سجدۂ سہو فرض ہے۔

۱۔ بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو جانا۔

۲۔ کھڑے ہونے کے بجائے بیٹھ جانا (امام ہو یا مقتدی)

۳ - نماز کی تکمیل سے قبل سلام پھیر دینا۔ (امام یا مقتدی)
۴ - نماز عید میں تکبیر کو بھول جانا ۔ " " "
۵ - وتر میں قنوت کو بھول جانا ۔ " " "
۶ - تشہد کو بھول جانا " " "
۷ - سورۂ فاتحہ کو بھول جانا " " "
۸ - کسی دوسری سورۃ کی قراءت کے بعد فاتحہ پڑھنا " " "
۹ - سری میں جہری قراءت کرنا ۔ صرف امام کے لیے
۱۰ - جہری نماز میں سرّی قراءت کرنا۔ " " "

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ان صورتوں میں اگر کسی کا قصد و ارادہ سے ارتکاب کر لیا، تو اس سے نماز مکمل ہو جائے گی اور سجودِ سہو بھی نہیں کرنا ہوں گے۔

نیز فرماتے ہیں اگر نمازی ایک سجدہ کو بھول گیا یا اسے یہ یاد نہ رہا کہ کتنی نماز پڑھی ہے، اگر پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے، تو نماز کو دوہرائے، اور اگر پہلے بھی کبھی یہ صورت پیش آئی ہے، خواہ ایک بار ہی تو سجدۂ سہو کرلے۔ اگر مسجد سے نکلنے کے بعد اسے یہ یاد آیا ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اور اسے دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔

امام مالکؒ کا مذہب سجود کے بارے میں مرتب نہیں ہے، آپ کے نزدیک جو شخص تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ تین یا تین سے زیادہ تکبیریں چھوڑ دے اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔ اگر ایسا نہ کرے حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جائے یا وقت زیادہ گزر جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور اسے دوہرانا پڑے گا۔ جو شخص نماز میں دو تکبیریں بھول جائے آپ کے نزدیک اس پر بھی سجدہ سہو فرض ہے۔ اگر اس میں وضو ٹوٹ جائے یا وقت زیادہ گزر جائے تو نماز مکمل ہو گی اور سجدہ سہو فرض نہیں ہو گا۔ آپ کے نزدیک تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ اگر کوئی ایک تکبیر بھول جائے اس کے ذمہ سجدۂ سہو وغیرہ نہیں۔ اللہ اکبر کے بجائے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ لے، تو سجدۂ سہو کر

لے ،اسی طرح اگر کوئی سری نماز میں جہری قراءت کرے یا جہری میں سری ۔ اگر یہ قلیل ہو تو اس پر کچھ نہیں اور اگر کثیر مقدار میں ہو تو پھر اسے سجود سہو کرنا پڑیں گے۔

اگر کوئی شخص دو یا دو سے زیادہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کی قراءت بھول جائے ، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی ، اگر ایک رکعت میں بھول جائے ، تو امام مالکؒ کا ایک قول تو یہ ہے کہ صرف سجدۂ سہو کرے اور ایک یہ کہ ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرے ۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

" امام ابو حنیفہؒ کا قول اس قدر فاسد ہے کہ اسے درخورِ اعتنا ہی نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ قرآن مجید ، یا سنت صحیحہ یا سقیمہ ، قیاس ، قولِ صحابی یا رائے سدید کسی چیز سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی ، ہمیں نہیں معلوم آپ سے پہلے کسی نے یہ کہا ہو ۔

امام مالکؒ کا قول بھی قریباً قریباً اسی کے مانند بے اصل ہے اور اس بارہ میں کسی بھی دو مسلمانوں کا اختلاف نہیں ہے کہ ہر وہ فرض نماز جس کی چار رکعتیں ہوں ، اس کی تکبیر تحریمہ کے علاوہ بائیس تکبیریں اور ہوتی ہیں ، نماز مغرب میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ سولہ اور تکبیریں ہیں ۔ ہر دو رکعت والی فرض نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ دس تکبیریں ہیں لیکن تین یا دو تکبیروں میں بھول جانا ایک جیسا قرار دینا مگر ایک یا دو تکبیروں میں بھول جانے کے مابین تفریق کرنا عجائباتِ دنیا میں سے ہے ، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

امام شافعیؒ کے قول میں بھی واضح طور پر تضاد موجود ہے ، آپ جلسہ اولیٰ کے ترک پر سجودِ سہو کے قائل ہیں حالانکہ یہ آپ کے نزدیک فرض نہیں ہے لیکن تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیروں کے ترک پر سجدۂ سہو کے قائل نہیں ہیں ، کسی ایسے عمل قلیل کے باعث بھی سجدہ سہو فرض قرار نہیں دیتے ، جسے کثیر مقدار

میں ادا کیا جائے تو نماز فاسد ہو جائے۔ آپ نے اس قلیل عمل کی کوئی حد بھی مقرر نہیں کی، جس میں سجدۂ سہو ساقط ہے اور نہ اس کی کثیر مقدار کی حد بیان فرمائی ہے جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن اس میں سے اگر کسی کو سہواً کیا جائے، تو سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ یہ تفریق حد درجہ فاسد ہے۔

آپ نے "صلب نماز" کا جو ذکر کیا ہے، یہ بھی عجیب ہے کیونکہ لوگوں میں سے کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ نماز کی پُشت، پیٹ، جگر اور انتڑیاں کون کون سی ہیں؟ اس جیسا قول بالکل فاسد ہے حتیٰ کہ اسے رد کرنا بھی تکلف ہے۔

ہمارے اصحاب کا قول یہ ہے کہ سجدۂ سہو صرف وہیں ہے جہاں جہاں آنحضرت ﷺ نے کیا ہے، یا حکم دیا ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ آپ نے صرف وہیں سجدہ کیا ہے، جہاں جہاں ہم نے ذکر کیا ہے۔ یہ قول بالکل صحیح ہے اور اس کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے۔ ہمارے پاس صحیح احادیث ہیں جو ہمارے قول کی درستگی پر دلالت کرتی ہیں، انہیں دوسری احادیث کے مُعارِض قرار دینا صحیح نہیں بلکہ باطل اور ناجائز ہے کیونکہ سب احادیث پر عمل کرنا چاہیئے اور کسی کو ترک نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ان میں بھی حکم الٰہی مذکور ہے، جسے ترک کرنا حلال نہیں"۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے قول کی درستگی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اعمالِ نماز کی دو قسمیں ہیں اور بغیر شک وشبہہ کے یہ یقینی امر ہے کہ تیسری کوئی قسم نہیں۔
نماز کے اعمال یا تو فرض ہیں، جن کے ترک سے معصیت لازم آتی ہے، یا فرض نہیں ہیں، جن کے ترک سے معصیت لازم نہیں آتی۔ جو اعمال فرض نہیں ہیں، ان کا کرنا یا نہ کرنا مباح ہے اگرچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کا کرنا مندوب اور نہ کرنا مکروہ ہے۔ جس فعل کا ترک مباح ہے، اس کے ترک پر کچھ لازم نہیں آیا کرتا اور اگر کوئی لازم قرار دیتا ہے، تو وہ شریعت میں ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔

اعمالِ نماز میں سے فرض وہ ہیں جن میں سے اگر کسی کو قصد وارادہ سے ترک کر دیا جائے۔ تو نماز باطل ہو جائے لیکن اگر سہو ہو جائے، تو نماز باطل نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ

جو بات تم سے غلطی سے ہو گئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو دل کے قصد سے کرو گے اس پر مواخذہ ہو گا۔

(الاحزاب - ۵)

سہو سے نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ اس سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے لہٰذا یہ جائز نہیں کہ سہو کی بعض صورتوں میں تو سجدہ سہو کو لازم قرار دیا جائے اور بعض میں لازم قرار نہ دیا جائے - وباللہ تعالیٰ التوفیق -

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کی نص ہے جیسا کہ۔

۴۵۷ - [ ہم نے از عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از قاسم بن زکریا از حسین بن علی جعفی از زائدہ از اعمش از ابراہیم از علقمہ روایت کیا کہ ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی، آپ سے کچھ کمی یا بیشی ہو گئی ـــــ ابراہیم کو شک ہے کہ کمی ہوئی یا بیشی[1] ـــــ

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! کیا نماز کے لیے کوئی نیا حکم آ گیا ہے؟" آپؐ نے فرمایا نہیں، تو ہم نے وہ عرض کر دیا جو نماز میں معاملہ پیش آیا تھا، آپ نے فرمایا "جب کسی آدمی سے نماز میں کوئی کمی بیشی ہو جائے، وہ دو سجدے کر لے۔ (مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

۷۵۵ [ ہم نے از عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از اسماعیل بن مسعود جحدری از خالد بن حارث از شعبہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کی منصور کے سامنے قراءت کی اور آپ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا اور آپ نے یہ مجھے لکھ کر بھی عنایت فرمائی - از ابراہیم نخعی از علقمہ روایت کیا کہ ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں بشر ہوں، جب بھول

[1] صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۰ میں ہے کہ ابراہیم کہتے ہیں بخدا یہ شک مجھے ہے!

جاؤں، تو مجھے یاد دلا دیا کرو، جب تم میں سے کسی کو نماز میں کوئی شک پیدا ہو جائے، تو وہ زیادہ سے زیادہ کوشش کر کے جس بات کو زیادہ صحیح سمجھے، اسے بُنیاد بنا کر، نماز کی تکمیل کرے اور پھر دو سجدے کرلے۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہی ارشاداتِ نبوی اس بات کی دلیل ہیں، جو ہم نے کہا ہے کہ جب بھی کسی سے نماز میں کوئی کمی بیشی ہو جائے، یا کوئی شک پڑ جائے، تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ جو شخص حسب امرِ الٰہی نماز کے تمام فرائض کو انجام دے لے اس کی بابت یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے کسی کمی بیشی کا ارتکاب کیا ہے، یا وہ وہم میں مبتلا ہُوا ہے بلکہ اس نے تو حسبِ امر نماز کو مکمل کیا ہے۔ ایسا تو صرف اسی شخص کی بابت کہا جا سکتا ہے جس سے بھول جانے کے باعث فی الواقع کسی کمی بیشی کا ارتکاب ہو گیا ہو اور جس سے ایسا ہو گیا ہو، اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق"

سلف صالحین میں سے بھی ایک گروہ اس مسئلہ میں ہمارا ہمنوا ہے جیسا کہ ہم نے از حمّاد بن سلمۃ از سعید بن قطن روایت کیا کہ ابوزید انصاریؓ نے فرمایا کہ جب نماز میں کسی کو کوئی شک پڑ جائے تو وہ سہو کے دو سجدے کرلے۔

نیز بطریق حجّاج بن منہال از ابوعوانہ از مغیرۃ بن مقسم از ابراہیم نخعیؒ روایت ہے کہ شک صرف قعود و قیام، کمی بیشی یا دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دینے کی صورت میں ہوتا ہے۔

و بطریق معمر از قتادہ از حضرت انسؓ روایت ہے کہ آپ فرض نماز کی ایک رکعت کو بھول گئے حتی کہ نوافل پڑھنے لگ گئے، پھر آپ کو جب یاد آیا، تو آپ نے باقی فرض نماز ادا کی اور بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کر لیے (عبدالرزاق: ۲/ ۳۱۷)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے اس مسئلہ میں حضرت

انسؓ کی مخالفت کی ہو (یعنی اس پر سب صحابہ کرام کا اتفاق ہے۔")

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عطاءؒ کی خدمت میں عرض کیا، کہ اگر مجھے یقین ہو کہ میں نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا (بھول کر) خواہ دس رکعتیں پڑھ لو، تو دو سجدہ سہو کر لو۔ (عبدالرزاق : ۲/۳۰۹)

عبدالرزاق، سفیان ثوریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم سے نماز میں کوئی کمی یا بیشی ہو جائے، تو دو سجدۂ سہو کر لیا کرو۔

## ۴۶۸۔ نماز میں سہو کی مختلف صورتیں

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ عمل جس کا کوئی آدمی بھول کر نماز میں ارتکاب کرے مثلاً کسی سے کوئی گفتگو کرلے، شعر پڑھ لے، چل پھر لے یا لیٹ جائے، قبلہ سے رُخ پھیرے یا کوئی بھی اور کام کرے کھالے یا پی لے، ایک یا ایک سے زائد رکعتیں مزید پڑھ لے، یا فرض پڑھتے پڑھتے نوافل شروع کرے یا نماز کی تکمیل سے قبل ہی سلام پھیر دے تو جب بھی اسے یاد آئے خواہ اسے زیادہ عرصہ گزر چکا ہو یا کم، بشرطیکہ ابھی وضو نہ ٹوٹا ہو تو جتنا حصہ ترک ہوا ہے، اسے پورا کرنے کے بعد دو سجدۂ سہو کرلے، اگر وضو ٹوٹ گیا ہے، تو ساری نماز باطل ہو جائے گی اور از سر نو پڑھنا پڑے گی جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا ہے۔ (مسئلہ ۴۶۲)

اس کی دلیل ہم اس سے پہلے مذکور مسئلہ میں، جو اس کے ساتھ متصل ہی ہے ذکر کر آئے ہیں۔ (یعنی مسئلہ ۴۶۷)

## امام ابوحنیفہؒ کا مسلک

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص بھول کر نماز میں گفتگو کرے اس کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر بھول کر سلام پھیر دے، تو نماز باطل نہیں ہو گی۔ اگر بھول کر نماز میں کچھ کھا لیا یا ایک رکعت زیادہ پڑھ لی اور آخر میں تشہد کے بقدر جلسہ نہ کیا، تو اس سے نماز باطل ہو جائے گی لیکن اگر مغلوب ہو کر کسی نے بحالتِ نماز بول و براز کر لیا، تو اس سے نماز باطل نہ ہو گی۔ اگر کسی نماز میں چھینک آئی اور

اس نے "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" کہہ دیا اور اس کی باقاعدہ زبان سے ادائیگی بھی کی تو اس سے بھی نماز باطل ہو جائے گی۔

## امام ابنِ حزمؒ کا تبصرہ

امام صاحبؒ کا یہ کلام قطعاً ناشائستہ اور ناقابلِ اعتماد ہے کیونکہ یہ سنت کے بالکل مخالف ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں ان جیسے اقوال سے محفوظ رکھے۔

۷۵۶۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابوجعفر محمد بن صباح و ابوبکر بن ابی شیبہ از اسماعیل بن ابراہیم ابن عُلَیَّہ از حجاج صواف از یحییٰ بن ابی کثیر از ہلال بن ابی میمونہ از عطاء بن یسار روایت کیا کہ]

حضرت مُعاویہ بن حکم سُلمیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا کہ حاضرین میں سے ایک شخص کو چھینک آئی، تو میں نے کہہ دیا "یَرْحَمُكَ اللّٰہُ"، تو لوگوں نے مجھے کن اکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا، میں نے عرض کیا "لوگو! میری ماں مجھے گم پائے! کیا بات ہے تم مجھے ترچھی نگاہوں سے دیکھ رہے ہو؟" میری یہ بات سن کر انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے رانوں پر مارنے شروع کر دیے جس سے میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے خاموش کرانے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں ہوں کہ خاموش ہی نہیں ہو رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی۔ آپؐ پر میرے ماں باپ نثار ہوں میں نے آپ سے پہلے یا آپ کے بعد آپ سے بڑھ کر احسن انداز میں تعلیم دینے والا کوئی معلم نہیں دیکھا اللہ کی قسم! آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ کوئی دشنام دی بلکہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نماز میں لوگوں سے گفتگو کرنا جائز نہیں کیونکہ نماز تو تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن سے عبارت ہے۔ أو كما قال رسول اللہ ﷺ۔ (مسلم ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

۷۵۷۔ [ہم نے بطریق حمام بن احمد از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از ابو قلابہ[1] یعنی ان پر اس حدیث کی قراءت کی گئی

[1] ابو قلابہ کا نام عبدالملک بن محمد بن عبداللہ رقاشی، ضریر (نابینا) حافظ ہے، کنیت ابو محمد ہے لیکن ابو قلابہ زیادہ مشہور ہو گئی ۱۹۰ھ میں پیدائش اور شوال ۲۷۶ھ میں وفات ہوئی یاد رہے ابو قلابہ عبداللہ بن زید بن عمر جرمی تابعی ان کے علاوہ اور شخصیت ہیں جو کہ دوسری صدی ہجری کے آغاز میں فوت ہوئے تھے۔

اور میں سن رہا تھا - از بشر بن عمر زہرانی از رفاعہ بن یحییٰ امام مسجد بنی زریق روایت کیا فرماتے ہیں کہ میں نے معاذ بن رفاعہ بن رافع سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میرے ابا رفاعہ بن رافع نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نمازِ مغرب ادا کی، تو ایک آدمی کو چھینک آئی اور اس نے کہہ دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لیے، بہت زیادہ، طیب اور بابرکت جیسا کہ ہمارا رب پسند فرمائے اور خوش ہو!

آنحضرت ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ اسے لکھنے اور لے کر آسمان پر چڑھنے کے لیے سبقت کا مظاہرہ کرے۔ (بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ، بیہقی ۹۲/۲)

آنحضرت ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں اس شخص کو قابلِ رشک قرار دیا ہے جس نے نماز میں چھینک آنے پر اللہ تعالیٰ کی بلند آواز سے حمد و ثنا بیان کی، اسی طرح جس شخص نے بھول کر نماز میں گفتگو کر لی تھی، آپ نے اسے بھی نماز دوہرانے کا حکم نہیں دیا اس مسئلہ کو ہم قبل ازیں بھی اپنی اس کتاب میں بیان کر چکے ہیں (یعنی مسئلہ ۴۶۲ میں) امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ جو شخص قلیل و کثیر عمل کے مابین فرق کرے اور کثیر عمل کے باعث تو نماز کو باطل قرار دے لیکن قلیل کے باعث نماز کو باطل قرار نہ دے، یا کثیر عمل میں تو سجدۂ سہو کو واجب قرار دے مگر قلیل عمل میں واجب قرار نہ دے یا کثیر عمل کے لیے حد یہ قرار دی جائے کہ نمازی مسجد سے باہر نکل جائے اور قلیل کے لیے یہ کہ وہ مسجد سے باہر نہ نکلے، یہ سب اقوال حد درجہ فاسد ہیں۔

ہم ان سے پوچھیں گے کہ جس شخص نے حالتِ نماز میں قصد و ارادہ سے ایک دفعہ ترت کو پھینکا تاکہ بن جائے یا قصد و ارادہ سے تل کا ایک دانہ پکڑ کر کھا لیا یا جان بوجھ کر ایک بات زبان سے کہہ دی، تو اس پر یقیناً یہ کہیں گے کہ یہ اعمال ایسے ہیں کہ ان کی کثیر و قلیل مقدار سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ہم ان حضرات سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ جس شخص کو خارش ہو اور وہ نماز میں

اول سے لے کر آخر تک کھوجلی کرتا رہے یا اس نے ایسا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا ہو جسے وہ اول سے لے کر آخر تک نماز میں سمیٹ کر رکھنے کے لیے مجبور ہو تو کیا جائز ہوگا یا نہیں؟ اس کے جواب میں یقیناً یہ کہیں گے کہ یہ سب کچھ جائز ہے۔

تو ہم عرض کریں گے کہ علم کے بغیر دعوئی نہ کرو بلکہ نص یا اجماع پیش کرو کہ ان اعمال کو کثیر مقدار میں کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، قلیل مقدار میں کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ پھر ہمارا مطالبہ یہ بھی ہے کہ قلیل و کثیر کی حد بندی کے لیے نص اور یقینی اجماع پیش کرو، محض جھوٹا دعوئی پیش نہ کرو۔ اور ان کے لیے یہ پیش کرنا دشوار ہے۔

پس ہماری بات یقیناً درست ہے کہ ہر وہ عمل جسے نماز میں کرنا از روئے نص مباح ہے اس کی قلیل و کثیر مقدار مُباح ہے اور ہر وہ عمل جو نماز میں مباح نہیں ہے، اس کی کثیر یا قلیل کوئی مقدار بھی مباح نہیں ہے جب اسے قصد و ارادہ سے کیا جائے، اگر سہو سے ارتکاب ہو جائے، تو اس سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

مسجد سے نکلنا یا نہ نکلنا بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ بعض مساجد کا طول تین سو قدم سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے اور بعض سے صرف ایک قدم پیچھے ہٹانے سے آدمی باہر نکل سکتا ہے وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

آنحضرت ﷺ نے بھول کر سلام پھیر دیا، گفتگو فرمائی، مسجد سے باہر نکل کر گھر تشریف لے گئے پھر آپ کو جب معلوم ہوا، تو گھر سے مسجد میں واپس تشریف لائے اور باقی نماز کو پورا کرنے کے بعد صرف دو سجدۂ سہو کیے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ "جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، وہ مجھ سے نہیں ہے (بخاری و مسلم) اور اس حدیث سے ان حضرات کا قول بھی باطل قرار پاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ نماز میں ہر سہو کے عوض دو سجدے کیے جائیں۔

اسی طرح جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر سجدِ سہو کے ترک پر مدت دراز ہو گئی ہو تو نماز باطل ہو جائے گی اور اس کا اعادہ لازم ہوگا یا مدتِ دراز گزرنے کے بعد سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا

اور نماز درست ہو گی، یہ دونوں قول بھی حد درجہ فاسد ہیں اور اس کی دو وجوہ ہیں ایک تو یہ کہ یہ دونوں قول بلا دلیل ہیں اور جو قول بلا دلیل ہو، وہ باطل ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان پر فرض ہے کہ تھوڑی اور زیادہ مدت کے مابین فرق کے لیے کوئی صحیح نص اور یقینی اجماع پیش کریں محض جھوٹ کے ساتھ دعویٰ پیش نہ کریں کیونکہ اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

حق بات یہ ہے کہ جسے آنحضرت ﷺ سجدۂ سہو کا حکم دیں، اس پر اس کی ادائیگی فرض ہے اور یہ فرض کسی صاحب رائے کی رائے سے ساقط نہیں ہو سکتا اور وقت کی بھی صرف وہی حد بندی اسے ساقط کر سکتی ہے، جسے آنحضرت ﷺ نے مقرر فرمایا ہو۔

تعجب ہے کہ یہ لوگ اس بات کے تو قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے آغاز و اختتام کے لیے وقت مقرر فرمایا ہے اور روزہ کے لیے بھی ابتدا و اختتام کا وقت مقرر کیا ہے اور ان دونوں کا عمل ساقط نہیں ہو سکتا خواہ وہ وقت باطل ہو جائے، جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر کیا ہوا ہے، پھر سجدۂ سہو، جسے آنحضرت ﷺ نے نماز میں پیدا شدہ شک کی اصلاح کے لیے مقرر کیا ہے اور اسے مطلقاً بغیر کسی حد بندی کے رکھا ہے، اسے انہوں اپنی طرف سے وقت کی حد بندی کر کے باطل قرار دے دیا ہے۔

امام اوزاعی کا قول بھی ہمارے قول کی مانند ہے اور امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے بھی پہلا قول یہی ہے۔

## ۴۶۹۔ جب امام سے سہو ہو

جب امام سے کوئی سہو ہو جائے اور وہ سجدۂ سہو کرے تو مقتدیوں پر فرض ہے کہ وہ بھی امام کے ساتھ سجدہ کریں ہاں جس مقتدی کی ایک یا ایک سے زیادہ رکعت فوت ہو گئی ہو وہ اس کی قضا کے لیے کھڑا ہو جائے اور جب اپنی نماز کو مکمل کر لے، تو پھر سجدۂ سہو کر لے، اگر امام نے سلام سے قبل سجدہ سہو کیا ہو تو پھر مقتدیوں پر بھی فرض ہے کہ وہ امام کے ساتھ ہی سجدۂ سہو کریں اور اگر کسی پر فوت شدہ رکعت کی قضا باقی ہو تو وہ اس کی قضا پوری کر کے سلام پھیرتے ہوئے دوبارہ

سجدۂ سہو نہ کرے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جب سہو ہوا تو آپ نے سجدۂ سہو کیا اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی کیا، آپ کو اس کا علم بھی تھا۔

جس شخص کی ایک یا ایک سے زیادہ رکعت چھوٹی ہو تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ امام کی اقتداء سے خارج ہو جائے گا۔ اور اس پر اس چھوٹی ہوئی رکعت کی ادائیگی لازم ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا جتنا حصہ تم پا لو، اسے پڑھ لو اور جتنا فوت ہو جائے اس کو پورا کر لو (بخاری، ترمذی نسائی ابن ماجہ موطا، دارمی وغیرہ)

لہٰذا اسے نماز کی تکمیل سے پہلے کسی اور شے میں مشغول ہونا جائز نہیں لہٰذا تکمیل کے بعد آخر میں سجدۂ سہو کرنا چاہیئے کیونکہ اس کے بارے میں آپ کا حکم یہی ہے جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی ذکر کیا ہے۔

اگر امام سلام سے قبل سجدۂ سہو کرے، تو آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے لہٰذا جب سجدہ کرے، تو تم بھی سجدہ کرو" (ابن ماجہ وغیرہ) لہٰذا مقتدی پر فرض ہے کہ وہ امام کی ہر جگہ اقتداء کرے، خواہ مقتدی کے لیے نماز کی وہ ترتیب نہ ہو یعنی قیام قعود اور سجود ہر ہر فعل میں مقتدی کے لیے امام کی اقتداء واجب ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۴۷۰: جب مقتدی سے سہو ہو

جب مقتدی سے کوئی سہو ہو مگر امام سے نہ ہوا ہو، تو مقتدی پر فرض ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے جیسا کہ اگر وہ تنہا ہوتا یا امام ہوتا تو اسے سجدۂ سہو کرنا پڑتا تھا، ایسے ہی اسے اب بھی کرنا پڑے گا، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس کی دلیل جیسا کہ ہم نے ابھی ابھی ذکر کی ہے کہ جس شخص سے نماز میں کوئی بھول چوک ہو جائے، اسے آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ دو سجدۂ سہو کرے، اس کے لیے آپ نے امام یا مقتدی کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی، لہٰذا تخصیص جائز نہیں ہوگی۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ امام مقتدی کے سہو کو اٹھا لیتا ہے، اس کی بات باطل اور بے دلیل

ہے اور اس نے محض اپنی رائے سے آنحضرت ﷺ کے مذکورہ حکم کی مخالفت کی ہے حالانکہ اس مسئلہ میں ہمارا اور ان کا بالکل اختلاف نہیں کہ جو شخص ایک رکعت یا ایک سجدہ کو ساقط کر دے یا بے وضو ہو جائے خواہ یہ سہواً ہو یا عمداً، امام اسے نہیں اٹھاتا لہٰذا اس کی کیا دلیل ہے کہ نماز فرض میں اگر کوئی فرض سہو کا شکار ہو جائے تو اسے امام اٹھا لیتا ہے یعنی امام کی اقتدا میں مقتدی پر سہو سے دو سجدۂ سہو فرض نہیں اگر اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے، تو یہ عجیب بات ہو گی۔

ابن سیرینؒ وغیرہ کا اس مسئلہ میں یہی قول ہے، ابو سلیمان کا بھی یہی قول ہے اور ہمارے نزدیک بھی صحیح قول یہی ہے۔

## ۱۷۴۔ بے وضو سجدۂ سہو

جو شخص حالتِ غیر طہارت میں سجدۂ سہو کرے، وہ ہو تو جائیں گے البتہ ہم اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

اس کی دلیل یہ حدیث ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔

۷۵۸۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ مروانی از احمد بن شعیب از محمد بن بشار از محمد بن جعفر غندر و عبدالرحمٰن بن مہدی از شعبہ از یعلےٰ بن عطاء از علی بن عبداللہ ازدی بارقی روایت کیا کہ] حضرت ابن عمرؓ آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ رات اور دن کی نماز دو دو رکعت ہے[1]۔

---

[1] نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۴، امام نسائیؒ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ حدیث خطا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر انہوں نے لیے بہت سی صحیح سندوں کے ساتھ ابن عمرؓ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب صبح ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایک رکعت وتر پڑھ لو" محدثین کی ایک جماعت نے اس طرح "دن" کے لفظ کے حذف کے ساتھ اسے روایت کیا ہے، حفاظ کی ایک جماعت نے "دن" کے لفظ کی زیادتی کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ابن معین اور ترمذی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ امام حاکم کا قول اس سلسلہ میں مختلف ہے۔ ابن حجرؒ نے تلخیص صفحہ ۱۱۹ میں آپ سے یہ نقل کیا ہے کہ "علوم الحدیث" میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ واقعی خطا ہے، جیسا کہ امام نسائیؒ کا قول ہے، "مستدرک" میں آپ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اس کی تصحیح ابن خزیمہ، ابن حبان اور خطابی سے بھی نقل کی گئی ہے کیونکہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے، جو کہ مقبول ہے، جنہوں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ علی بن عبداللہ بارقی متفرد ہے اور اس کا تفرد ضعف کا باعث نہیں ہے کیونکہ وہ ثقہ ہے۔ بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۴۸۷ میں اسے بطریق علی بن عبداللہ بارقی روایت کیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ امام بخاری سے اس کی تصحیح روایت کی ہے، پھر ابن عمرؓ سے اسی طرح اسے موقوف روایت کیا ہے اور مرفوع روایت کے لیے یہ ایک قوی شاہد ہے۔ اس حدیث کے طرق و اسانید پر تفصیلی کلام کے لیے "تلخیص" اور بیہقی ملاحظہ فرمایئے!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"صلوٰۃ غیر مثنی صرف وہی ہو سکتی ہے جس کا نام آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ غیر مثنی رکھا ہو جیسے کہ چار چار رکعات والے فرائض یا وتر یا ظہر سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتیں جن کے درمیان سلام نہیں ہوتا اور نمازِ جنازہ، اس کے علاوہ جو ہے، وہ نماز نہیں، آنحضرت ﷺ نے سجدۂ سہو کا نام نماز نہیں رکھا" اور لازمی طور پر وضو صرف نماز کے لیے واجب ہے جیسا کہ

۵۹۰۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن عمرو بن عبّاد بن جبلہ از ابو عاصم از ابن جریج بیان کیا کہ] سعید بن حویرث نے روایت کیا کہ انہوں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آنحضرت ﷺ نے بیت الخلاء کی حاجت کو پورا کیا، اس کے بعد آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو آپؐ نے پانی استعمال کئے بغیر کھانا کھا لیا۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار نے سعید بن حویرث سے روایت کرتے ہوئے مجھ سے یہ زائد الفاظ بھی بیان کیے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ آپؐ نے وضو نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا میرا کوئی نماز پڑھنے کا ارادہ تو نہ تھا کہ میں وضو کرتا۔ عمرو نے کہا کہ میں نے سعید بن حویرث سے اس روایت کو سنا ہے۔

یہ روایت ہمیں از سفیان بن عُیینہ و حماد بن زید، از عمرو بن دینار، از سعید بن حویرث بھی پہنچی ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان اسی طرح روایت کیا ہے۔ (مسلم و شمائل ترمذی)

## ۴۷۲۔ سجدۂ سہو کا افضل طریقہ

افضل یہ ہے کہ سجدۂ سہو میں ہر ایک سجدہ کے لیے تکبیر کہی جائے، پھر تشہد کیا جائے اور پھر سلام پھیرا جائے، اگر کوئی صرف دو سجدوں ہی پر اکتفاء کرلے، تو یہ بھی جائز ہو گا۔ صرف دو سجدوں پہ اکتفاء تو اس لیے جائز ہے کہ ہم ابھی ابھی پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جسے

اپنی نماز میں کوئی شک پڑ جائے یا اس سے کوئی کمی بیشی ہو جائے وہ دو سجدے کرلے ان کے علاوہ آپ نے اور کوئی حکم نہیں دیا اور ہم نے جو تکبیر، تشہد اور سلام کو افضل قرار دیا ہے تو اس کی دلیل حسب ذیل ہے۔

۷۶۰[ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از محمد بن عُبَید بن حساب از حماد بن زید از ایوب سختیانی از محمد بن سیرین روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں دوپہر کی دو نمازوں ظہر یا عصر میں سے ایک پڑھائی اور دو رکعت پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیا پھر آپ مسجد کے سامنے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو گئے اور اس پر آپ نے دونوں ہاتھ رکھ دیئے، اس طرح کہ ایک دوسرے کے اُوپر تھا، آپ کے چہرۂ اقدس سے غصّے کے آثار نمودار تھے، جلد باز لوگ جلدی جلدی مسجد سے نکل گئے اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ نماز کم ہو گئی، نماز کم ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ بھی اگرچہ اس وقت موجود تھے لیکن یہ دونوں حضرات بھی آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں گفتگو کرتے ہوئے ڈر رہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا، جسے آنحضرت ﷺ ذوالیدین کے نام سے موسوم فرمایا کرتے تھے، انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم کر دی گئی ہے"؟ آپؐ نے فرمایا "میں نہ بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم کی گئی ہے"۔ اس نے پھر عرض کیا "یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں"؟ آپؐ نے لوگوں کی طرف روئے سخن کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "کیا ذوالیدین سچ کہہ رہے ہیں"؟ لوگوں نے اثبات میں سر ہلایا، تو آپ اپنی جگہ دوبارہ تشریف لے آئے اور دو رکعتیں پڑھائیں، پھر آپ نے سلام پھیرا پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں کی مانند بلکہ ان سے بھی لمبا ایک سجدہ کیا پھر تکبیر کہتے ہوئے سر مبارک اٹھایا پھر تکبیر کہی اور اپنے سجدوں کی مانند بلکہ ان سے بھی لمبا ایک اور سجدہ کیا اور پھر سر مبارک اٹھاتے ہوئے تکبیر کہی۔

محمد بن سیرین سے۔ پوچھا گیا کیا آپ نے سجدہ سہو میں سلام بھی پھیرا تھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ابوہریرہؓ کے حوالہ سے تو مجھے یہ یاد نہیں البتہ عمران بن حُصَین کے بارے میں مجھے یہ خبر ملی

ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پھر آپ نے سلام بھی پھیرا تھا۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

۱۷۶۷۔ [بسند سابقہ محمد بن یحییٰ بن فارس از محمد بن عبداللہ بن مُثنّٰی از اشعث بن عبدالملک[1] از محمد بن سیرین از خالد حذاء از ابوقلابہ از ابوالمہلّب] حضرت عِمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سہو ہوگیا تو آپ نے دو سجدے کیے، پھر تشہد کیا اور پھر سلام پھیر دیا۔ (ابوداؤد ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"یہ آنحضرت ﷺ کے اعمال ہیں، اوامر نہیں، ان میں آپ کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھا جائے تو بہت بہتر ہے"[2]

ابن جُرَیج، عطا سے روایت کرتے ہیں کہ سجدۂ سہو میں قراءت، رکوع اور تشہُّد نہیں ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۱۵) حجاج بن مِنہال از حماد بن سلمہ، از قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ سجدۂ سہو میں تشہُّد کے لیے نہیں بیٹھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن أبی شیبہ ۲/۲۱ میں معمولی اختلاف کے ساتھ۔)

حضرت حسن رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ ان میں سلام بھی نہیں ہے۔ عبدالرزاق ۲/۳۱۵)

امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

سجود سہو میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" ضرور پڑھنا چاہیئے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا اس کلمۂ تسبیح کی بابت ارشاد ہے کہ "اسے اپنے سجدوں میں پڑھا کرو" (مسند احمد،

---

[1] ا۔ محلّٰی کے نسخہ ۱۶ میں اشعث بن عبداللہ ہے اور احتمال ہے کہ شاید یہی نام ہو کیونکہ اشعث بن عبدالملک اور اشعث بن عبداللہ دونوں نے محمد بن سیرین سے روایت کیا ہے اور دونوں سے محمد بن عبداللہ بن مثنّٰی انصاری نے روایت کیا ہے لیکن ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ راوی اشعث بن عبدالملک ہی ہے کیونکہ اسے بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۳۵۴ میں بطریق ابن مثنّٰی از اشعث بن عبدالملک حمرانی روایت کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اشعث حمرانی متفرد ہے۔

[2] بہت بہتر ہی نہیں بلکہ بحکم ربانی (مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ) (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) وغیرہ آیات کی روشنی میں امت پر اسوہ حسنہ کی پیروی فرض ہے (ابوالاشبال شاغف)۔

ابوداؤد، ابن ماجہ عقبہ بن عامر سے) اور یہ حکم عام سب سجدوں کے لیے ہے۔

## ۴۷۳۔ سجود سہو اور سلام

دو صورتوں کے علاوہ باقی ہر صورت میں سجودِ سہو بعد از سلام کرنا چاہئیں، یہ دو صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں اختیار ہے، چاہے بعد از سلام کر لیے جائیں یا قبل از سلام۔

ایک صورت تو یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد بھول کر آدمی جلسہ و تشہد کیے بغیر کھڑا ہو جائے امام و منفرد سب کے لیے حکم ایک ہی ہے جب بھول کر نمازی کھڑا ہو جائے، تو پھر اسے تشہد کے لیے بیٹھنا جائز نہیں اگر کوئی یہ جانتے بوجھتے ہوئے بیٹھے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر بھول کر بیٹھ گیا، تو نماز باطل نہ ہوگی کیونکہ یہ سہو ہے، اس سے صرف سجودِ سہو واجب ہوں گے البتہ نماز کو جاری رکھے اور جب آخری تشہد پورا کرے تو اسے اختیار ہے، چاہے سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے اور اگر چاہے تو سلام کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہر وہ نماز جس کی دو رکعتیں ہوں، اس کی بابت اسے معلوم ہی نہ ہو کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو رکعتیں، ہر تین رکعت والی نماز کے بارے میں اسے معلوم نہ ہو کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے، دو یا تین اور ہر چار رکعت والی نماز کے بارے میں اسے یاد نہ رہا ہو کہ اس نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا اس سے کم؟

اس صورت میں اقل پر بنیاد رکھے اور اس وقت تک نماز پڑھتا رہے، جب تک یقین نہ ہو جائے کہ اس نے نماز پوری کر لی ہے، نماز کے آخر میں تشہد میں اختیار ہے، چاہے سلام سے قبل سجدۂ سہو کر لے اور پھر سلام پھیرے اور اگر چاہے تو سلام پھیر کر سجدہ سہو کر لے۔

اگر دورانِ نماز ہی یقین ہو جائے کہ اس کی نماز تو مکمل ہو چکی ہے، تو فوراً بیٹھ جائے، تشہد پڑھے اور سلام پھیر دے پھر سجدۂ سہو کر لے اور اگر سلام پھیرنے اور سجدۂ سہو کرنے کے بعد یاد آئے کہ یقینی طور پر اس نے نماز زیادہ پڑھی ہے، تو نماز مکمل ہوگی اور اس کے ذمہ کچھ نہ ہوگا۔

**نوافل میں سجدۂ سہو** فرض کی طرح نفل میں بھی بھول چوک پر سجدۂ سہو واجب ہے اس سلسلہ میں فرض اور نفل کے اعتبار سے مذکورہ مسائل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں سب سجود سہو بعد از سلام ہونے چاہئیں، امام شافعیؒ کے نزدیک سب قبل از سلام ہیں جبکہ امام مالکؒ فرماتے ہیں اگر بیشی ہو تو بعد از سلام اور اگر کمی ہو تو قبل از سلام!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے بعض آثار کو تو لے لیا ہے اور بعض کو ترک کر دیا ہے اور یہ جائز نہیں، امام شافعیؒ کا طرز عمل بھی اسی طرح ہے، آپ نے ایک نظری دلیل یہ بھی دی ہے کہ اگر کسی چیز کے جبر کو پورا کیا جائے، تو وہ اسی سے ہوتا ہے، اس سے الگ نہیں لیکن یاد رہے کہ نظری دلیل کو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے معارضہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ قربانی اور روزہ حج کے سلسلہ میں ہونے والی کمی کے لیے جبر ہیں حالانکہ ان کی ادائیگی حج سے فراغت کے بعد کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک میں دن کے وقت اگر کوئی قصد و ارادہ سے مباشرت کرے، تو گردن کی آزادی، صدقہ یا دو ماہ کے روزے، اس کمی کے لیے جبر کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان میں سے بعض کی ادائیگی رمضان کی تکمیل کے بعد ہوتی ہے، ان سب کی ادائیگی بعد از رمضان بھی جائز ہے۔ یہ ان بعض آراء کی حقیقت ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشادات کی تائید کے بغیر دین میں داخل کر لیا گیا ہے۔

امام مالکؒ کا قول بھی محض فاسد رائے ہے، جس کی صحت کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کے اس حکم کے مخالف ہے، جس میں آپ نے

یہ حکم دیا ہے کہ جب شک ہو کہ معلوم نہیں کتنی نماز پڑھی ہے، تو سلام سے پہلے سجدہ سہوہ کرنا چاہیئے اور یہ سہو زیادتی والا ہے پس یہ سب اقوال باطل قرار پائے۔

وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

ہمارے قول کے صحیح ہونے کی دلیل وہ حدیث صحیح ہے جسے

۷۶۲۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از حسن بن اسمٰعیل بن سلیمان از فضیل بن عیاض از منصور بن معتمر از ابراہیم نخعی از علقمہ روایت کیا کہ] حضرت ابن مسعودؓ نے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز میں بھول جائے، وہ کوشش کرے کہ یقینی امر کو معلوم کرے اور پھر سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے۔ (بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ۔)

۷۶۳۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عثمان بن ابی شیبہ از جریر از منصور از ابراہیم، از علقمہ روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں شک میں مبتلا ہو تو وہ کوشش کر کے یقینی امر کو معلوم کر کے اپنی نماز کو مکمل کر لے، پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے (حوالہ اوپر والی حدیث میں مذکور ہے)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کو بہت ہی زیادہ اور عمدہ طریق سے روایت کیا ہے، اگر اس حدیث کے علاوہ اور کوئی دلیل وارد نہ بھی ہو تو پھر بھی سجدۂ سہو بعد از سلام ہی جائز ہوں گے

۷۶۴ [ہم نے بطریق یونس بن عبداللہ بن مغیث از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از قتیبہ بن سعید از مالک بن انس از ابن شہاب، از اعرج روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن بحینہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، دو رکعتیں پڑھنے کے بعد آپ بیٹھے بغیر ہی کھڑے ہو گئے، تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جب آپ نے نماز کو مکمل کر لیا تو ہم نے آپ کے سلام

کا خیال رکھا، آپ نے تشہد مکمل کرنے کے بعد قبل از سلام دو سجدے کیے (صحاح ستہ کتاب الصلاۃ) آنحضرت ﷺ جب ایک بار کھڑے ہو گئے، تو پھر دوبارہ بیٹھے نہیں اور ہمیں آپ کا حکم یہ ہے کہ اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (بخاری کتاب الصلاۃ)

۷۶۵ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عُبَیدُ اللہ بن عمر جُشَمی از یزید بن ہارون از مسعودی یعنی ابوالعُمَیس عتبہ بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعودؒ[1] از زیاد بن عِلاقہ روایت کیا کہ حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ نماز پڑھائی تو دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے، ہم نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا لیکن آپ بدستور نماز پڑھتے رہے، جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو دو سجدہ سہو کر لیے اور فارغ ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ آنحضرت ﷺ کو میں نے اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے[2]

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور دونوں کے مطابق عمل سنت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے بعض مقلدین نے کہا ہے کہ ابن بُحَینہؓ نے شاید آنحضرت ﷺ کے سلام کو نہ سنا ہو لیکن امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ:-

"یہ محض جھوٹے دعوے کے ساتھ معلول اور ظنِ کاذب کے ساتھ سنن کو ساقط قرار دینا ہے ایسی کوئی بات تو ثقہ راویوں کی کسی روایت کی بابت نہیں کہی جا سکتی چہ جائیکہ صحابی کی بابت کہی جائے کہ اسے وہم ہو گیا ہے ایسی بات صرف اسی وقت جائز ہے جب یقین ہو کہ واقعی وہم ہوا ہے۔ ظن کی بنیاد پر کہنا قطعاً جائز نہیں"، کیونکہ آنحضرت ﷺ

[1] المحلّٰی کے دونوں اصل نسخوں میں یہ نام اسی طرح ہے لیکن امام ابن حزمؒ کو یہاں بہت زیادہ غلطی لگ گئی ہے اور وہ یہ کہ اس سند میں جو مسعودی ہیں وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود ہیں اور ابوالعُمَیس مسعودی کے بھائی ہیں اور وہ عُتبہ بن عبداللہ بن عُتبہ بن عبداللہ مسعودی ہیں۔ ابوالعُمَیس نے اس حدیث کو زیاد بن علاقہ سے روایت نہیں کیا بلکہ کسی اور سے روایت کیا ہے ابوداؤد نے اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسے ابوعُمَیس نے ثابت بن عُبَید سے روایت کیا ہے اور وہ حدیث زیاد بن علاقہ ہی کی مانند ہے، امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ابوعُمَیس، مسعودی کے بھائی ہیں (جلد ۱ ص ۳۹۹-۴۰۰)

[2] ترمذی نے جلد ۱ صفحہ ۴۹ میں اسے از دارمی، از یزید بن ہارون روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور مسعودی متکلم فیہ ہے حتیٰ بات یہ ہے کہ یہ ثقہ ہے، ان کے بھائی اور کئی دیگر راویوں نے اس روایت کے سلسلہ میں ان کی متابعت کی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے اس روایت کو کئی طرق سے روایت کیا گیا ہے۔

کا ارشاد ہے بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔" (بخاری مسلم ترمذی احمد موطا)

یہ بھی باطل ہے کہ آنحضرت ﷺ تو سلام پھیریں مگر صحابہ کرامؓ سلام نہ پھیریں یا صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی طرح سلام پھیر دیں مگر ابن بُحینہؓ اسے نہ سُنیں، اس طرح کا دعویٰ تو صرف وہی کر سکتا ہے جس میں حیا کم ہو، دین میں کمزور ہو اور جھوٹ کو وہ آسان سمجھتا ہو۔

۷۶۶۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن احمد بن ابی خلف از موسیٰ بن داؤد از سلیمان بن بلال از زید بن اسلم از عطاء بن یسار روایت کیا کہ] حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے تین رکعت یا چار؟ تو وہ شک کو ختم کر کے یقین پر بنیاد رکھ لے اور پھر سلام سے قبل دو سجدے کرے۔ (مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

۷۶۷۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از محمد بن علاء ابوکریب از ابوخالد احمر از محمد بن عجلان از زید بن اسلم از عطاء بن یسار روایت کیا کہ] حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک پیدا ہو جائے، تو وہ شک کو ختم کر کے یقین پر بنیاد رکھے اور جب اسے یقین ہو جائے کہ نماز تمام ہو گئی ہے، تو دو سجدے کر لے، اگر نماز مکمل تھی تو یہ رکعت اور دو سجدے نفل متصور ہوں گے اور اگر نماز ناقص تھی، تو اس رکعت سے تمام ہو جائے گی۔ اور دو سجدے شیطان کے لیے باعث تذلیل ہوں گے (حوالہ اوپر والی حدیث میں مذکور ہے)

یہ روایت بطریقِ مالک مرسل بھی مروی ہے[1] اور یہ ہمارے قول کی دلیل ہے اور حدیثِ ابن مسعودؓ میں جس تحری کا ذکر ہے اس میں اس کی وضاحت ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول بھی باطل معلوم ہوتا ہے کہ اگر پہلی مرتبہ ایسا ہو تو نماز کو دہرا لے اور اس کے بعد ظنِ غالب کو تلاش کرے۔ یہ تقسیم

[1] ابوداؤد نے اسے از قعنبی، از مالک از زید بن اسلم، از عطاء بن یسار مرسل روایت کیا ہے اور اسے مسلم، نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے مختلف الفاظ کے ساتھ متصل بھی روایت کیا ہے ملاحظہ فرمائیے شرح ابی داؤد۔

بالکل فاسد ہے کیونکہ بلا دلیل ہے۔

۷۶۸ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از حفص بن عمر حوضی و مسلم بن ابراہیم از شعبہ از حکم بن عُتَیْبَہ از ابراہیم از علقمہ روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ظُہر کی پانچ رکعتیں پڑھادیں، تو آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کیا نماز میں اضافہ کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیوں؟ عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھائی ہیں، تو آپؐ نے سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کر لیے۔ (صحاح ستہ کتاب الصلاۃ۔)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بھُول کر پانچ رکعات پڑھ لے تو اس کی نماز باطل ہوگی الّا یہ کہ چوتھی رکعت میں وہ بقدرِ تشہُّد بیٹھا ہو۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"یہ تقسیم سنت کے مخالف، قیاس سے خارج اور رائے سدید سے بعید ہے" ہم نے بطریق یحییٰ بن سعید قطانؒ از سفیان ثوری، از پدراو از حارث بن شُبَیْل از عبداللہ بن شدّاد روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ دو رکعتوں کے بعد تشہد میں نہ بیٹھے اور نماز پڑھتے رہے، جب آپ نے نماز کے آخر میں سلام پھیرا دو سجدے کیے اور دو مرتبہ تشہد میں بیٹھے۔

۷۶۹۔ [ہم نے بطریق یوسف بن عبداللہ نمری از عبدالوارث بن سفیان از قاسم بن اَصبغ از احمد بن زُہیر بن حرب از پدر خود ابو مُعاویہ ضریر از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازمؒ روایت کیا کہ] حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آپ دو رکعتوں کے بعد (تشہد کے بغیر) اٹھ کھڑے ہوئے، مقتدیوں نے "سبحان اللہ" کہا مگر آپ کھڑے ہی رہے پھر جب نماز سے فارغ ہونے لگے تو دو سجدہ سہو کر لیے پھر فرمانے لگے تمہارا خیال تھا کہ میں بیٹھ جاتا حالانکہ میں نے اسی طرح کیا ہے، جس طرح کرتے آنحضرت ﷺ کو دیکھا[1]

[1] حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، ۳۲۳ بطریق یحییٰ بن یحییٰ، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۴۴ بطریق احمد بن عبدالجبار، دونوں از ابی معاویہ، حاکم نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے شیخین کی شرط پر بتایا ہے، ذہبیؒ نے بھی آپ کی موافقت کی ہے اور ان دونوں ائمہ کی بات درست ہے۔

سفیان ثوری نے عبداللہ بن دینار سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں شک میں مبتلا ہو تو تحری کرے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے نماز کو مکمل کر لیا ہے، پھر بیٹھے ہوئے دو سجدے کرے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۰۶)

ابن عمرؓ نے تحری کی تفسیر اسی طرح بیان فرمائی ہے، جس طرح ہم نے بیان کیا۔

اگر کوئی شخص بطورِ دلیل یہ روایت پیش کرے جسے ہم نے بطریق عبدالرزاق، از معمر و سفیان بن عیینہ، از ایوب سختیانی، از ابنِ سیرین روایت کیا کہ حضرت عمران بن حُصینؓ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان روایت کرتے ہیں کہ سلام سہو کے دونوں سجدوں کے بعد ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۰۱)

تو ہم کہیں گے کہ ابن سیرین کا حضرت عمران بن حُصینؓ سے سماع ثابت نہیں ہے پس یہ روایت منقطع ہوئی[1] پھر اگر سند ثابت ہو بھی جائے تو آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کے معارض ہے، جس میں بعد از سلام، سجدۂ سہو کا امر ہے بلکہ اسے بھی اس کے ساتھ ہی ملا دیا جائے گا اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ سجدوں کے بعد، سجدوں کا سلام ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ نمازِ نفل میں بھی سجدۂ سہو واجب ہے (عبدالرزاق ۲/۳۲۵)

کیونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی عام ہے کہ جسے نماز میں کوئی وہم ہو جائے، وہ دو سجدے کرے، اس حکم عام میں نفل نماز بھی داخل ہے اور اسے محض ظن کی بنیاد پر اس سے خارج قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وباللہ تعالیٰ نتأید!

## ۴۴۴۔ غیر اللہ کے لیے سجدہ پر مجبور کیا جانا

جس شخص کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ کسی بُت، صلیب یا کسی انسان کو سجدہ کرے

[1] امام احمد بن حنبلؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ ابن سیرینؒ کا عمرانؓ سے سماع ثابت ہے جیسا کہ حافظؒ نے "تہذیب" میں بھی نقل فرمایا ہے۔ مجھے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث اس کا اختصار ہے، جسے ابن سیرین نے سجودِ سہو کے سلسلہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ عمران بن حصینؓ نے کہا ہے "پھر آپ نے سلام پھیر دیا" پھر ابن سیرین نے اسے روایت کرتے ہوئے اپنے سماع کی وضاحت کی اور اسے از خالد حذاء، از ابو قلابہ، از ابوالمہلب از عمرانؓ روایت کیا ہے۔ یہ بات پہلے بھی مسئلہ ۴۷۲ میں گزر چکی ہے البتہ مجھے یہ الفاظ نہیں ملے جو یہاں ہیں۔ (یہ الفاظ مصنف عبدالرزاق جلد ۲/۳۰۱ حدیث ۳۴۵۲ کے ہیں)

ورنہ اسے مارا پیٹا جائے گا، یا اذیت دی جائے گی یا اُسے یا اس کے سبب کسی دوسرے مسلمان کو قتل کر دیا جائے گا، تو وہ اس بُت، صلیب یا انسان کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرے اور اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ وہ قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدہ کر رہا ہے یا غیر قبلہ کی طرف! بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگر قبلہ رُخ سجدہ کا حکم دیا گیا ہو تو کرے وگرنہ نہ کرے۔ لیکن یہ تقسیم فاسد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے قصد و ارادہ کے ساتھ ہر جہت سجدہ کیا جا سکتا ہے اور اس کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرہ-۱۱۵) جدھر تم رُخ کرو، ادھر ہی اللہ کی ذات ہے۔

قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم صرف نماز کے لیے مخصوص ہے، صرف اکیلا سجدہ چونکہ نماز نہیں ہے لہٰذا وہ بلا طہارت، قبلہ رُخ کے علاوہ دوسری طرف حتیٰ کہ حائضہ کے لیے بھی جائز ہے کیونکہ اس سے ممانعت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے۔

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (النحل-۱۰۶) مگر وہ جو کفر پر زبردستی مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔

## ۴۷۵- عذر کی صورت میں نماز

جو شخص کھڑا ہو کر نماز یا فرائضِ نماز میں سے کسی کی ادائیگی سے عاجز ہو تو وہ بیٹھ کر ادا کرے اور اگر بیٹھ کر بھی ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو لیٹ کر اشاروں سے ادا کرے جس چیز کی ادائیگی کی قدرت نہ ہو، وہ ساقط ہو جائیگی اور نماز اس کے بغیر ہی درست ہو گی، اس پر سجدۂ سہو کی ضرورت بھی نہیں۔

لیٹنے کی صورت میں جس طرح ممکن ہو لیٹ لے، یا پہلو کے بل اور چہرہ قبلہ کی طرف ہو یا پُشت پر اس اعتبار سے کہ اگر سیدھا کھڑا ہو تو چہرہ قبلہ کی جانب ہو جائے اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو پھر جس طرح قدرت ہو نماز پڑھ لے خواہ منہ قبلہ کی طرف ہو یا نہ ہو اور اس طرح جس کی آنکھوں کا آپریشن ہوا ہو، وہ بھی جیسے مقدور میں ہو نماز پڑھ لے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ-۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا

نیز فرمایا۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ۔ (الانعام - ۱۱۹)    اللہ نے حرام چیزیں تم کو مفصل بتا دی ہیں مگر مجبوری کی حالت میں معاف بھی ہیں۔

اور آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا کہ میں جب تمہیں کوئی حکم دوں، تو مقدور بھر اطاعت بجالاؤ (مسلم وغیرہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی زبانی ہمیں علاج معالجہ کا حکم دیا ہے۔

۷۷۰- [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد ، از حفص بن عمر نمری از شعبہ از زیاد بن علاقہ روایت کیا کہ] حضرت اُسامہ بن شریکؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو صحابہ کرامؓ اس قدر کامل سکوت کے ساتھ تشریف فرما تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں، مَیں سلام کرکے بیٹھ گیا، اتنے میں کچھ اعرابی آئے اور انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ! کیا علاج مُعالجہ کی اجازت ہے" آپ نے فرمایا تم علاج معالجہ کر سکتے ہو کیونکہ اللہ کریم نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اسکی دوائی بھی پیدا فرمائی ہے۔ سوائے بڑھاپے کی۔ (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ کتاب الطب واحمد ۴/۲۷۸، والحاکم ۴/۱۹۸ و ۱۹۹)

اگر یہ حضرات اعتراض کریں کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو اس سے منع فرمایا تھا (المستدرک ۳/۵۴۶) تو ہم عرض کریں گے کہ کتنے ہی واقعات ہیں جن میں تم نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے، حالانکہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی تھی، اور نہ سنت ہی سے ان کی مخالفت ثابت تھی مثلاً آپ نے مستحاضہ کو حکم دیا کہ اسے ہر نماز کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب، ابن عباسؓ اور ابنِ زُبیرؓ بھی اس مسئلہ میں آپ کے ساتھ ہیں، صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے مخالفت بھی منقول نہیں، سنتِ صحیحہ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ (دیکھو محلّٰی اُردو جلد اول صفحہ ۱۷۳)

اسی طرح آپ نے اور حضرت اُمِ سلمہؓ نے فرض نماز میں عورتوں کی امامت کرائی (ابوداؤد دار قطنی وغیرہ) صحابہ کرامؓ میں سے کسی سے اس مسئلہ میں مخالفت ثابت نہیں ہے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں اگر حضرت عائشہؓ کی مخالفت ایک جگہ جائز نہیں، تو پھر کسی جگہ بھی جائز نہیں اور اگر

کسی ایک مقام میں آپ کے خلافِ سنت قول کی مخالفت مباح ہے، تو سنت سے ایسی ہر بات کی مخالفت واجب ہے۔

## ۴۷۶۔ حالتِ نماز میں عذر کا ختم ہو جانا

اگر کسی نے نماز کی ابتدا مرض کے باعث اشارہ کے ساتھ کی، یا بیٹھ کر یا خوف کے باعث سواری پر لیکن پھر مرض سے افاقہ ہو گیا، یا خوف ختم ہو کر امن ہو گیا تو افاقہ محسوس کرنے والا کھڑا ہو جائے اور امن میں ہونے والا سواری سے اتر کر پڑھنے لگ جائے اور جتنی جتنی نماز پڑھ چکے ہوں اسی پر بنا کریں اور باقی کو مکمل کر لیں، ان کی نماز درست ہو گی، خواہ پڑھی ہوئی نماز کم ہو یا زیادہ، خواہ ابھی صرف تکبیرِ تحریمہ ہی کہی ہو یا اب صرف سلام باقی رہ گیا ہو، یہ سب صورتیں ایک ہی حکم رکھتی ہیں۔

اسی طرح اگر کسی نے صحیح سلامت حالت میں قبلہ رُخ ہو کر نماز شروع کی ہو، لیکن پھر اسے کوئی ایسا مرض لاحق ہو گیا ہو، جس نے اسے بیٹھنے پر، یا اشارہ سے پڑھنے پر یا غیر قبلہ کی طرف منہ کرنے پر مجبور کر دیا ہو یا خوف کے باعث سوار ہونے، پاؤں مارنے اور اپنا دفاع کرنے پر مجبور ہو گیا ہو تو وہ پڑھی ہوئی نماز کو ثابت رکھتے ہوئے باقی کی اسی طرح تکمیل کرے، جس طرح ممکن ہو جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔ ان صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، ان سب صورتوں میں نماز درست ہونے کی دلیل یہ ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا، جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ۔ (مسلم وغیرہ) اس مسئلہ میں امام مالکؒ، زفرؒ اور ابو سلیمانؒ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر خوف کے بعد امن ہوا ہو تو نماز کو اسی طرح جاری رکھے، درست ہو گی لیکن اگر امن کے بعد حالتِ خوف کے باعث سوار ہو کر نماز پڑھنے پر مجبور رہا ہو تو پھر از سرِ نو نماز شروع کرے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ بالکل فاسد تقسیم ہے اور قلیل و کثیر عمل کے مابین فرق کرنا ہی فساد کی اصل جڑ ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا۔ (البقرہ - ۲۳۹)

اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو نماز پڑھ لو۔

بعض صحابہ کرامؓ نے دشمن کی طرف چلنے کی حالت میں بھی نماز ادا کی تھی[1]۔"

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بحالتِ مرض بیٹھ کر نماز کا آغاز کیا لیکن پھر دورانِ نماز ہی درست ہو گیا تو وہ اپنی نماز کو بدستور ادا کرتا رہے، اس صورت میں آپ کے قول میں اختلاف نہیں ہے۔ لیکن اس صورت میں آپ کے قول میں اختلاف ہے جب بحالتِ مرض اشارہ کے ساتھ نماز کا آغاز کرے لیکن پھر دورانِ نماز ہی درست ہو جائے، اور جب تندرستی و سلامتی کی حالت میں کھڑے ہو کر نماز شروع کرے مگر پھر کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے، جو بیٹھنے پر مجبور کر دے یا لیٹ کر اشارہ کے ساتھ پڑھنے پر! اس صورت میں کبھی تو آپ فرماتے ہیں کہ پڑھی ہوئی نماز کو باقی رکھے اور اسی پر بنا کرے اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ از سرِ نو آغاز کرے خواہ بقدرِ تشہد بیٹھنے اور سلام پھیرنے سے قبل یہ حالت طاری ہو یا اس سے بھی پہلے!

امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات حد درجہ فاسد ہے اور دونوں صورتوں میں فرق کرنا بالکل باطل، جسے کوئی عقل مند آنحضرت ﷺ کے علاوہ اور کسی سے اس قسم کی بیان کردہ تفریق کو قبول نہیں کر سکتا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی شان میں تو ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحٰى ۝ (النجم ۳-۴)

یعنی یہ رسول اپنی مرضی سے تو کوئی بات کرتے ہی نہیں جو کچھ بھی بیان کرتے ہیں وہ وحیِ الٰہی ہے

---

[1] عبداللہ بن انیسؓ کی طرف اشارہ ہے، جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے سلسلہ میں بھیجا تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمایئے ابوداؤد جلد ا صفحہ ۴۸۵

اور یہ وحی اس ذاتِ اقدس کی طرف سے ہے جس کی شان کریمی یہ ہے کہ :۔

لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (الانبیاء — ۲۳) وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہو گی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) ان سے پرسش ہو گی۔

قاضی ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اگر نماز کو تندرستی و سلامتی کی حالت میں کھڑے ہو کر شروع کیا لیکن پھر بیمار ہو گیا اور اشارہ کے ساتھ یا بیٹھ کر پڑھنے پر مجبور ہو گیا، یا بحالتِ مرض بیٹھ کر نماز کو شروع کیا مگر پھر تندرست ہو گیا تو یہ لوگ — جب تک بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے تبدیلی نہ آئے — اپنی پہلے سے شروع کی ہوئی نماز ہی پر بنیاد رکھیں۔ لیکن جس نے بحالتِ مرض اشارہ کے ساتھ نماز شروع کی مگر پھر — بقدر تشہد بیٹھنے سے قبل — درست ہو گیا تو اسے یقیناً از سرِ نو نماز شروع کرنا ہو گی۔

محمد بن حسن کہتے کہ جس نے بحالتِ مرض بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز شروع کی اور پھر وہ درست ہو گیا تو وہ ضروری طور پر از سرِ نو نماز شروع کرے لیکن جس نے کھڑے ہو کر نماز کا آغاز کیا اور پھر بیمار ہو گیا اور بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے ہی بیٹھنے یا اشارہ سے پڑھنے پر مجبور ہو گیا، تو وہ اپنی پڑھی ہوئی نماز ہی پر بنیاد رکھے۔

امام ابن حزمؒ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ اقوال حد درجہ فاسد ہیں کیونکہ بالکل بے دلیل ہیں، انہیں ہم نے صرف اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ اہلِ سنت کو ان کے مبلغ علم اور فقاہت کا علم ہو جائے۔"

## ۴۷۷۔ نماز میں وسوسے

اگر کسی کے دل میں بحالتِ نماز امورِ دنیا سے متعلق وسوسے پیدا ہوں تو یہ اگرچہ مکروہ ہیں مگر ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی، وسوسوں کی بدولت جب نماز میں کوئی سہو پیدا نہ ہو اور نمازی کو علم ہو کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے تو ان سے سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ اس کی دلیل آنحضرت ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہے، جیسے قبل ازیں ہم بالاسناد ذکر کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے، نفسوں میں پیدا ہونے والے وساوس سے درگزر فرمایا ہے جب تک کہ وسوسوں کے نتیجہ میں قول و عمل وجود میں نہ آئیں۔ (صحیح جامع الصغیر حدیث ۱۷۲۵ اور ۱۷۲۶) اور ہم اسی کے قائل ہیں۔

اگر کہا جائے کہ تم لوگ اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیتے ہو، جو قصد وارادہ سے نماز سے نکلنے یا بلا سبب امام کی امامت سے خارج ہونے کی نیت کرے یا فرض سے نفل اور نفل سے فرض کی طرف انتقال کی نیت کرے یا قصد وارادہ کے ساتھ جانتے بوجھتے ہوئے ایک نماز سے دوسری کی طرف منتقل ہو جائے، اگر ان میں سے کسی کام کا سہواً ارتکاب ہو تو پھر تم سجدۂ سہو کو واجب کرتے ہو اور واجبات نماز میں سے کسی کو لغو قرار دینے پر بھی تم سہو کا حکم لگاتے ہو؟

ہم عرض کریں گے کہ جی ہاں یہ اس لیے کہ ان صورتوں میں نمازی کے جی میں جو وسوسہ پیدا ہوا عمل کے ذریعہ اس نے اسے عملی جامہ پہنا دیا ہے اور یہ حکم کے خلاف ہے لہٰذا اس کی نماز باطل ہو جائیگی اور اگر سہواً ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا ہے تو سجدۂ سہو فرض ہو گا۔

۱۷۷[ ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنیٰ از معاذ بن ہشام از پدر خود دستوائی از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان بھاگ جاتا ہے اور اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ اتنی دور چلا جاتا ہے کہ اسے اذان نہیں سنائی دیتی جب اذان مکمل ہو جاتی ہے تو پھر واپس آجاتا ہے جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر مکمل ہو جاتی ہے تو پھر آجاتا ہے اور آدمی کے دل میں وسوسے پیدا کرتے ہوئے اسے کہتا ہے کہ وہ وہ بات یاد کرو، جو اسے یاد نہیں ہوتی، وہ یاد دلا دیتا ہے حتیٰ کہ ان خیالات میں کھوتے کے باعث آدمی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے؟ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ کتنی نماز پڑھی، تو وہ دو سجدے کرے بیٹھے ہوئے۔ (بخاری مسلم نسائی کتاب الصلاۃ۔)

شیطان کے ایسی ایسی باتیں یاد دلانے کے باعث، جو آدمی کو نماز سے غافل کر دیں، آنحضرت ﷺ نے اس سے نماز کو باطل قرار نہیں دیا اور نہ اس کے لیے سجودِ سہو کو مقرر کیا ہے، سجود سہو صرف اس صورت میں ہیں کہ آدمی کو خبر نہ ہو کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔

ہم نے بطریق وکیع، از ہشام بن عروہ از پدر خود روایت کیا کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت

ہے کہ میں نماز میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتا رہتا ہوں [1]۔

## ۴۷۸۔ جب نماز پڑھتے ہوئے، کوئی بھولی ہوئی نماز یاد آئے

جب کسی کو نماز پڑھتے ہوئے

بھولی ہوئی کوئی ایک یا ایک سے زیادہ فرض نمازیں یاد آئیں، یا نمازِ صبح پڑھتے ہوئے یاد آئے کہ وہ وتر پڑھنا بھول گیا تھا، تو وہ اپنی اسی نماز کو جاری رکھے، جسے اس نے شروع کیا ہوا ہے تا آنکہ اسے مکمل کرلے پھر اس کے بعد وہ پڑھے، جو یاد آئی ہے، اُسے اسی میں شروع نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (محمّد ۳۳) تم اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

اور نماز پڑھتے ہوئے، نمازی ایک ایسے عمل میں ہے جسے باطل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

**امام ابوحنیفہؒ کا مذہب** نماز پڑھتے ہوئے، جو یاد آیا ہے، اگر وہ پانچ نمازیں ہیں یا اس سے کم، تو اس نماز کو قطع کر دینا چاہیئے، جس میں یاد آیا ہے اسی طرح صبح کی نماز کو توڑ کر وتر شروع کر دے اور پھر اس نماز کو پڑھے، جسے توڑا تھا اور اگر فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر اسے ہی جاری رکھے اور یاد آئی ہوئی نماز کو پھر پڑھ لے۔ اگر یاد آئی ہوئی نمازیں چھ یا چھ سے زیادہ ہوں، تو پھر بھی پہلے سے شروع کر رکھی ہوئی نماز ہی کو جاری رکھے اور یاد آئی ہوئی نماز کو بعد میں پڑھ لے۔

**امام مالکؒ کا مذہب** اگر یاد آنے والی نمازیں پانچ یا پانچ سے کم ہوں، تو جاری شدہ نماز کو پہلے مکمل کرلے، پھر یاد آنے والی نماز کو پڑھے، پھر اسے دوبارہ پڑھے جس میں یہ بھولی ہوئی نمازیں یاد آئی ہیں۔ اگر یاد آنے والی نمازیں چھ یا اس سے زیادہ ہوں،

[1] یہ بات المحلیٰ میں مسئلہ ۳۰۳ کے ضمن میں بھی گزر چکی ہے۔ ابن حجرؒ نے "فتح الباری" جلد ۳ صفحہ ۷۱ میں بضمن باب "آدمی کا دوران نماز کسی بات کو سوچنا" ذکر کیا ہے اور اس روایت کو ابن ابی شیبہ (۲/۲۲۴) کی طرف منسوب کیا ہے بخاری نے حضرت عمرؓ سے معلقاً روایت ذکر کی ہے کہ میں نماز میں لشکر ترتیب دیتا رہتا ہوں۔ ابن حجرؒ نے اسے ابن ابی شیبہ (۲/۲۲۴) کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے اور بات ایسے ہی ہے یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

تو پہلے سے شروع کی ہوئی نماز مکمل کرے اور اس کے بعد ان کی قضا دے اور اسے دوبارہ نہ پڑھے، جس میں یہ نمازیں یاد آئی ہیں۔

## امام ابن حزمؒ کا تنقید و تبصرہ

یہ دونوں قول فاسد ہیں، پہلا تو اس لیے فاسد ہے کہ یہ قول بالکل بے دلیل ہے، پانچ اور چھ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ اس تفریق کے سلسلہ میں قرآن مجید، صحیح یا ضعیف سنت صحابی کے قول، قیاس اور رائے صحیح سے کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔ اس طرح آج کی نمازوں کی ترتیب اور کل یا پرسوں یا اس سے بھی پہلے کی نمازوں کی ترتیب کے وجوب کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اگر یہ حضرات آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ذکر کریں کہ "جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو وہ وقت پڑھ لے، جب اسے یاد آئے، اس کا کفارہ بس یہی ہے۔" (صحیح جامع الصغیر ح ۶۴۴۸)

ہم عرض کریں گے یہ ارشادِ نبویؐ برحق ہے، آپ نے خود طلوعِ آفتاب کے بعد بیدار ہو کر نمازِ صبح کو یاد کیا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بھی وضو و اذان اور نماز میں آپ کی اقتداء کریں۔ پہلے آپؐ نے اور صحابہؓ کرامؓ نے فجر کی دو رکعتیں پڑھیں اور پھر نمازِ صبح پڑھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کہ "اسے اس وقت پڑھے، جب اسے یاد آئے" کا مفہوم وہی ہے، جو آپ کے فرمان سے ثابت ہے، وہ نہیں جو آپ کے فرمان سے ثابت ہی نہیں۔ آپ کے فرمان سے ثابت یہ ہے کہ نماز کو توڑا نہ جائے بلکہ اسے جاری رکھا جائے، اس سلسلہ میں آپ کا واضح ارشاد یہ ہے کہ "جو نماز تم پالو، اسے پڑھو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں مکمل کر لو۔" اسی طرح آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ "نماز کی اپنی ایک مشغولیت ہے۔ (صحیح جامع الصغیر ح ۲۱۲۵) (بخاری ترمذی نسائی ابن ماجہ دارمی موطا کتاب الصلاۃ)

پھر ان حضرات نے جو پانچ یا پانچ سے کم اور پانچ یا پانچ سے زیادہ کے مابین جو فرق کیا ہے اس میں بھی انہوں نے ان ارشادات کی مخالفت کی ہے حالانکہ اس تفریق کی قطعاً کوئی دلیل نہیں۔ اگر اس سلسلہ میں یہ حدیثِ ابن عمرؓ ذکر کریں، "جو دورانِ نماز کسی نماز کو یاد کرے، تو اس کی وہ نماز ٹوٹ

جاتی ہے"[1] تو ہم عرض کریں گے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے علاوہ اور کسی کی بات حجت نہیں ہے حالانکہ انہوں نے خود بھی پانچ سے کم یا پانچ سے زیادہ کے مابین تفریق کے اعتبار سے ابن عمرؓ کے قول کی مخالفت کی ہے۔

اگر یہ اجماع کا دعویٰ کریں، تو امت کے ذمہ جھوٹی بات منسوب کریں گے کیونکہ ان کی یہ بات بغیر علم کے ہے اور محض ظن ہے جو کہ حلال نہیں پھر امام احمد بن حنبلؒ کا قول اور امام شافعیؒ کے دو میں سے ایک قول، اس کی تکذیب کر رہے ہیں اور وہ یہ کہ فوت شدہ نماز پہلے پڑھے، خواہ وہ بیس برس پہلے کی نماز ہو!

امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول بالکل باطل ہے کہ صبح کی نماز کو باطل کر کے وتر پڑھنے شروع کر دیئے جائیں حالانکہ صبح کی نماز فرض اور وتر کی نماز نفل ہے، وتر کے ترک سے آدمی گناہگار بھی نہیں ہوتا۔
امام مالکؒ کا یہ قول بھی درست نہیں کہ اسی نماز کو مکمل کر لے اور دوبارہ پھر اسے بعد میں پڑھ لے۔
یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ امام مالکؒ نے اس نماز کی تکمیل کا بھی حکم دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نماز کو شمار بھی نہ کرے۔

شخص جسے حکم دیا گیا ہے کہ اپنی نماز کو جاری رکھے، یہ نماز یا تو امرِ الٰہی ہوگا یا نہیں ہوگا تیسری کوئی صورت نہیں۔

اگر یہ وہی نماز ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، تو اس کے اعادہ کا حکم باطل ہے اور اگر یہ نماز ہی ایسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم ہی نہیں دیا، تو اس کے بارے میں کوئی حکم دینا ہی جائز نہیں

اس مسئلہ میں طاؤسؒ، حسنؒ، شافعی، ابوثورؒ اور ابوسلیمانؒ وغیرہ کا قول ہمارے قول کے مطابق ہے اور اس اعتبار سے قطعاً کوئی فرق نہیں کہ بھولی ہوئی یا جس کے پڑھنے سے قبل نیند کا غلبہ طاری ہو گیا ہو، اسے دورانِ نماز یاد کرے یا نماز کی تکمیل کے بعد یاد کرے یا کسی دوسری نماز کے وقت میں نماز شروع کرنے سے قبل یاد کر لے۔ نظری اعتبار سے بھی ان صورتوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

---

[1] یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ تو مجھے نہیں ملی لیکن اسی معنی کی روایتیں ابن عمرؓ کی موقوف و مرفوع بیہقی ۲/۲۲۱ و ۲۲۲ میں ہیں -

## ۴۷۹ بھولی ہوئی نماز دوسری نماز کے وقت یاد آئے

ایک نماز کے وقت میں جب کوئی دوسری نماز یاد آئے تو اگر وقت میں گنجائش ہو تو یاد آنے والی نماز کو پہلے پڑھ لے، خواہ وہ ایک ہو یا پانچ یا دس یا اس سے بھی زیادہ، سب کو ترتیب کے ساتھ پڑھ لے، پھر اس کو پڑھے جس نماز کا وقت ہو، خواہ اسے باجماعت پڑھنا چاہتا ہو یا تنہا۔ اگر جماعت کا وقت ہو تو بھولی ہوئی نمازوں کے بجائے اسے باجماعت ادا کرلے، اگر اس کے برعکس اسے قضا کر کے پڑھے، تو پھر بھی جائز ہے۔

اگر موجودہ نماز کے فوت ہونے کا خدشہ ہو، تو پہلے اسے پڑھ لے، اسکے بغیر اور کوئی چارۂ کار نہیں خواہ نماز ایک ہو یا زیادہ، جب اسے پورا کرلے جسکا وقت ہے تو پھر اسے پڑھے جسے یاد کر رہا ہے اگر بھولی ہوئی نماز کو شروع کر دے اور موجودہ کا وقت ختم ہو جائے، تو دونوں ہی باطل ہو جائیں گی، جسے یاد کیا ہے، اسے پڑھ لے کیونکہ یہ اس کی نماز کی ادائیگی پر تو قادر ہی نہیں ہے جسے اس نے اپنے قصد وارادہ سے ترک کیا ہے حتیٰ کہ وقت ہی ختم ہو گیا امام ابو حنیفہ، شافعی اور ابو سلیمان وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

### امام مالکؒ کا مذہب

اگر یاد آنے والی نمازیں پانچ یا اس سے کم ہیں، تو یاد آنے والی نمازوں کو شروع کرلے، خواہ موجودہ کا وقت ختم ہو جائے اور اگر یاد آنے والی نمازیں پانچ سے زیادہ ہوں، تو پہلے موجودہ وقت والی نماز کو ادا کرے۔

### امام ابن حزمؒ کا تنقید و تبصرہ

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

"امام مالکؒ کے اس قول کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں، نہ قرآن سے نہ صحیح وسقیم سنت سے، نہ اجماع وقیاس سے، نہ قولِ صحابی سے اور نہ اس کی درستگی کی کوئی معقول وجہ ہے، یہ اس سے پہلے والے مسئلہ کے بالکل برعکس ہے، جبکہ اس میں امام ابو حنیفہؒ تضاد کا شکار تھے۔"

ہمارے قول کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوۂ خندق کے دن ظہر وعصر کی نمازوں کو بھول گئے تھے، آپ کو اس وقت یاد آئیں، جب سورج غروب ہو گیا، تو آپ نے اذان واقامت کا حکم دیا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی، پھر اذان واقامت کا حکم دیا اور عصر کی نماز ادا

فرمائی، پھر اذان و اقامت کا حکم دیا اور مغرب کی نماز بروقت ادا فرمائی۔ (بخاری مسلم نسائی ترمذی)

ہم نے اس طریق کار کو واجب اس لیے قرار نہیں دیا کہ یہ آپ کا عمل ہے، امر نہیں۔ موجودہ نماز کے فوت ہونے کا تو اندیشہ ہے لیکن وہ نماز جسے وہ اب یاد کر رہا ہے، نہ بھولنے والے کے لیے تو اس کا وقت ختم ہو گیا لیکن بھولنے کے باعث جس کی یہ نماز رہی ہے، اس کے لیے ساری عمر اس کا وقت ختم نہیں ہوگا اور موجودہ کو اگر قصد و ارادہ سے مؤخر کرے گا، تو اس کا وقت ختم ہو جائے گا لہٰذا اس کیلئے حکم یہی ہے کہ اسے ادا کرے جیسا کہ اسے حکم ہے کہ بھولی ہوئی نماز کو بھی ادا کرے۔

یاد آنے والی نماز کے سلسلہ میں اس قدر تفریط سے کام لینا کہ کسی دوسری نماز کا وقت آجائے یا اسے پڑھنے میں مصروف ہو جائے اور موجودہ کا وقت ختم ہو جائے، تو یہ جائز نہیں۔ اگر یہ حضرات آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان پیش کریں کہ "اس وقت پڑھے جب اسے یاد آئے" (حوالہ گزر چکا) تو ہم عرض کریں گے کہ آپ حضرات نے سب سے پہلے اس ارشادِ نبوی کی مخالفت کی ہے، جب آپ نے پانچ سے کم اور پانچ سے زیادہ کے مابین تفریق کی ہے البتہ ہم نے اس ارشادِ نبوی کی مخالفت نہیں کی کیونکہ یقینی ۔ت ہے کہ یاد آنے والی نمازوں میں سے کسی ایک کو دوسری سے پہلے پڑھے گا لہٰذا اسے ہی پہلے پڑھ لینا چاہیئے جس کے مؤخر کرنے سے وہ گناہگار ہوگا اور اسے مؤخر کرلے جس کے مؤخر کرنے سے گناہگار نہیں ہوگا۔ سعید بن مُسَیّبؒ حسنؒ اور سفیان ثوریؒ کا قول بھی ہمارے قول کے مانند ہے۔

## ۴۸۰۔ جب معلوم نہ ہو کہ کونسی نماز بھول گیا ہے

جسے یہ تو یقین ہو کہ وہ ایک نماز بھول گیا ہے لیکن معلوم نہ ہو کہ وہ کونسی نماز ہے، تو امام مالکؒ، ابو یوسفؒ، شافعیؒ اور ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اسے چاہیئے کہ وہ ایک دن رات کی نمازیں پڑھے۔

اس سے تو پھر یہ بھی لازم آئے گا کہ اگر اسے یہ بھی یاد نہ ہو کہ وہ نماز سفر کی تھی یا حضر کی، تو آٹھ نمازیں پڑھے۔

امام سفیان ثوریؒ اور محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ تین نمازیں پڑھ لے، ایک میں تو صبح کی نیت

کر کے دو رکعتیں پڑھے اور دوسری میں مغرب کی نیت کے ساتھ تین رکعت پڑھے اور تیسری میں ظہر، عصر یا عشاء کی نیت کے ساتھ چار رکعتیں پڑھے۔

اس قول کی بنا پر اگر اسے یہ یاد نہ ہو کہ وہ نماز سفر کی ہے یا حضر کی تو پھر یہ لازم آئے گا۔ کہ صرف دو نمازیں پڑھے ایک میں دو رکعت پڑھے اور دوسری میں تین رکعت!

زفرؒ اور مزنیؒ کا قول ہے کہ ایک ہی نماز پڑھے جس کی چار رکعات ہوں، دوسری میں بیٹھے اور تیسری و چوتھی میں بھی، پھر سجدۂ سہو کرے۔ زفرؒ کہتے ہیں کہ سجدۂ سہو سلام کے بعد ہو، جبکہ مزنی قبل از سلام کے قائل ہیں۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں چار رکعت پر مشتمل صرف ایک نماز پڑھ لے، صرف دوسری اور چوتھی میں بیٹھے پھر سجدۂ سہو کرے اور نماز کے ابتدا میں نیت یہ کرے کہ یہ وہ نماز ہے جو پڑھی نہ جا سکی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے وہ کونسی تھی؟ ہمارا قول بھی یہی ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اوزاعیؒ قبل از سلام سجدہ سہو کے قائل ہیں، جب کہ ہمارے نزدیک سلام کے بعد سجدۂ سہو ہونا چاہیئے۔

ہمارے قول کی درستگی کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نماز کو فرض قرار دیا تو وہ قطعی اور یقینی طور پر بلا شک و شبہ جس سے نہ ہمیں اختلاف ہے اور نہ ان کو، وہ ایک نماز تھی جو اس سے فوت ہوئی لہٰذا جو پانچ، آٹھ، تین یا دو نمازیں پڑھنے کا حکم دیتا ہے، یقینی طور پر اس نے ایسا حکم دیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا تھا، انہوں نے اس پر ایک یا دو یا اس سے بھی زیادہ ایسی نمازیں فرض کر دی ہیں، جو اس پر فرض نہ تھیں لہٰذا یہ بات یقینی طور پر باطل ثابت ہوئی اسلیئے اس کے علاوہ اور کوئی صورت جائز نہیں کہ اس پر صرف ایک ہی نماز کو فرض قرار دیا جائے جیسا کہ اس پر فرض تھی، پس ہمارے زفر اور مزنی کے علاوہ سب کے قول ساقط ہو گئے۔

ان حضرات نے ہم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ہمارے اور تمہارے نزدیک نماز کے لیے نیت فرض ہے اور تم اسے حکم دیتے ہو کہ ایک مشترک نیت کرلے، تم کو تو واجب کا علم ہی نہیں ہے، تو

ہم عرض کریں گے کہ یہ اعتراض تو ان پہ لازم آتا ہے، جنہوں نے پانچ یا آٹھ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ بے شک ہمارے اور تمہارے نزدیک نیت فرض ہے تم نے ہر اس نماز کے لیے جس کے پڑھنے کا حکم دیا ہے مشکوک یا یقینی طور پہ کاذب نیت کا حکم دیا ہے۔ دونوں میں سے ایک صورت یقینی ہے۔ کیونکہ اگر تم ہر نماز کے لیے اسے حکم دو کہ یہ وہ ہے، جو فوت ہو گئی تھی، تو تم نے اس کے ذمہ ایک باطل و کاذب بات کو واجب قرار دے دیا ہے، جو یقیناً جائز نہیں کیونکہ اسے یقین نہیں کہ فوت شدہ نماز کونسی ہے۔ اگر اسے یقین نہیں اور وہ قطعی طور پہ اس کی نیت کر لیتا ہے تو وہ ایک باطل بات کی نیت کرتا ہے اور یہ حرام ہے اگر تم اسے یہ حکم دو کہ وہ ہر نماز کی ابتدا میں یہ نیت کرے کہ یہ وہ ہے جو علم الٰہی میں ہے کہ فوت شدہ ہے، تو یہی وہ بات ہے جس کے باعث تم نے ہم پہ عیب چینی کی ہے حالانکہ دونوں صورتیں برابر ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں۔ ہم یہ بھی عرض کریں گے کہ یہ ملامت اس سے ساقط ہو جائے گی کیونکہ وہ اس کے علاوہ اور کسی بات کی بالکل قدرت نہیں رکھتا۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ! اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ"۔ (مسلم وغیرہ)

اس سے معین نیت ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کی اسے قدرت ہی نہیں ہے، اس کے ذمہ صرف وہ نیت واجب ہے، جو علمِ الٰہی کی طرف راجع ہے کیونکہ وہ اس پہ قادر ہے، پس یہ قول بھی ساقط ہوا، وباللہ تعالیٰ التوفیق !

زفر اور مزنی سے ہم کہیں گے کہ تم نے تیسری رکعت کے بعد بھی جلسہ کو لازمی قرار دیا ہے حالانکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی حکم نہیں دیا اور کسی کے لیے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے لیے کسی ایسی بات کو لازم قرار دے لے جسے اللہ تعالیٰ نے لازم قرار نہ دیا ہو، اس طرح ان دونوں کا قول بھی ساقط ہو گیا کیونکہ اس طرح یہ بھی اس بات کے بعض حصوں کے مرتکب ہو گئے ہیں جس کا دوسروں نے ارتکاب کیا تو انہوں نے انکار کر دیا تھا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے قول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پہ صرف ایک نماز کو واجب قرار دیا تھا، جس کے بارے میں اسے یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسی نماز

ہے ؟ لہٰذا بعینہٖ اسی نماز کی نیت کی اسے قدرت نہیں ہے اسلیئے اسے یقینی طور پر مشکوک نیت کرنا ہوگی کہ یہ وہ نماز ہے جو فوت ہو چکی ہے اور اللہ کریم کے علم میں ہے کہ وہ کونسی ہے لہٰذا دو رکعتیں پڑھ کر جلسہ و تشہد میں بیٹھ جائے ، تشہد کی تکمیل کے بعد اسے شک ہو گا ، اگر وہ صبح کی نماز تھی ، پھر تو مکمل ہے ، اگر بحالتِ سفر ، نمازِ قصر تھی تو پھر بھی مکمل ہے ، اگر حضر کی کوئی اور نماز تھی یا نمازِ مغرب ، تو پھر اس کا بعض حصہ مکمل ہو چکا ہے البتہ ابھی تک نماز کی تکمیل نہیں ہوئی ۔

جس وقت یہ حالت ہو جائے ، تو وہ فی الجملہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں داخل ہو گیا کہ جب یہ علم نہ ہو کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے ، تو اسے اس وقت تک پڑھتے ہی رہنا چاہیئے جب تک اسے تمامِ صلوٰۃ کا یقین ہو جائے لہٰذا اسے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جانا چاہیئے ، تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد بھی ابھی تک شک ہی ہوتا ہے کہ نماز مکمل ہوئی ہے یا نہیں ، اگر نمازِ مغرب ہوتی تو پھر تو بیٹھ جاتا لیکن اس صورت میں چونکہ اسے یقین نہیں ہے کہ یہ نمازِ مغرب تھی یا ظہر و عصر و عشاء میں سے کوئی بحالتِ حضر تھی !

جس وقت حالت یہ ہو اس وقت بھی وہ فی الجملہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں داخل ہے کہ جب یہ علم نہ ہو کہ کتنی نماز پڑھی ہے تو اس وقت تک پڑھتا رہے جب تک اسے نماز کے پورے ہو جانے کا یقین نہ ہو جائے ، چار رکعتوں کے بعد چونکہ اسے نماز کے مکمل ہو جانے کا یقین ہوتا ہے البتہ اس بات میں شک ہوتا ہے کہ شاید نماز زیادہ ہو گئی ہے لہٰذا سلام پھیر دے اور سجدہ سہو کر لے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسُول کی زبانی حکم دیا ہے ۔ یہی بات حق ہے اور قطعی الوجوب ! والحمد للہ رب العٰلمین ۔

امام زفرؒ اور مزنیؒ نے جو تیسری رکعت میں تشہد کیلئے بیٹھنے کو لازم قرار دیا ہے ، تو یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے کہ اس تشہد کے لیے خاص طور پر یہ نیت کر لے کہ یہ مغرب کی نماز ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اسے یہ یقین نہیں کہ یہ واقعی نمازِ مغرب ہے !

اگر اسے یقین ہو کہ یہ حالتِ سفر کی ایک نماز تھی ، تو پھر بھی ایک ہی نماز پڑھے ، دوسری میں

بیٹھ جائے اور پھر تیسری میں بھی بیٹھے اور سلام پھیر دے اور پھر سجدۂ سہو کرے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں :۔

اگر ظہر و عصر کے بارے میں بھول جائے کہ وہ ایک دن کی تھیں یا دو دن کی یا اسے معلوم بھی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جس کو چاہے پہلے پڑھ لے کیونکہ قرآن، سُنّت اجماع قیاس اور قولِ صحابی میں سے کسی نص نے ان میں سے کسی کو یقینی طور پر پہلے پڑھنے کو واجب قرار نہیں دیا۔ امام ابو حنیفہؒ، شافعیؒ اور ابو سلیمانؒ کا بھی یہی قول ہے۔

مالکی کہتے ہیں کہ اگر معلوم نہ ہو کہ یہ ایک دن کی ہیں یا دو دن کی، تو تین نماز پڑھ لے یا تو ظہر کی نماز، دو عصروں کے مابین پڑھ لے، یا عصر کی نماز دو ظہروں کے درمیان پڑھ لے۔

امام ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں :۔

یہ خلط ملط کرنے کی انتہا ہے، ترتیب صرف اسی وقت واجب ہوتی ہے، جب اوقات اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ترتیب کے مطابق موجود ہوں، جب اصل اوقات خارج ہو جائیں تو پھر ترتیب فرض نہیں رہتی کیونکہ اس سلسلہ میں قرآن، سُنّت اور اجماع سے کوئی نص نہیں ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۴۸۱۔ کشتی میں نماز

اگر کچھ لوگ کشتی میں سوار ہوں اور مشقت کے بغیر یا کشتی ضائع کیے بغیر خشکی کی طرف نکل کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو وہ امام کے ساتھ اذان و اقامت کہہ کر جس طرح مقدور ہو نماز پڑھ لیں، اگر کشتی کی حرکتوں کے باعث صفوں کی درستگی یا قیام سے عاجز ہوں یا کچھ لوگ کشتی کی نچلی منزل میں ہوں یا کشتی کے ہچکولوں کے باعث کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو تو پھر وہ اسی طرح پڑھ لیں، جس طرح ممکن ہو خواہ سب یا بعض امام سے آگے ہوں یا پیچھے یا ساتھ ! جو کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے، وہ بیٹھ کر پڑھ لے لیکن جو کھڑا ہو کر پڑھ سکتا ہو، اس کے لیے فرض یہی ہے کہ وہ کھڑا ہو کر ہی پڑھے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے :۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ - ۲۸۶)
اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

نیز فرمایا :-

وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج - ۷۸)
اللہ نے تمہارے اوپر دین کی کسی بات میں تنگی نہیں کی۔

اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ۔ (مسلم وغیرہ)

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قیام کی قدرت ہو، وہ بھی بیٹھ کر پڑھ لے حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف ہے جو اس نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی بابت دیا ہے، امام صاحب نے دلیل یہ دی ہے کہ حضرت انسؓ نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھی تھی۔ (ابن ابی شیبہ ۲/۲۶۶، عبدالرزاق ۲/۵۸۲) ہم عرض کریں گے کہ تمہیں کیا معلوم کہ آپ نے جب بیٹھ کر نماز پڑھی، اس وقت کھڑے ہونے پر قادر تھے، اللہ تعالیٰ کی اس بات سے پناہ کہ حضرت انسؓ کے بارے میں ایسا گمان کیا جائے۔ کہ وہ کھڑے ہونے پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

## ۴۸۲ - اقوامِ عالم کے عبادت کدوں میں نماز

گرجوں، چرچوں، بہارات، آتشکدوں بت کدوں اور مندروں میں نماز جائز ہے بشرطیکہ وہاں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے اجتناب فرض ہے مثلاً خون اور شراب وغیرہ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ساری زمین میرے لیے مسجد اور باعث طہارت بنا دی گئی ہے جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہاں پڑھ لو (ابوداؤد، ابن ماجہ، مسند امام احمد وغیرہ)۔

## ۴۸۳ - سترہ کی حد

آدمی کے سترہ سے قریب کھڑے ہونے کی کم از کم حد یہ ہے کہ آگے سے بکری گزر سکے اور زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ ہے، اس سے زیادہ دور کھڑا ہونا جائز نہیں۔ اگر کوئی قصد و ارادہ کے ساتھ جب کہ نیت سترہ کی ہو، سترہ سے تین ہاتھ

سے زیادہ دور کھڑا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر سترہ کی نیت نہ ہو تو پھر نماز درست ہو گی۔

ہر ایسی چیز جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہو، جب آدمی کے آگے سے گزر جائے اور اس کے اور آدمی کے مابین سترہ ہو یا سترہ کے بقدر فاصلہ ہو —— خواہ اس صورت میں سُترہ کی نیت ہو یا نہ ہو —— تو ایسی صورت میں نماز مکمل ہو گی، خواہ گزرنے والی چیز سترہ کے اُوپر سے یا اس کے پیچھے سے گزرے۔

سترہ کی مقدار کی حد ایک ہاتھ ہے، خواہ وہ کتنا ہی موٹا ہو، جب کوئی شخص نمازی کے آگے سے تین ہاتھ کی مسافت سے زیادہ سے گزر رہا ہو تو اس صورت میں گزرنے والے پر کوئی گناہ نہیں ہو گا نمازی کو بھی چاہیئے کہ اسے دفع نہ کرے، اگر تین ہاتھ یا اس سے کم مسافت سے گزرے تو وہ گناہگار ہو گا، اگر نمازی کا سُترہ تین ہاتھ سے کم ہو تو اس پر یا اس سے پیچھے گزرنے والے پر کوئی گناہ نہیں اس کی دلیل حسبِ ذیل حدیث ہے۔

۴۷۷۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعَاوِیَہ از احمد بن شُعَیب از علی بن حجر و اسحاق بن منصور از سفیان بن عُیَیْنَہ از صفوان بن سلیم از نافع بن جُبَیر بن مُطْعِم روایت کیا کہ] حضرت سُہَل بن ابی حَثْمَہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتے ہوئے اپنے آگے سُترہ رکھے ہُوئے ہو تو وہ سُترہ کے قریب کھڑا ہو، اس سے شیطان اس کی نماز کو قطع نہ کر سکے گا۔ (ابو داؤد و نسائی کتاب الصلاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے آگے سترہ کیے ہوئے ہو اس پر فرض ہے کہ وہ سترہ کے قریب ہی کھڑا ہو، جو نماز پڑھتے ہوئے سترہ کے قریب کھڑا نہ ہو اس نے گویا حسبِ امرِ الٰہی نماز ادا نہ کی لہٰذا اس کی نماز نہ ہو گی۔ جب سترہ کے قریب کھڑا ہونا فرض ہے تو ضروری تھا کہ قریب کی مقدار کو بھی بیان کر دیا جاتا اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر ایک چیز کو لازم قرار دیں اور پھر اس کی مقدار کو واضح نہ فرمائیں۔ آپؐ کا تو منصب ہی یہ تھا کہ آپ ہر ہر حکم کو ہم تک پہنچا دیں۔ اس کی پوری پوری وضاحت فرما دیں، ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے۔

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے

(المائدہ - ۶۷) ہیں وہ سب لوگوں کو پہنچا دو۔

نیز فرمایا :-

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ تاکہ جو ارشادات الٰہی لوگوں کے لیے نازل ہوئے

(النحل - ۴۴) ہیں، وہ ان پر ظاہر کر دو۔

لہٰذا جب ہم اس بارے میں ارشاداتِ نبوی کی طرف دیکھتے ہیں، تو ہماری راہنمائی کے لیے یہ ارشادات موجود ہیں۔

۷۷۳ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف بن نامیؒ از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از یعقوب بن ابراہیم دَوْرَقی از ابن ابی حازم عبدالعزیز از پدر خود روایت کیا کہ] حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے جائے نماز اور دیوار کے مابین ایک بکری کے گزرنے جتنی جگہ تھی۔ (بخاری مسلم ابوداؤد کتاب الصلاۃ)

یہ گویا سترہ کی وہ کم از کم مقدار ہے جس کے مطابق نمازی کو کھڑا ہونا چاہیئے کیونکہ اگر اس سے بھی زیادہ قریب کھڑا ہو گیا، تو پھر رکوع وسجود کرنا ممکن نہ رہے گا الّا یہ کہ پیچھے ہٹ کر کرے اور اس تکلف کی ضرورت نہیں ہاں اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہ ہو تو یہ ایک الگ بات ہے۔

۷۷۴۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن سلمۃ از ابن قاسم از مالک از نافع روایت کیا کہ] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اُسامہ بن زیدؓ، بلالؓ اور عثمان بن طلحۃ حجبیؓ کعبہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا، جب باہر تشریف لائے، تو میں نے حضرت بلالؓ سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ نے کعبہ کے اندر کیا عمل سرانجام دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک ستون کو آپ نے بائیں ہاتھ، دو کو دائیں ہاتھ اور تین کو اپنے پیچھے کیا — اس وقت بیت اللہ کی عمارت چھ ستونوں پر مشتمل تھی —— پھر نماز پڑھی اور اپنے اور دیوار کے مابین تین ہاتھ کا فاصلہ رکھا۔ (بخاری کتاب الصلاۃ، الحج، المغازی، الجہاد، مسلم ابوداؤد کتاب الحج نسائی کتاب الصلاۃ والحج ابن ماجہ کتاب الحج)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"سترہ کے بعید ہونے کے بارے میں اس سے زیادہ فاصلہ اور کسی روایت میں مذکور نہیں ہے لہٰذا یہ اس سلسلہ میں آخری حد ہے۔ علاوہ ازیں اس بارے میں دیگر دلائل بھی ہم اپنی اس کتاب میں قبل ازیں ذکر کر آئے ہیں (دیکھو مسئلہ ۴۸۵)

ہم سے پہلے بھی سلف کی ایک جماعت کا یہی قول ہے، چنانچہ ابن جُریج، عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کے اور ستون کے درمیان زیادہ سے زیادہ تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے" (عبدالرزاق ۱۶/۲)

آنحضرت ﷺ نے سُترہ کے طور پر اپنے آگے نیزہ اور بھالا وغیرہ بھی گاڑھا اور اونٹ سے بھی سترہ کا کام لیا، سترہ کی بلندی کی حد یہ ہے کہ وہ پالان کے آخری حصّہ کی اُونچائی کے بقدر ہو۔ ابوسعید اور عطا سے بھی یہی قول مروی ہے (عبدالرزاق ۲/ ۱۳ و ۱۴) سترہ کے بارے میں آگے زمین پر لکیر کھینچ لینے کی بابت چونکہ کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں۔ (وباللہ تعالیٰ التوفیق)

## ۴۸۴۔ نماز میں رونا

اگر کوئی شخص خوفِ الٰہی یا کسی غم وغیرہ کے باعث نماز میں رو رہا ہو کہ روتے کو وہ روک ہی نہ سکتا ہو تو کوئی سجدۂ سہو وغیرہ نہیں اور اگر کوئی قصد و ارادہ سے روئے تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

۷۷۵۔ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعَیب از سُوَید بن نَصر از عبداللہ بن مُبارک از حماد بن سَلَمَہ از ثابت بُنانی از مُطَرِّف بن شِخّیر[1] روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن شخّیر سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا، آپ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کے باعث ہنڈیا کے جوش جیسی آواز پیدا ہو رہی تھی[2] (ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

---

[1] ابن شخّیر سے مراد مُطَرِّف بن عبداللہ بن شخّیر ہیں، آپ کے باپ کا نام عبداللہ بن شخّیر ہے، جو کہ صحابی ہیں۔

[2] نسائی جلد ۱ ص ۱۷۹۔

نفسِ حدیث میں یہ آپ کے رونے کی آواز کی کیفیت بیان ہوئی ہے، رونے کے غلبہ کی صورت میں دلیل یہ ہے کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب مَیں تمہیں کوئی حکم دوں، تو مقدور بھر اطاعت بجالاؤ" (مسلم وغیرہ) قصد و ارادہ سے رونا چونکہ ایک ایسا عمل ہے کہ اس کے جواز کے سلسلہ میں چونکہ کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا یہ جائز نہ ہوگا اور آنحضرت ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "نماز بجائے خود ایک مشغولیت ہے" (صحیح جامع الصغیر ج نمبر ۲۱۲۵) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں ہر ایسا عمل حرام ہے، جس کے جواز کی کوئی دلیل نہ ہو یا اجماع نہ ہو۔ وباللّٰہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۴۸۵۔ نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے

جو شخص اذان سنتا ہو، اس کے لیے فرض ہے کہ فرض نماز امام کے ساتھ مسجد میں باجماعت ادا کرے، اگر کوئی شخص بغیر عذر کے جماعت ترک کرے گا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اگر اذان نہ سُنی ہو تو پھر بھی فرض ہے کہ ایک یا ایک سے زیادہ شخصوں کو اپنے ساتھ ملا کر باجماعت نماز ادا کرے، اگر ایسا نہ کرے، تو اس کی نماز نہیں ہوگی اِلّا یہ کہ اسے کوئی اور آدمی ہی نہ ملے جس کے ساتھ مل کر وہ نماز باجماعت ادا کرے، ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر جماعت کو چھوڑا جا سکتا ہے۔

عورتوں کے لیے نماز باجماعت ادا کرنا فرض نہیں ہے، اگر وہ باجماعت ادا کر لیں تو بہت بہتر اور افضل ہے، اگر آزاد یا غلام عورتیں اپنے خاوندوں یا آقاؤں سے مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت مانگیں، تو انہیں اجازت دینا چاہیئے، اور عورتوں کو چاہیئے کہ جب وہ مسجدوں میں جانے کے لیے گھروں سے نکلیں تو ہر طرح کے بناؤ سنگار اور زیب و زینت و خوشبو کو ترک کر کے نکلیں، اگر وہ ان چیزوں کو ترک نہ کریں تو ان کی نماز نہ ہوگی اور اس وقت ان کو مسجدوں سے روکنا فرض ہوگا۔

۷۷۶۔ (ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از قُتَیْبَہ بن سَعِید و یعقوب بن ابراہیم دَوْرَقی و اسحاق بن ابراہیم بن رَاہَوَیہ از مروان بن مُعَاوِیَہ

فزاری از عبید اللہ بن اصم از یزید بن اصم روایت کیا کہ] حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی قائد نہیں، جو مجھے مسجد میں لے آیا کرے لہٰذا آپ مجھے گھر نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرما دیں، آپ نے اسے اجازت دے دی لیکن جب وہ واپس جانے کیلئے مڑا، تو آپ نے فرمایا کیا اذان سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا "جی ہاں"، آپ نے فرمایا پھر اذان پر لبیک کہو! (مسلم نسائی کتاب الصلاۃ)

۷۷۷- [ہم نے بطریق عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد البلخی از فربری از بخاری از مسدد از یزید بن زُریع از خالد حذّاء از ابو قلابہ روایت کیا کہ] حضرت مالک بن حُویرث لیثیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نماز کا وقت ہو جائے، تو اذان و اقامت کہو اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔ (بخاری کتاب الصلاۃ والجہاد والادب وخبر الواحد، مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

۷۷۸ [بسند سابقہ از محمد بن یوسف از سفیان از خالد حذّاء از ابو قلابہ] حضرت مالک بن حُویرثؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں دو آدمی حاضر ہوئے، جن کا سفر کا ارادہ تھا، آپ نے فرمایا جب تم سفر شروع کر دو، تو اذان اور اقامت کہتے رہو اور تم میں جو بڑا ہو نماز پڑھا دے (حوالہ اوپر والی حدیث میں گذر چکا ہے)

۷۷۹ [بسند سابقہ از معلّی بن اسد از وُہیب بن خالد از ایوب از ابو قلابہ] حضرت مالک بن حُویرثؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب میں اپنی قوم کے ایک وفد میں حاضر ہوا تھا ___ جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی اذان کہہ دے اور تم میں سے جو بڑا ہو، وہ امامت کرا دے۔ (حوالہ حدیث نمبر ۷۷۷ میں گذر چکا)

۷۸۰ [ہم نے بطریق احمد بن قاسم از پدر خود قاسم بن محمد بن قاسم از جد خود قاسم بن اصبغ از اسماعیل بن اسحاق قاضی از سلیمان بن حرب از شعبہ از حبیب بن ابی ثابت از سعید بن جبیرؓ روایت کیا کہ] حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اذان کو سنے

اور پھر بغیر کسی عذر کے جواب نہ دے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔[1]

۴۸۱۔ [ ہم نے بطریق حمام بن احمد از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از ابراہیم بن محمد از ابن بکیر از مالک از ابی الزناد از اعرج روایت کیا کہ ] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرا ارادہ ہے کہ میں حکم دوں کہ ایندھن اکٹھا کیا جائے، پھر نماز کے لیے اذان کا حکم دوں، پھر کسی آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں لوگوں کے پاس جا کر ان کے گھروں کو نذرِ آتش کر دوں، اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر کسی کو معلوم ہو کہ اسے ایک موٹی سی ہڈی یا دو کھروں کے درمیان کی اچھی سی ہڈیاں مل جائیں گی، تو وہ نماز عشاء کے لیے مسجد میں ضرور حاضر ہو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ والاحکام نسائی کتاب الصلاۃ، موطا کتاب الصلاۃ)

یہ روایت ہم نے بطریق سفیان بن عیینہ از ابی الزناد، از اعرج از ابوہریرہؓ (مسلم الصلاۃ) اور بطریق شعبہ وعبداللہ بن نمیر وابومعاویہ از اعمش، از ابی صالح، از ابوہریرہؓ (مسلم الصلاۃ) مسند بھی روایت کی ہے۔[2]

---

[1] اسے ابن ماجہ نے جلد اصفحہ ۱۳۷ میں از عبدالحمید بن بیان، از ہُشَیم بن بشیر، از شعبہ از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر روایت کیا ہے اور یہ سند صحیح ہے، دارقطنی نے صفحہ ۱۶۱ میں از علی بن عبداللہ بن مبشر از عبدالحمید بن بیان، از ہُشَیم روایت کیا ہے، حاکم نے جلد اصفحہ ۲۴۵ میں بطریق عمرو بن عون وعبدالحمید بن بیان، از ہُشَیم از شعبہ روایت کیا ہے، دارقطنی وحاکم نے بطریق عباس دُوری از عبدالرحمٰن بن غزوان قراد ابی نوح از شعبہ روایت کیا ہے، حاکم نے شعبہ سے کچھ دیگر اسانید کے ساتھ بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ "اس حدیث کو غُنْدَر اور شعبہ کے اکثر اصحاب نے موقوف بیان کیا ہے۔ حدیث صحیح ہے اور شیخین کی شرط پہ ہے اگرچہ شیخین نے اسے روایت نہیں کیا، ہُشَیم اور قراد ابونوح دونوں ثقہ ہیں، جب یہ دونوں اس حدیث کو موصول بیان کرتے ہیں تو پھر انہی کی بات درست ہو گی" ذہبیؒ نے بھی امام حاکمؒ کی موافقت کی ہے موقوف روایت کو مصنف آگے ذکر کریں گے۔

عجیب بات یہ ہے کہ امام دارقطنیؒ کا خیال ہے کہ قراد مجہول ہے حالانکہ یہ ثقہ ومعروف ہیں، خود امام دارقطنیؒ انہیں "الجرح والتعدیل" صفحہ ۳۲۷ میں ثقہ قرار دے چکے ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" اور ہدی الساری میں آپ سے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو ابوداود (جلد اصفحہ ۲۱۶) دارقطنی اور حاکم نے بطریق ابی جناب، از مغراء عبدی از عدی بن ثابت از سعید بن جبیر روایت کیا ہے یہ سند ابو جناب کلبی کے باعث ضعیف ہے، ان کا نام یحییٰ بن ابی حیہ ہے لیکن سابقہ اسانید صحیح ہیں اور ان میں قناعت کا پورا پورا سامان ہے۔

[2] یہ سب روایات مسلم جلد اصفحہ ۱۸۰-۱۸۱ میں ہیں مگر شعبہ کی روایت مجھے نہیں ملی۔

حدیث کے آخر میں جو عشاء کی نماز کے ترک پر وعید ہے، اس کا یہ معنی نہیں کہ یہ وعید دوسری نمازوں کے باجماعت ترک کرنے کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں قضیے الگ الگ ہیں کیونکہ ہمارے مخالفین کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ باقی نمازیں بھی باجماعت ادا کرنا اسی طرح واجب ہے، جس طرح کہ عشاء کی نماز واجب ہے اور آنحضرت ﷺ کسی باطل بات کا قصد نہیں فرما سکتے اور نہ حق کے علاوہ اور کسی بات پر وعید پیش فرما سکتے ہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ نے پھر ان لوگوں کے گھروں کو آگ میں کیوں نہ جلایا؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا "اس لیے کہ انہوں نے اہتمام کرکے باجماعت نمازیں ادا کرنا شروع کر دی تھیں! اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

۷۸۲۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلَیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از نُفَیلی یعنی عبداللہ بن محمد از ابوالملیح یعنی حسن بن عمر رقی از یزید بن یزید ابن جابر یہ روایت کیا کہ] یزید بن اَصَمّ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا، بیان کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے نوجوانوں کو حکم کروں کہ وہ ایندھن اکٹھا کریں اور پھر میں ان لوگوں کے گھروں کو جا کر جلا دوں جو بغیر کسی عذر کے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

یزید کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن اصم سے کہا "اے ابوعوف! آپؐ کی مراد نماز جمعہ سے تھی یا کسی اور نماز سے؟" انہوں نے کہا کہ میرے کان بہرے ہو جائیں، اگر میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان نہ سنا ہو، آپ نے اس بارے میں جمعہ وغیر جمعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (مسلم ابوداؤد ترمذی کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ:۔

ایک قوم نے آنحضرت ﷺ کی طرف بالکل جھوٹ یہ بات منسوب کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپؐ کا یہ اشارہ منافقین کی طرف تھا۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرنے سے اللہ کی پناہ! یہ بالکل محال ہے کہ آپ کا ارادہ تو منافقین سے متعلق بات کرنے

کا ہوکر آپ تارکین نماز سے متعلق بات شروع کر دیں جن کے بارے میں گفتگو کا ارادہ ہی نہ تھا۔

## نماز باجماعت کا ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے

اگر یہ حضرات ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ کی احادیث کو ذکر کریں جن میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تنہا پڑھنے کی نسبت باجماعت نماز ادا کرنے سے ستائیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (صحیح جامع الصغیر حدیث نمبر ۳۸۱۴ و مجمع الزوائد ۲/۳۸)

تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور وہ سب بھی صحیح ہیں، جو ہم قبل ازیں ذکر کر آئے ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جو شخص بلا عذر جماعت سے پیچھے رہنے والا ہو اس کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا ان دونوں قسم کی احادیث کو ان کے صحیح محل پر محمول کیا جائے گا، تعارض و تناقض پر محمول نہیں کیا جائے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ کے کلام میں تعارض و تناقض نہیں ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہ فضیلت اس معذور کی نسبت ہے جس کے لیے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے، اگر کوئی ان دو حدیثوں کو اس کے علاوہ کسی اور محل پر محمول کرے گا، تو اس کا یہ طرز عمل آنحضرت ﷺ کی منشا کے خلاف ہوگا اور آپ کے اس ارشاد کی تکذیب کا باعث ہوگا کہ "معذور کے علاوہ اور کسی کے لیے بغیر جماعت کے نماز نہیں ہوتی" آپ کی وعید کو گویا اس نے کوئی اہمیت نہیں دی اور آپ کے اس حکم کی اس نے مخالفت کی ہے کہ اذان پر لبیک کہتے ہوئے، باجماعت نماز ادا کرنی چاہیے، دو ہوں یا دو سے زیادہ نماز باجماعت ادا کریں۔ آپ کا یہ ارشاد بہت ہی زیادہ عظیم ہے۔

ہم نے جو یہ کہا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:۔

| | |
|---|---|
| لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ | بے عذر مسلمان اپنے گھروں میں بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اپنے مال اور جان سے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے مرتبہ میں بڑائی دے رکھی ہے اور دونوں کو اللہ |

| | |
|---|---|
| عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ | نے عام طور سے اچھا وعدہ دے رکھا ہے۔ |
| اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ | اور مجاہدوں کو بیٹھ رہنے والوں پر ثواب عظیم |
| عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ | کی بزرگی عطا کی ہے کئی درجے اپنی |
| دَرَجٰتٍ مِّنْهُ ۔ (نساء : ۹۵-۹۶) | طرف سے۔ |

جبکہ درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان یہ فرمایا ہے کہ جہاد سے بغیر کسی عذر کے پیچھے رہنے والا انتہائی قابلِ مذمت ہے، جیسا کہ دیگر بھی کئی مقامات پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی ہے مثلاً۔

| | |
|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ | مومنو تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے |
| لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ | کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کیلئے) نکلو تو تم زمین سے چمٹ |
| اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا | جاتے ہو۔ کیا تم آخرت کے عوض دنیا |
| مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا | کی زندگی پر راضی ہو چکے ہو۔ دنیا |
| فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا | کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ہیچ ہے اگر تم |
| يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ | اللہ کی راہ میں جہاد کو نہ نکلے تو وہ تم کو دردناک عذاب دیگا |
| قَوْمًا غَيْرَكُمْ ـــــ (التوبہ ۳۸-۳۹) | اور تمہارے بدلے دوسری کوئی قوم پیدا کر دے گا۔ |

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں اللہ تعالیٰ نے (اوپر والی آیات میں) بیان یہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو گھروں میں بیٹھے رہنے والوں کی نسبت درجہ بلکہ درجات کے اعتبار سے فضیلت حاصل ہے اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھے رہنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں، جو کسی عذر کے سبب بیٹھے رہے ہوں، انہی سے اللہ تعالیٰ نے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اس سے وہ لوگ مُراد نہیں ہیں جو کسی عذر کے بغیر بیٹھنے والے ہیں کیونکہ انہیں تو (نیچے والی آیات میں) عذاب کی نوید سنائی گئی ہے یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "بیٹھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نسبت نصف ثواب ملتا ہے" (صحیح جامع الصغیر حدیث نمبر ۳۷۱۷) اور اس مسئلہ میں ان کا ہمارے ساتھ کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے اسے تو قطعاً کوئی ثواب نہیں ملتا بلکہ اس کی بالکل نماز ہوتی ہی نہیں۔ معلوم ہوا کہ اجر و ثواب کی یہ مذکورہ

نسبت اس شخص کے اعتبار سے ہے جس کے لیے کسی خوف یا مرض وغیرہ کے باعث بیٹھ کر نماز پڑھنا مُباح ہو یا وہ نفل نماز پڑھ رہا ہو۔

اگر وہ اس کے ساتھ صرف نفل نماز ہی کی تخصیص کریں تو ہم پوچھیں گے کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، صرف یہ دعویٰ ہے کہ معذور شخص کی نماز، اسی طرح ہے جس طرح کھڑے ہوکر پڑھنے والے تندرست آدمی کی نماز ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ بالکل جھوٹا اور آنحضرت ﷺ کے اس حکم عام کے خلاف ہے کہ "بیٹھ کر پڑھنے والے کو، کھڑے ہوکر پڑھنے والے کی نسبت نصف ثواب ملتا ہے، اس بارے میں آپؐ نے کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی" علاوہ ازیں اس کی دلیل یہ بھی ہے جو

۷۸۳۔ [ہم نے بطریق حمام بن احمد از عباس بن اَصْبَغ از محمد بن عبدالملک بن اَیمن از بکر بن حماد و قاضی احمد بن محمد بَرتی قاضی برتی نے آگے سند اس طرح بیان کی از ابو عمر عبداللہ بن عَمْرو رقی از عبدالوارث، اور بکر نے اس طرح بیان کی از مُسَدَّد از یحییٰ بن سعید قطّان از عبدالوارث بن سعید تَنُّوری یہ دونوں متفق ہوکر بیان کرتے ہیں، از حُسَین مُعَلّم، از عبداللہ بن بُرَیدہ از حضرت عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ قاضی بَرتی نے حدیث بیان کرتے ہو کہا کہ] عمران بن حُصَین رضی اللہ عنہ ــــ جنہیں بواسیر کی شکایت تھی ــــ نے آنحضرت ﷺ سے آدمی کے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بابت سوال کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص کھڑا ہوکر نماز پڑھے تو یہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے، تو اسے کھڑا ہوکر پڑھنے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا، اور جو لیٹ کر پڑھے، اسے بیٹھ کر پڑھنے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مخالف تندرست آدمی کو اشارہ سے نفل پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے لہٰذا ان کی تاویل بالکل باطل ہوئی، وللہ تعالیٰ الحمد!

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص نیکی کا کوئی کام کرے، وہ بہرکیف اس کی نسبت افضل ہے جو کسی عذر کے باعث اسے نہ کرسکا ہو، چنانچہ اس بارے میں وہ حدیث نص ہے، جس میں یہ مذکور ہے کہ "فقرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ عرض کیا یارسول اللہ! اصحاب ثروت زیادہ اجر و ثواب حاصل کر گئے"؛ تو آپؐ نے ان کو ذکرِ الٰہی سکھایا، جب اصحابِ ثروت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے

غلاموں کے آزاد کرنے اور صدقہ و خیرات کرنے کے ساتھ ساتھ ذکر الٰہی بھی شروع کر دیا، فقرا صحابہ کرامؓ نے اس کا پھر بارگاہِ نبوت میں ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ (المائدہ - ۵۴) یہ اللہ کریم کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

(بخاری کتاب الاذان والدعوات، مسلم کتاب الصلاۃ والزکاۃ، ابو داؤد ابن ماجہ دارمی کتاب الصلاۃ)

اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ جو شخص حج کرے، وہ بہر کیف اس سے افضل ہے، جو کسی عذر کے باعث فریضۂ حج کی ادائیگی سے قاصر ہو، دیگر اعمال کا معاملہ بھی اسی طرح ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے، مگر اسے کر نہ سکے، تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر اسے سرانجام بھی دے لے، تو اس کی دس نیکیاں لکھ لی جاتی ہیں" (بخاری کتاب الرقاق مسلم کتاب الایمان، ترمذی کتاب التفسیر، دارمی کتاب الرقاق) آپؐ کا یہ ارشاد عام ہے اور ہر اس شخص کو بھی شامل ہے جو کسی عذر یا بغیر عذر کے نہ کر سکے۔

اگر یہ حضرات یہاں اس حدیث کو ذکر کریں جس میں یہ آیا ہے کہ "جس شخص کا رات کو عبادت کا معمول ہو مگر وہ مرض یا غلبۂ نیند کے باعث کسی رات نہ اٹھ سکے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اتنا ثواب لکھ دیتا ہے جتنا اسے روز عبادت کے حساب سے ملتا ہے" (تھوڑے اختلاف کے ساتھ مسلم ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ دارمی وغیرہ میں یہ روایت ہے۔)

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی اللہ تعالیٰ نے تخصیص فرما دی ہے اور وہ جس امر کی چاہے تخصیص فرما سکتا ہے، اس بارے میں چونکہ نص ثابت ہے لہٰذا ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ انکار صرف رائے، ظن اور مجرد دعویٰ کا کرتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ایسے شخص کو قیام کا اجر ملتا ہے لیکن جو شخص باقاعدہ قیام کرے، اسے دس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، یہ ممکن بھی ہے اور سب نصوص کے مطابق بھی وباللہ تعالیٰ التوفیق!

اگر یہ حضرات یہ ذکر کریں کہ آنحضرت ﷺ کے پاؤں کو جب موچ آئی ہوئی تھی، تو آپؐ نے کاشانۂ نبوت ہی پر امامت کے فرائض انجام دیئے۔ (بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ دارمی

موطا کتاب الصلوٰۃ) اسی طرح حضرت انسؓ کے گھر پر بھی آپ ﷺ نے ایک بار امامت فرمائی۔ (مسند امام احمد)

اس کا جواب یہ ہے کہ پاؤں میں موچ آنے کے باعث آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف نہیں لے جا سکتے تھے لہٰذا یا تو سب اہلِ مسجد وہاں تشریف لے آئے ہوں گے جس کے باعث آپؐ نے وہاں نماز پڑھا دی یا پھر اہلِ خانہ اور دیگر حضرات ہوں گے، جن کا آپؐ کے پاس قیام تھا اور آپؐ نے انہیں باجماعت نماز پڑھا دی یعنی یہ معذوری کے باعث تھا۔ حضرت انسؓ کے گھر آپؐ نے جو نماز پڑھائی، وہ فرض نہ تھی بلکہ نفل تھی۔ لہٰذا یہ سب مُعارَضات ان دلائل کے مقابلہ میں پیش نہیں کیے جا سکتے، جن سے جماعت کے ساتھ فرض نماز کی ادائیگی کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے داعی کی آوازِ "حَیَّ علی الصلوٰۃ" پر لبیک کہنے کی فرضیّت ثابت ہوتی ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنا فرض کفایہ ہے لیکن یہ محض دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں، آپؒ نے پہلے تو یہ اقرار کیا کہ یہ فرض ہے مگر پھر آپؒ نے اسے ساقط قرار دے دیا جبکہ فرض کے سقوط کو نص کے بغیر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ سلف میں سے ایک جماعت بھی اسی کی قائل تھی کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے؛ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو اذان سننے کے بعد مسجد سے باہر نکل گیا تھا، آپؓ نے فرمایا کہ اس نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ (راجع مسألۃ ۳۲۸)

ابوالاَحوص روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ان پانچ نمازوں کی حفاظت کا بطورِ خاص اہتمام کرو اور وہاں ادا کرو، جہاں ان کے لیے اذان ہوتی ہے کیونکہ یہ سُنَنِ ہُدیٰ میں سے ہیں، ہم نے دیکھا کہ صرف واضح نفاق والے منافقین ہی پیچھے رہا کرتے تھے اس دور میں تو ادائیگیِ فرض کے احساس کا یہ عالَم تھا کہ بعض اوقات ایک شخص کو دو آدمی گھسیٹ کر لاتے اور مسجد میں صف میں لا کھڑا کرتے، اب تم نے گھر میں مسجد بنا رکھی ہے، اگر تم گھروں میں نمازیں پڑھنے لگو اور مسجدوں کو چھوڑ دو، تو اپنے نبی کی سُنّت کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر سُنّتِ نبیؐ کو ترک کر دو گے،

تو کافر ہو جاؤ گے (مسلم، ابوداؤد، نسائی) ہم نے بطریق وکیع، از مسعر بن کدام، از ابی حصین، از ابو بردہ بن ابی موسیٰ روایت کیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص اذان کو سنے اور پھر بغیر عذر کے لبیک نہ کہے، تو اس کی نماز نہ ہو گی[1]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کو سنے اور پھر بغیر عذر کے لبیک نہ کہے تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ (کتاب الصلاۃ لابن القیم، مجموعۃ الحدیث ص ٥٤٥، مصنف ابن ابی شیبہ ١/٣٤٥)

بطریق معمر، از ایوب سختیانی، از نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں فرض نماز کی دو رکعتیں پڑھیں، پھر اقامت کو سنا تو مسجد تشریف لے گئے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ گھر میں اگر نماز ہو سکتی تو آپ اسے قطع نہ کرتے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے کانوں کو پگھلائے ہوئے سیسے سے بھر لے، تو یہ اس کی نسبت بہتر ہے کہ اذان سنے اور لبیک نہ کہے۔ (کتاب الصلاۃ لابن القیم، مجموعۃ الحدیث ص ٥٤٦)

بطریق سفیان ثوری، از منصور، از عدی بن ثابت انصاری ام المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جو شخص اذان کو سنے اور پھر مسجد میں نہ آئے، اس نے گویا خیر و بھلائی کا ارادہ نہیں کیا اور نہ خیر و بھلائی نے اس کا ارادہ کیا ہے۔ (مجموعۃ الحدیث ص ٥٤٦، عبدالرزاق ١/٤٩٨، بیہقی ٣/٥٧، مصنف ابن ابی شیبہ ١/٣٤٥)

بطریق یحییٰ بن سعید قطان، ابو حیان یحییٰ بن سعید تیمی از پدر خود از حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد ہی میں ہوتی ہے، پوچھا گیا امیر المؤمنین! مسجد کا پڑوسی کون ہے؟ آپ نے فرمایا "جو اذان سنے"، اسی طرح بطریق سفیان بن عیینہ و سفیان ثوری، از ابو حیان از پدر خود از حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مروی ہے[2] (مجموعۃ الحدیث ص ٥٤٥، عبدالرزاق ١/٤٩٧،

[1] حاکم نے اسے جلد ا صفحہ ٢٤٦ میں بطریق ابوبکر بن عیاش، از ابو حصین، از ابو بردہ از ابو موسیٰ اشعری مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "جو شخص اذان سنے اور تندرست و صحیح سلامت ہو، اور مسجد میں آ کر نماز نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہو گی" حاکم اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو تلخیص صفحہ ١٢٣ میں بزار کی طرف مرفوعاً اور موقوفاً منسوب کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ١/٣٤٥)۔

[2] یہ اور اس سے پہلے کی یہ دو سندیں صحیح ہیں دارقطنی نے صفحہ ١٦١ میں اسے بطریق حارث اعور از حضرت علی روایت کیا ہے کہ جو شخص مسجد کا پڑوسی ہو اور مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنے مگر اس پر لبیک نہ کہے جبکہ اسے کوئی عذر بھی نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہوتی، حارث بہت ہی ضعیف ہے، حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دو سندوں میں سلیمان بن

(باقی نوٹ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

بیہقی ۳/ ۵۷، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/ ۳۴۵)

بطریق محمد بن جعفر، از شُعْبَہ، از عدی بن ثابت روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جُبَیرؒ سے سُنا، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو شخص اذان کو سُنے اور پھر مسجد میں آکر نماز نہ پڑھے جبکہ کوئی عذر بھی نہ ہو، تو اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (مجموعۃ الحدیث صفحہ ۲۴۵) بیہقی ۳/ ۵۷، وعبدالرزاق ۱/ ۴۹۷)

حضرت عطاءؒ سے روایت ہے کہ شہر اور دیہات میں بسنے والی اللہ کریم کی مخلوق جو بھی اذان واقامت کو سُن رہی ہے، اس کے لیے رُخصت نہیں کہ وہ نماز کو چھوڑے۔ ابن جُرَیج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ آدمی اگر کپڑا بیچ رہا ہو اور اسے خدشہ ہو کہ اگر اٹھ کر چلا گیا تو گاہک ضائع ہو جائے گا، انہوں نے فرمایا نہیں، اس صورت میں بھی اسے رخصت نہیں، میں نے عرض کیا اگر بیمار ہو، یا آشوب چشم نہ رکنے والا یا ہاتھ میں کوئی درد وغیرہ ہو تو فرمانے لگے کہ مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ مسجد میں ضرور پہنچے خواہ تکلف ہی کرنا پڑے، میں نے عرض کیا کہ اہل دیہات میں سے اگر کوئی اذان نہ سنے، خواہ مسجد قریب ہو تو آپ نے فرمایا اگر چاہے تو آجائے، چاہے تو نہ آئے (عبدالرزاق ۱/ ۴۹۹)

عطاءؒ بھی فرماتے ہیں کہ ہم سنتے تھے کہ جماعت سے صرف منافق ہی پیچھے رہ سکتا ہے۔

ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نماز باجماعت کے ترک کی رخصت صرف مریض یا خوفزدہ ہی کے لیے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۵۱) ہشام بن حَسَّان، حسن سے روایت کرتے ہیں کہ جب آدمی اذان کو سنے، تو اس نے گویا اپنے آپ کو پابند کر لیا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/ ۵۰۷)

سُفْیَان بن عُیَیْنَہ، عبدالرحمٰن بن حَرْمَلَہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن مُسَیَّب کے پاس تھا کہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بعض مسائل کی بابت سوال کیا، اتنے میں اذان ہو گئی، تو اس نے چلے جانے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا کہ اذان ہو گئی ہے، اس آدمی نے کہا کہ میرے ساتھی چلے گئے ہیں اور یہ میری سواری بھی دروازے کے پاس کھڑی ہے، آپ

(نوٹ گذشتہ سے پیوستہ) داؤد دیماعی منکر الحدیث ہے جیسا کہ امام بخاریؒ وابوحاتم نے فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں جسے میں منکر الحدیث کہہ دوں اس سے روایت لینا حلال نہیں، دارقطنی کی حدیث جابر کی سند میں محمد بن سُکَین ضعیف ہے، حافظؒ "تلخیص" صفحہ ۱۲۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ لوگوں میں مشہور ہے مگر ضعیف ہے!

نے فرمایا: مت جاؤ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے صرف منافق ہی باہر نکلتا ہے یا پھر وہ آدمی جس کا نماز کے لیے واپس لوٹنے کا ارادہ ہو، مگر یہ شخص یہ فرمان رسول سننے کے باوجود مسجد سے باہر چلا گیا، حضرت سعید فرمانے لگے، اس آدمی پر توجہ رکھنا، چنانچہ ایک دن میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ وہی شخص پھر آیا تو سعید فرمانے لگے ابو محمد! اس آدمی کو نہیں دیکھا؟ یہ جو اذان سننے کے بعد مسجد سے باہر نکل گیا تھا، سواری سے گر پڑا اور اس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا، سعید نے فرمایا مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ اس کو ضرور کوئی آفت لاحق ہو گی۔ (عبدالرزاق ۱/۵۰۸)

ابو سلیمانؒ اور ہمارے جمیع اصحاب کا بھی یہی قول ہے کہ نماز با جماعت فرض ہے!

## عورتوں کے لیے نماز با جماعت فرض نہیں

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عورتوں کے لیے جماعت فرض نہیں ہے، احادیث سے ثابت ہے کہ ازواج مطہرات اپنے حجروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرتی تھیں اور مسجد میں تشریف نہیں لایا کرتی تھیں البتہ اس بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے کہ عورتوں کی نماز گھر میں افضل ہے یا مسجد میں با جماعت افضل ہے؟

ہمارے قول کے درست ہونے کی دلیل یہ ہے، جو ہم نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے کہ با جماعت نماز کی ادائیگی کا تنہا پڑھنے کی نسبت ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے (حوالہ چند صفحے قبل گزر چکا) آپ کا یہ فرمان عام ہے، عورتوں کی اس سے تخصیص جائز نہیں ہے۔

۴۸۷۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از حرملہ بن یحیٰی از ابن وہب از یونس بن یزید از ابن شہاب از سالم بن عبداللہ بن عمر روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تمہاری عورتیں جب مسجدوں میں جانے کے لیے اجازت طلب کریں۔ تو انہیں مت روکا کرو۔ یہ سن کر بلال بن عبداللہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم تو انہیں ضرور روکیں گے، عبداللہ بن عمرؓ نے یہ سنا تو انہیں اس قدر بری گالیاں دیں کہ میں نے انہیں اس طرح کی بری گالیاں دیتے

ہوئے کبھی نہیں سنا تھا نیز آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں آنحضرت ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔ (دیکھو حوالہ مسئلہ ۳۲۱ میں)

۷۸۵۔ [بسند سابقہ از عمرو ناقد و زُہیر بن حرب، از سفیان بن عُیَینَہ از زہری روایت ہے انہوں نے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے سنا وہ اپنے باپ سے روایت کرتے تھے] آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرے، تو اسے نہ روکے۔ (بخاری کتاب النکاح، مسلم نسائی کتاب الصلاۃ)

۷۸۶۔ [بسند سابقہ از محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ از پدر خود و عبداللہ بن ادریس از عبیداللہ بن عمر از نافع روایت ہے کہ] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ کی بندیوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے نہ منع کرو[1]۔ (مسلم کتاب الصلوٰۃ)

۷۸۷۔ [بسند سابقہ از ابو کُریب از ابو مُعاوِیَہ از اعمش از مجاہد روایت ہے کہ] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے سے نہ روکا کرو۔ (بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی کتاب الصلاۃ)

۷۸۸۔ [بسند سابقہ از ابوبکر بن ابی شیبہ از یحییٰ بن سعید قطّان، از محمد بن عجلان از بُکیر بن عبداللہ اشج از بسر بن سعید روایت ہے کہ] زینبؓ زوجۂ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے، تو وہ خوشبو نہ لگائے۔ (مسلم کتاب الصلاۃ، نسائی کتاب الزینۃ)

۷۸۹ [ہم نے بطریق حمام از عباس بن اَصبغ از محمد بن عبدالملک بن اَیمن از محمد بن وضّاح از حامد بن یحییٰ البلخی از سفیان بن عیینہ از محمد بن عمرو بن عَلقمہ بن وقّاص لیثی از ابو سَلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف روایت کیا کہ]

---

[1] ابن عمر کی اس حدیث کے متعدد الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عورتوں کے لیے باجماعت نماز ادا کرنا واجب نہیں ہے، ابو داؤد نے جلد ا صفحہ ۲۲۲ میں ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ذکر کی ہے کہ عورتوں کو مسجدوں سے منع نہ کرو، ان کے گھران کے لیے بہتر ہیں یہ زائد الفاظ صحیح ہیں۔ شوکانیؒ نے جلد ۳ صفحہ ۱۶۰ میں اور ابن حجرؒ نے جلد ۲ صفحہ ۲۳۷ میں اسے صحیح ابن خزیمہ (۳/۹۰) کی طرف منسوب کیا ہے۔ حاکم نے جلد ا صفحہ ۲۰۹ میں اسے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور ذہبی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ کی بندیوں کو مسجدوں میں جانے سے نہ روکو، اور یہ جب جائیں تو انہیں بناؤ سنگار کے بغیر جانا چاہیئے۔ (دیکھو مسئلہ ۳۲۱)

ہمارا قول بھی یہی ہے، عورتیں جب خوشبو اور زیب و زینت لگا کر گھروں سے نکلیں گی، تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمان ہوں گی، اس حکم کے خلاف گھروں سے باہر نکلیں گی، جو اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں انہیں دیا ہے لہٰذا اس صورت میں انہیں مسجدوں میں جانے کی اجازت دینا بالکل جائز نہیں۔

عہدِ رسالتؐ میں عورتوں کے مسجد میں آکر باجماعت نمازیں ادا کرنے کے بارے میں بہت سے آثار ہیں، جو حد درجہ صحیح ہیں، ان کا کوئی جاہل ہی انکار کر سکتا ہے مثلاً اُم المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ جب نمازِ صبح پڑھا کر فارغ ہوتے، تو عورتیں اپنی اوڑھنیاں اوڑھے ہوئے واپس گھروں میں آجاتی تھیں اور نمازِ صبح سے فراغت کے بعد ابھی تک اس قدر تاریکی ہوتی کہ عورتیں پہچانی نہیں جاتی تھیں! (مسلم نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

ابو حازمؒ نے حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں لوگوں کو نمازیں ادا کرتے ہوئے دیکھا کہ انہوں نے چادروں کو تنگ ہونے کے باعث گردنوں میں لٹکا رکھا ہوتا تھا، اسی وجہ سے کسی نے کہا تھا "عورتو! تم اس وقت تک اپنے سر نہ اٹھایا کرو، جب تک پہلے آدمی نہ اٹھالیں۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب میں نماز شروع کرتا ہوں، تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ لمبی نماز پڑھوں، اتنے میں کسی بچے کے رونے کی آواز کو سنتا ہوں، تو اس خدشے کے باعث نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کہیں فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔" (ترمذی کتاب الصلاۃ)

بطریق ابوبکر بن ابی شیبہ حُسین بن علی جُعفی، از زائدہ، از عبداللہ بن محمد بن عقیل حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا آدمی کی سب سے بہتر صف اگلی اور سب سے بدتر پچھلی ہے عورتوں کی سب سے بدتر صف اگلی اور بہتر پچھلی ہے، پھر فرمایا "اے گروہ زناں! جب آدمی سجدہ کریں، تو تم اپنی نظروں کو نیچے جھکا لیا کرو، مردوں کی چادریں چونکہ چھوٹی ہیں لہٰذا ان کی شرمگاہوں کی طرف

مت دیکھو۔ (حوالہ مسئلہ ۳۲۱ میں دیکھو)

نیز حدیث ایوب، از نافع از ابن عمرؓ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے کاش! اس دروازے کو ہم عورتوں کے لیے وقف کر دیں، ابن عمرؓ پھر کبھی تازیست اس دروازے سے داخل نہ ہوئے[1] (حوالہ مسئلہ ۳۲۱ میں دیکھو)

حضرت عمر بن خطابؓ بھی باب النساء سے داخل ہونے سے منع فرمایا کرتے تھے[2] (حوالہ مسئلہ ۳۲۱ میں دیکھو)

نمازِ کسوف کے سلسلہ میں حضرت اسماءؓ سے جو روایت ہے، اس میں بھی ہے کہ انہوں نے دیگر عورتوں کے ساتھ مسجد میں آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ (بخاری مسلم)

یہ نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ عورتوں کو راتوں اور اندھیروں میں گھروں سے نکل کر مسجدوں میں نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھیں کہ انہوں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی اٹھا رکھا ہو، ان کے لیے ایک دروازہ بھی مخصوص کر دیا ہو، آپ جوان و غیر جوان سب عورتوں کو مسجد میں حاضر ہو کر نماز پڑھنے کا حکم بھی دیں، جس کے پاس اوڑھنے کے لیے چادر نہ ہو اسے ترغیب دیں کہ وہ کسی دوسری عورت سے مستعار لے لے اور پھر ان کے لیے افضل یہ ہو کہ وہ مسجدوں کے بجائے، گھروں میں پڑھ لیں، ایسا طرزِ عمل تو مسلمانوں کی ادنیٰ خیر خواہی چاہنے والا بھی اختیار نہیں کر سکتا چہ جائیکہ آنحضرت ﷺ اختیار فرمائیں، جن کی شفقت و رحمدلی کی خود رب کائنات نے یہ شہادت دی ہے کہ۔

| | |
|---|---|
| عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ (التوبة - ۱۲۸) | تمہاری تکلیف آپؐ کو گراں معلوم ہوتی ہے اور بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں اور مومنوں پہ نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔ |

۷۹۰ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از اسحاق بن ابراہیم از جریر بن عبدالحمید، از اعمش از زید بن وہب، از عبدالرحمٰن بن عبد

[1] ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۲۳، المحلّٰی جلد ۳ صفحہ ۱۷۷ [2] المحلّٰی جلد ۳ صفحہ ۱۷۷، ۸۰۷ میں یہ اثر پہلے بھی گزر چکا ہے۔

رب الکعبۃ روایت کیا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھ سے پہلے بھی ہر نبی پر یہ فرض تھا کہ وہ اپنے علم کے مطابق، اُمت کی خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرے اور شر سے ڈرائے۔ (مسلم کتاب الامارۃ، ابو داؤد کتاب الفتن، نسائی کتاب البیعہ، ابن ماجہ کتاب الفتن)

مخالفینِ حق نے اس سلسلہ میں ایک موضوع حدیث پیش کی ہے، جسے عبدالحمید بن مُنذر انصاری نے اپنی پھوپھی یا دادی ام حُمیدؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا اپنے گھر میں نماز پڑھنا میرے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ (الاصابہ والاستیعاب ترجمۃ اُم حمید، اس حدیث پر تفصیلی بحث مسئلہ ۴۲۱ میں دیکھو)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں عبدالحمید بن مُنذر مجہول ہے، اسے کوئی نہیں جانتا ہے کہ یہ کیا ہے۔ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں ایک یہ روایت بھی ذکر کی ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ عورتوں کے ان احوال کو دیکھتے، جو انہوں نے اب اپنا رکھے ہیں، تو انہیں مسجدوں میں آنے سے منع فرما دیتے جیسا کہ بنو اسرائیل کی عورتوں کو ممانعت کر دی گئی تھی۔ (حوالہ مسئلہ ۴۲۱ میں دیکھو)

یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی اور اس کے آٹھ اسباب ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ کے دین کو قیامت تک کے لیے بھیجا ہے اور اس دین میں آپؐ کی طرف وحی یہ ہوئی کہ عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے منع نہ کیا جائے، عورتیں آزاد ہوں یا لونڈیاں، خاوندوں والی ہوں یا ان کے خاوند نہ ہوں، رات کو جائیں یا دن کو، اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ بعد میں عورتوں کے احوال کیا ہو جائیں گے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ عہدِ رسالت میں منع کیا اور نہ یہ فرمایا کہ ان کے احوال جب بدل جائیں، تو پھر انہیں منع کر دینا۔

(۲) آنحضرت ﷺ اگر ان کی تبدیلیٔ احوال کو دیکھتے تو منع فرما دیتے — اگر اس اصول کو

صحیح مان بھی لیا جائے تو اس سے عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنے کے جواز کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ آپؐ نے تبدیلیٔ احوال کو محسوس نہیں فرمایا لہٰذا منع نہیں فرمایا اور نہ اس سلسلہ میں کوئی حکم دیا لہٰذا عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنا جائز نہیں۔

(۳) یہ کبیرہ گناہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی شریعت کے کسی ایسے حکم کو منسوخ کر دیا جائے، جسے آپ نے منسوخ نہیں کیا بلکہ یہ بالکل کفر ہے۔

(۴) آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کا قول دین میں حجت نہیں ہے۔

(۵) حضرت عائشہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ عورتوں کو منع کرنا تمہارے لیے جائز ہے بلکہ انہوں نے اپنے گمان سے ایک بات کہی جس پر کبھی عمل نہیں ہوا یعنی صحابہ کرامؓ نے اس سلسلہ میں گویا آپ کی مخالفت کی۔

(۶) عورتوں میں زنا سے بڑھ کر اور کوئی برائی نہیں ہو سکتی، اس برائی کا وجود عہدِ رسالت میں بھی تھا، اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں اظہارِ زیب و زینت سے منع فرمایا، اس بات سے بھی منع کیا کہ وہ اپنے پاؤں کو اس انداز سے زمین پر ماریں کہ ان کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے (نور: ۳۱) آنحضرت ﷺ نے ایسی عورتوں کو ڈرایا جو عریاں لباس پہننے والی ہوں اور جو خود مائل ہونے والی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں، جن کے سر بختی اونٹوں کی کوہانوں جیسے ہوں تو وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکیں گی (مسلم موطا مسند احمد) آپؐ کو معلوم تھا کہ ایسی عورتیں آپ کے بعد بھی ہوں گی، مگر آپ نے ان اسباب کے باوصف انہیں مسجدوں میں آنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۷) یہ بھی جائز نہیں کہ اسے بھی سزا دی جائے، جو جرم کا ارتکاب نہ کرے یعنی یہ بالکل باطل ہے کہ ان عورتوں کو بھی مسجد میں جانے سے روک دیا جائے، جنہوں نے اپنے احوال میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی، فرمان باری تعالیٰ بھی ہے۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ (الانعام – ۱۶۴)

جو شخص برائی کرے گا تو اس کا ضرر اسی کو پہنچے گا کیونکہ کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔

(۸) اس بارے میں ان کا اختلاف نہیں کہ عورتوں کو ملنے جُلنے کے لیے جاتے، بازاروں میں خرید و فروخت کرنے اور دیگر ضروریات کے لیے گھروں سے نکلنے سے منع کرنا درست نہیں، انہیں مطلقاً ان امور کی اجازت دینے رکھنے سے بڑھ کر ضلالت و بُطلان کی اور کوئی بات نہیں ہو سکتی حالانکہ ان میں سے بعض نے جو حالات اپنا رکھے ہیں، وہ اپنی جگہ مسلّم ہیں ان اُمور سے انہیں منع نہ کرنا مگر مسجد میں نماز پڑھنے سے روکنا جو کہ توحید کے بعد افضل ترین عمل ہے یہ اس شخص کی زبان کو زیب نہیں دیتا، جو استنباط و استدلال کی عقل رکھتا ہو، سنن ثابتہ و متواترہ کی مخالفت سے اللہ کی پناہ! (دیکھو مسئلہ ۳۲۱ ایضاً)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ صحیح بات وہ ہے جسے:۔

۷۹۱ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سلیم از ابن الأعرابی از ابوداؤد از محمد بن مثنٰی از عمرو بن عاصم کلابی از ہمام بن یحیٰی از قتادہ از مُورّق عجلی از ابوالاحوص روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی نماز اپنے گھر میں حجرہ کی نسبت اور مسجد میں گھر کی نسبت افضل ہے[1]

اس حدیث کو ہم نے دیگر الفاظ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ ۷۹۲ [ہم نے بطریق محمد بن سعید بن نبات از عباس بن اصبغ از محمد بن قاسم از محمد بن عبدالسلام خشنی از محمد بن مثنٰی از عمرو بن عاصم کلابی از ہمام از قتادہ از مورق عجلی از ابوالاحوص روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عورت پردہ ہے، جب باہر نکلتی ہے، تو شیطان اسے مُزیّن کر کے پیش کرتا ہے، عورت اپنے رب ذوالجلال کے چہرہ اقدس کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے، جب اپنے گھر کے اندر چھپی ہوئی ہو، عورت کی نماز اس کے گھر کی کوٹھڑی میں گھر کی نسبت افضل ہے اور گھر میں نماز اس کے حجرہ کی نسبت افضل ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ حدیث ۱۶۸۵ اور ۱۶۹۰، وعبدالرزاق ۳/۱۵۰)

---

[1] مسئلہ ۳۲۱ کے ضمن میں اس حدیث پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ وہاں ہم نے ذکر کیا تھا کہ مصنف کو حدیث کے بارہ میں غلطی لگ گئی ہے کیونکہ صحیح الفاظ میں "صلاتها فی مخدعها" "مسجدها" کی نسبت زیادہ صحیح ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں ہے اس موہوم لفظ سے مصنف کا استدلال ساقط ہو گیا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

اس حدیث میں "مخدع" کا ذکر ہے "مسجد" کا بالکل ذکر نہیں ہے، اگر یہ روایت صحیح بھی ہو کہ اس کی گھر میں نماز مسجد کی نسبت افضل ہے تو پھر بھی یہ دلیل نہ بن سکے گی کیونکہ بلا شک و شبہ یہ منسوخ ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی کوئی بھی سند ایسی نہیں جو درست ہو اور پھر یہ بھی امر قابل غور ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا آنحضرت ﷺ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ انہیں مسجد میں آنے جانے کے سلسلہ میں تکلف کرنا پڑتا ہے اور یہ آپؐ کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرنے میں رغبت رکھتی ہیں، تو آپؐ نے انہیں اس سے منع نہیں فرمایا اور بلا شک و شبہ آخری امر اس سلسلہ میں یہی ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں عورتیں مسجد ہی میں نماز ادا کرتی رہی ہیں!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

عورت کی مسجد سے مراد یہاں اس کے محلہ اور قوم کی مسجد ہے، یہ گمان کرنا جائز نہیں کہ اس سے مراد اس کے گھر کی مسجد ہے کیونکہ اگر اس سے فی الواقع یہی مراد ہوتی، تو آپؐ یہ فرماتے کہ ... اپنے گھر میں نماز، اپنی گھر کی نماز کی نسبت افضل ہے اور یہ لکنت و درماندگی ... یہ حرام ہے کہ اس کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کی جائے۔

ائمہ کرام کے اقوال بھی اس مسئلہ میں ہمارے قول کے مانند ہیں

چنانچہ معمر زہری سے روایت کرتے ہیں کہ عاتکہ بنتِ زید بن عمرو ... کے حبالۂ عقد میں تھیں، آپ مسجد میں نماز پڑھتیں، حضرت عمرؓ فرما... میں اسے پسند نہیں کرتا، وہ جواب میں کہتیں میں اس وقت تک باز ... مجھے منع نہیں فرمادیتے" حضرت عمرؓ فرماتے نہیں میں اس سے منع نہ... حضرت عمرؓ کو نیزا مارا گیا، اس دن بھی آپ مسجد میں تھیں[1] (عبدالرزاق ۳/۱۴۸ ...)

حضرت عمرؓ کے نزدیک اگر عورت کے لیے مسجد کے بجائے گھر میں نماز پڑھنا ...

---

[1] اس حدیث پر تفصیلی گفتگو مسئلہ ۳۲۱ میں دیکھیے

ہوتا تو آپ اسے مجبور کرتے ہوئے کم از کم یہ ضرور فرماتے کہ تم افضل کو چھوڑ کر ادنیٰ کو اختیار کر رہی ہو خصوصاً جبکہ میں اسے پسند بھی نہیں کرتا۔ آپ نے ایسا نہیں کہا بلکہ بس اپنی خواہش کے اظہار پر اکتفا فرمایا ہے، یہ بھی ایک باطل امر ہے کہ یہ خاتون جو کہ صحابیہ ہیں ایک ایسے عمل کو پسند کریں جو بذاتِ خود افضل بھی نہ ہو اور ان کے خاوند کی ناراضگی کا باعث بھی بنے اور پھر حضرت عمر فاروقؓ جیسا ان کا خاوند بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑے رکھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بات یہی ہے کہ ان میاں بیوی کے نزدیک فضلِ عظیم اسی عمل میں تھا جس میں خاوند کی رضامندی کی موافقت کو ساقط کر دیا گیا، خاوند بھی ایسا جو کہ امیر المؤمنین بھی تھے اور شرفِ صحبتِ رسول ﷺ سے بھی مشرف اس نیک خاتون نے اپنے عظیم و جلیل خاوند کی خواہش کے برعکس اندھیروں میں مسجد میں جا کر باجماعت نماز کی ادائیگی کو ترجیح دی، جس شخص میں ادنیٰ سی بھی عقل ہو اس کے لیے اس واقعہ سے یہ مسئلہ ازحد واضح ہو جاتا ہے۔

## رمضان المبارک میں عورتوں کا مسجد میں قیام

ہشام بن عروہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو حکم دیا کہ وہ رمضان المبارک میں مسجد کے آخری حصہ میں عورتوں کو نماز پڑھایا کریں۔ (عبدالرزاق ۳/۱۵۱، نیز دیکھئے مسئلہ ۳۲۱)

بطریق عرفجہ روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالبؓ لوگوں کو رمضان المبارک میں قیام کا حکم دیا کرتے تھے، آپ نے ایک امام آدمیوں کے لیے اور ایک عورتوں کے لیے مقرر فرما رکھا تھا۔ عرفجہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے عورتوں کو نمازیں پڑھائیں۔ (عبدالرزاق ۳/۱۵۲)

یہ بھی قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادے نے کہا کہ وہ عورتوں کو مسجدوں میں جا کر نمازیں پڑھنے سے ضرور منع کریں گے، تو آپ نے ان سے شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ ائمۃ المسلمین کا طرزِ فکر و عمل ہے اور پھر اس پر مستزاد

یہ کہ اطراف و اکنافِ عالم میں نسلاً بعد نسلٍ مسلمانوں کا عمل اسی پہ چلا آرہا ہے (کہ وہ عورتوں کیلئے مسجدوں میں نمازوں کی باجماعت ادائیگی کو افضل سمجھتے ہیں) وباللہ تعالیٰ التوفیق

## ۴۸۶۔ وہ عذر جن کے باعث جماعت سے پیچھے رہا جا سکتا ہے

(آدمیوں کے لیے)

وہ عذر جن کے باعث جماعت سے پیچھے رہا جا سکتا ہے (ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔)

بیماری، خوف، بارش، سردی، مال کے ضیاع کا خوف، کھانے کی موجودگی، مریض کے ضیاع یا میت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ، امام کا اس قدر لمبی نماز پڑھانا کہ مقتدیوں کو اس سے تکلیف ہو لہسن، پیاز یا کراث وغیرہ کا کھانا جب تک کہ ان کی بُو آرہی ہو، جنہوں نے ان میں سے کسی چیز کو کھایا ہوا انہیں مسجد سے بھی باہر نکالا جا سکتا ہے ان کے علاوہ اور کسی کو مسجد سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ حتیٰ کہ مجذوم جسکے ہاتھ پاؤں سے بدبو آتی ہو یا اور کسی بھی بیماری میں مبتلا ہو یا چھوٹا بچہ اٹھانے والی عورت کو بھی مسجد سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ مرض اور خوف کے بارے میں تو قطعاً کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

نیز فرمایا:۔

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ (انعام-۱۱۹) جن چیزوں کا استعمال حالتِ اضطراری کے سوا جن تمام حالتوں میں اللہ نے حرام ٹھہرایا ان کی تفصیل بیان کر دی ہے۔

مزید فرمایا:۔

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ (النحل-۱۰۶) جو مجبور ہو گیا۔

اسی طرح ضیاعِ مال کے بارے میں دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری مسلم دارمی موطا)

## کھانے کی موجودگی میں ترکِ جماعت

۷۹۳- [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن عبّاد از حاتم بن اسمٰعیل از یعقوب بن مُجَاہد ابو حزرہ سے روایت ہے کہ] ابن ابی عَتیق ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کھانے کی موجودگی میں اور بول و براز کے غلبہ کے وقت نماز نہیں ہوتی۔ (مسلم ابوداؤد کتاب الصلاۃ)

## بدبودار چیزیں کھانے کے باعث ترکِ جماعت

۷۹۴- [ہم نے بطریق عبداللہ بن رَبیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از اسحاق بن مَنصُور از یحیٰی بن سعید قطّان از ابن جُرَیج از عطار روایت کیا کہ] حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس درخت کو کھائے ــــــ پہلے دن تو آپ نے لہسن کا نام لیا ــــــ اور پھر فرمایا کہ لہسن، پیاز اور کراث کو۔ وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے بھی اس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، جس سے انسان تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ (بخاری مسلم نسائی کتاب الصلاۃ، ترمذی کتاب الاطعمۃ)

۷۹۵- [ہم نے بطریق عبداللہ بن رَبیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شُعیب از محمد بن مُثنّٰی از یحیٰی بن سعید قطّان از ہِشَام دستوائی از قتادہ، از سالم بن ابی الجَعد، از مَعدان بن ابی طَلحہ روایت کیا کہ] حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا لوگو تم ان دو درختوں کو کھاتے ہو جو بدبودار ہیں یعنی پیاز لہسن، میں نے دیکھا کہ اگر آنحضرت ﷺ کسی کے منہ سے ان کی بو محسوس فرماتے، تو حکم دیتے کہ اسے مسجد سے نکال کر بقیع کی طرف بھیج دو۔ (مسلم نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

ان کے علاوہ اور کسی کو مسجد سے باہر نکالنا درست نہیں کیونکہ اگر کسی اور کی بابت بھی اللہ تعالٰی کا اس طرح کا ارادہ ہوتا، اسے بیان فرما دیتا (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا)

اگر کوئی شخص یہاں اس حدیثِ نبوی کو ذکر کرے جس کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں کہ "نہ

تو کوئی بیماری متعدی ہے اور نہ بدشگونی جائز ہے، مجذوم سے اس طرح بھاگو، جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔" (بخاری مسند احمد)

اس حدیث کے معنی اسی طرح ہیں جس طرح یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے (اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ جو چاہو عمل کرو) یعنی مجذوم سے خواہ اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو، یہ متعدی بیماری تو ہے نہیں کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے مقدر میں لکھ رکھا ہے، بھاگنا اس سے بچا نہیں سکتا۔ اگر یہ معنی نہ بیان کیے جائیں، تو پھر حدیث کا آخری حصہ پہلے کے مخالف ہو گا اور یہ محال ہے۔

اگر یہاں فرار کے معنی ہی ہوتے، تو پھر یہ امر عام ہوتا اور اس سے اس کی بیوی بچوں کو بھاگنا بھی فرض ہو جاتا حتیٰ کہ وہ بھوک اور تکلیف سے مر جائیں اور یہ یقینی طور پر باطل ہے اور پھر اس بارے میں بھی کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں بھی مجذوم تھے اور ان سے کوئی شخص نہیں بھاگا۔ معلوم ہوا کہ اس سے مراد وہی ہے، جو ہم نے ذکر کیا ہے۔

## بارش کے باعث ترکِ جماعت

۴۹۶] ہم نے بطریق عبدالرحمن بن عبداللہ ہمدانی از ابراہیم بن احمد بلخی از فربری از بخاری از سعید بن عفیر از لیث از عقیل بن خالد از ابن شہاب روایت کیا کہ] حضرت محمود بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں کہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ — وہ انصاری صحابی جنہوں نے جنگِ بدر میں بھی شرکت فرمائی — آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میری نظر خراب ہو گئی ہے، میں اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب بارشیں شروع ہو جاتی ہیں، تو یہ وادی بہنا شروع ہو جاتی ہے، جو میرے اور میری قوم کے درمیان حائل ہے لہٰذا میں مسجد میں نہیں آ سکتا، اس لیے میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں تاکہ میں اس جگہ کو جہاں آپ نماز پڑھائیں جائے نماز بنا لوں۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر فرمایا کہ "ان شاء اللہ میں ایسا کروں گا۔" عتبان کہتے ہیں کہ پھر آنحضرت ﷺ میرے گھر تشریف لائے (یہ ایک لمبی حدیث کا حصہ) (بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ)

۷۹۷ [بسند سابقہ از مُسَدَّد از یحییٰ بن سعید قطان از عبیداللہ بن عمر از نافع روایت کیا ہے کہ] حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک سرد رات میں ضجنان[1] میں اذان کہی اور پھر یہ کلمہ بھی کہہ دیا۔

اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ خبردار! لوگو اپنے گھروں میں ہی نمازیں پڑھ لو۔

پھر آپ نے ہمیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ مؤذن کو جب اذان کہنے کا حکم دیتے، تو فرماتے کہ اذان کے بعد یہ بھی کہنا "اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ" خبردار! لوگو! اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھ لو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ، دیکھو مسئلہ ۳۲۳)

۷۹۸ [ہم نے بطریق ہمام از ابن مُفَرِّج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از سفیان ثوریؒ از خالد حذاء از ابوقلابہ از ابوالملیح بن اُسامہ روایت کیا کہ] حضرت اُسامہ بن عُمیر ہُذلیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم صلح حُدیبیہ کے زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، بارش ہوئی کہ جس سے ہمارے جُوتوں کے تلوے بھی گیلے نہ ہوتے مگر مؤذنِ نبوی نے اذان دی جس میں یہ بھی کہا "اَنْ صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ[2] یعنی اپنے ٹھکانے پر نمازیں پڑھ لو۔

۷۹۹ [بسند سابقہ از ابن جُریج از نافع از ابن عمر از نعیم بن نَحّام روایت ہے کہ] آنحضرت ﷺ کے مؤذن نے ایک سرد ترین رات میں اذان دی جبکہ میں لحاف اُوڑھے ہوئے لیٹا تھا میں نے خواہش کی اے کاش کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے یہ کلمہ نکال دے کہ وَلَا حَرَجَ، چنانچہ اذان سے فارغ ہوکر انہوں نے یہ کہہ دیا کہ وَ لَا حَرَجَ (یعنی اگر تم گھروں ہی میں نماز ادا کرو تو کوئی حرج نہیں) (عبدالرزاق ۱/۵۰۲)

۸۰۰ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از مُسَدَّد از اسماعیل بن عُلیّہ از عبدالحمید صاحبِ زیادی از عبداللہ بن حارث ابن عم محمد بن سیرین روایت کیا کہ] حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے یہ کہا کہ "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے

---

[1] مکہ کے باہر ایک مقام کا نام ہے۔

[2] عبدالرزاق جلد: ۱ صفحہ ۵۰۰ ومسند احمد جلد ۵ صفحہ ۷۴ بطریق عبدالرزاق ودیگر اسانید کے ساتھ جلد ۵ صفحہ ۲۴ وابوداؤد جلد: ۱ صفحہ ۴۱۰ ونسائی جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ وطیالسی صفحہ ۱۸۷ احدیث نمبر ۱۳۲ یہاں بیان کردہ سند اور بعض دیگر اسانید عمدہ درجہ صحیح ہیں۔

بعد حَیَّ عَلَی الصَّلَاۃ نہ کہا بلکہ یہ کہا کہ

" صَلُّوا فِی بُیُوتِکُمْ " اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔

ابن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا اس شخص نے کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھا، جمعہ اگرچہ بڑی فضیلت کا حامل ہے مگر میں نے اس بات کو مکروہ سمجھا کہ تمہیں تکلیف میں مبتلا کروں اور تم کیچڑ اور بارش میں چلتے آؤ! (بخاری مسلم ابوداؤد ابن ماجہ کتاب الصلاۃ، دیکھو مسئلہ ۳۳۳)

۸۰۱- [ہم نے بطریق یوسف بن عبداللہ نمری از عبداللہ بن محمد بن یوسف ازدی قاضی از اسحاق بن احمد از عُقیلی از موسیٰ بن اسحاق انصاری از ابوبکر بن ابی شیبہ از یحییٰ بن سعید قطّان از سعید بن ابی عَرُوبَہ از قتادہ روایت کیا کہ] کثیر مولیٰ ابن سَمُرہ نے فرمایا کہ میں عبدالرحمٰن بن سَمُرہ کے پاس سے گزرا اور وہ اپنے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے، فرمانے لگے تمہارے امیر نے کیا خطبہ دیا ہے؟ میں نے کہا آپ نے جمعہ نہیں پڑھا؟ کہنے لگے کہ میں اس کیچڑ وغیرہ کی وجہ سے نہیں جا سکا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۱۵۲)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

" ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور عبدالرحمٰن بن سَمُرہؓ کا یہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں عمل ہے کہ کیچڑ وغیرہ کے باعث انہوں نے جمعہ ترک کیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ وہ " اَلَا صَلُّوا فِی الرِّحَالِ " کہے، صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے ان کی مخالفت بھی نہیں کی۔"

## امام کی لمبی قرأت کے باعث ترکِ جماعت

امام کی لمبی قرأت کے باعث ترکِ جماعت کے سلسلہ میں ہم قبل ازیں حدیثِ معاذؓ ذکر کر آئے ہیں، جس میں یہ ذکر ہے کہ آپ کی لمبی قرأت کے باعث ایک شخص نے نماز توڑ دی تھی، آنحضرت ﷺ نے اس نماز توڑنے والے کو کچھ نہیں کہا تھا۔

۸۰۲- [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم

بن حجاج از یحییٰ از ہشیم از اسماعیل بن ابی خالد از قیس بن ابی حازم روایت کیا کہ حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہتا ہوں کیونکہ وہ بہت لمبی قراءت کرتے ہیں، یہ سن کر آپ نے جس قدر شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا، کبھی بھی وعظ و نصیحت کے موقعہ پر اس قدر اظہار نہیں فرمایا، اس دن آپ نے فرمایا لوگو! تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو دین سے متنفر کرنے والے ہیں، تم میں سے جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے، وہ اختصار سے کام لے کیونکہ اس کے پیچھے بڑی عمر والے، کمزور اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔ (بخاری مسلم ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

امام کی لمبی قراءت کے باعث اس شخص کے فرض نماز سے پیچھے رہنے پر آپ نے کچھ نہیں کہا، اگر مجذوم، ہاتھ پاؤں سے بو آنے والے اور مُولی کھانے والے کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ حسبِ امرِ الٰہی اسے بھی ضرور بیان فرما دیتے۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا۔

## ۴۸۷۔ امامت کون کرائے؟

افضل یہ ہے کہ نماز باجماعت کا امام وہ شخص بنے جو قرآن مجید کا زیادہ پڑھنے والا ہو، خواہ فضیلت کے اعتبار سے دوسروں کی نسبت کچھ کم ہی ہو، اگر قراءتِ قرآن مجید کے اعتبار سے سب برابر ہوں تو پھر جو زیادہ دینی سمجھ بوجھ رکھنے والا ہو، اگر بہت فقاہت و قراءت میں بھی سب برابر ہوں، تو پھر وہ جو نیکی میں زیادہ پیش قدمی کرنے والا ہو، اگر سلطانِ وقت حاضر ہو جس کی اطاعت واجب ہے، یا اس کا امیر موجود ہو تو وہ بہرحال امامت کا زیادہ حق دار ہے اگر حاضرین کسی شخص کے گھر میں ہوں تو پھر سلطان کے علاوہ صاحبِ خانہ ہر حال میں امامت کا زیادہ حقدار ہے، اگر ان مذکورہ بالا امور میں بھی سب حضرات برابر ہوں تو پھر جو زیادہ معمر ہو، وہ امامت کرائے، اگر اس ترتیب کے برعکس کوئی امام بن جائے، تو نماز درست ہو گی ہاں اگر کوئی سلطانِ وقت یا صاحبِ خانہ کی اجازت کے بغیر امام بن جائے تو ان دونوں صورتوں میں امام اور ان کے مقتدیوں کی نماز نہ ہو گی۔ قبل ازیں ہم مالک بن حویرثؓ کی حدیث ذکر کر آئے ہیں کہ تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرائے کیونکہ وہ دونوں قراءت، فقاہت اور ہجرت کے اعتبار سے مساوی تھے۔

۸۰۳۔ ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن

محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن بشار از یحییٰ بن سعید قطان از قتادہ از ابی نضرہ روایت کیا کہ] حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تین شخص ہوں، تو ان میں سے ایک امام بن جائے اور امامت کا زیادہ حق دار وہ ہے، جو زیادہ قاری قرآن ہو۔ (مسلم نسائی کتاب الصلاۃ)

یہ روایت بطریق عبداللہ بن مبارک، از جریری، از ابو نضرہ، از ابوسعید خدری، از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مروی ہے۔ (مسلم)

۸۰۴ [بسند سابقہ از ابوسعید اشج و محمد بن مثنیٰ، اشج نے تو از ابی خالد احمر، از اعمش روایت کیا ہے جبکہ ابن مثنیٰ کی سند از محمد بن جعفر از شعبہ ہے پھر شعبہ و اعمش دونوں اس طرح سند بیان کرتے ہیں کہ از اسماعیل بن رجاء، از اوس بن ضمعج، از ابی مسعود۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے اوس بن ضمعج سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو مسعود بدری سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم کی امامت کے فرائض وہ سرانجام دے جو کتاب اللہ کو زیادہ پڑھنے والا ہو، اگر قرات میں برابر ہوں، تو پھر وہ جو سنت کا زیادہ علم رکھتا ہو اگر علم سنت کے اعتبار سے بھی برابر ہوں تو وہ جو ہجرت کے اعتبار سے قدیم ہو، اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو وہ جو اسلام کے اعتبار سے قدیم ہو، کوئی شخص کسی دوسرے کی بادشاہت میں امامت نہ کرلے اور نہ کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر عزت و اکرام کی جگہ پر بیٹھے (مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

اس ہجرت کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بھی بیان فرمائی ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رہنے والی چیز ہے جیسا کہ

۸۰۵ [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہمدانی از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از آدم از شعبہ از عبداللہ بن ابی السفر و اسماعیل بن ابی خالد از شعبی روایت کیا کہ] حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں اور مہاجر وہ جو ہر اس چیز کو چھوڑ دے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔[1]

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(بخاری کتاب الایمان و الرقاق، مسلم کتاب الجہاد)

**امام مالک رح کا مذہب** امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ افضل شخص امامت کرائے، خواہ قراءتِ قرآن کے اعتبار سے کم ہی ہو، لیکن یہ غلط ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے خلاف ہے۔

۸۰۶[ ہم نے بطریق ہمام از ابن مفرج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از ابن جریج روایت کیا کہ] نافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا کہ مسجدِ قبا میں سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ صحابہ کرامؓ میں سے مہاجرینِ اوّلین اور انصار کی امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، ابو سلمہؓ، زید بن حارثہؓ اور عامر بن ربیعہؓ جیسی شخصیتیں بھی تشریف فرما ہوتی تھیں۔ (عبدالرزاق ۲/۳۸۸)

۸۰۷[ ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابراہیم بن منذر از انس بن عیاض از عبیداللہ بن عمر از نافع روایت کیا کہ] حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے قبل مہاجرین اوّلین قبا کے نزدیک مقام عصبہ میں پہنچے، تو سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ان کی امامت کے فرائض انجام دیا کرتے تھے کیونکہ آپ قرآن مجید کو زیادہ پڑھنے والے تھے۔ (بخاری ابوداؤد کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ صحابہ کرامؓ کا عمل ہے، جس سے آنحضرت ﷺ بھی آگاہ تھے، صحابہ کرامؓ میں سے بھی کسی نے اس مسئلہ میں کوئی مخالفت نہیں کی۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ کو امام بنا دیا تھا؟ (الاصابۃ ترجمہ صہیب) تو ہم عرض کریں گے کہ اس طرح حضرت صہیبؓ امام المسلمین کی طرف سے قائم مقام امیر کی حیثیت رکھتے تھے اور حضرت عمرؓ سلطان المسلمین ہونے کی حیثیت سے امامت کے اس وقت سب سے زیادہ حق دار تھے، اسی طرح یہ بھی آپ کے دائرۂ اختیار میں تھا کہ جس کو چاہیں جس جگہ چاہیں اپنی طرف سے قائم مقام مقرر فرما دیں!

---

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مصنف کی طرف سے یہ ایک بہت ہی بعید تاویل ہے کیونکہ حدیث میں ہجرت سے مراد ہجرتِ مدینہ ہی ہے، سبقت کے اعتبار سے مہاجرین کے درجے مختلف تھے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور سعید بن جُبیرؒ سے روایت کیا ہے۔ ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب سفر میں تین شخص ہوں تو امامت وہ کرائے جو سب سے زیادہ قاریِ قرآن ہو، اگرچہ عمر کے اعتبار سے کم ہو۔ جب یہ امامت کرائے گا، تو امیر بھی یہی ہوگا۔ ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا امیر ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے امیر بنایا ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۲ لیکن یہ روایت مرسل ہے اس لیے قابل حجت نہیں)

## افضل کے ہوتے ہوئے مُفضُول کی امامت

افضل کے ہوتے ہوئے مُفضُول کی امامت بھی جائز ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے۔

۸۰۸۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن رَبیع از محمد بن مُعاوِیہ از احمد بن شُعَیب از محمد بن مثنّٰی از بکر بن عیسٰی از شعبہ، از نُعَیم بن ابی ہند از ابو وائل از مسروق روایت کیا کہ] ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور حضور سرورِ کائنات ﷺ صف میں تھے (ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ)

۸۰۹۔ [بسند سابقہ از علی بن حجر از اسماعیل بن عُلَیّہ از حمید روایت ہے] حضرت انس نے فرمایا کہ آخری نماز جو آنحضرت ﷺ نے امت کے ساتھ ادا فرمائی، وہ تھی جو آپ نے ایک کپڑا اوڑھے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی اقتدا میں ادا فرمائی۔ (نسائی کتاب الصلاۃ)

۸۱۰۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن رافع و حسن بن علی حُلوانی از عبدالرزاق از ابن جُریج از ابن شہاب از عبّاد بن زِیاد از عُروہ بن مغیرہ بن شعبہ روایت کیا کہ] حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک حدیث ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں آنحضرت ﷺ کی معیت میں آیا، تو ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اپنا امام بنا رکھا ہے اور وہ نماز پڑھا رہے ہیں، آنحضرت ﷺ نے دو میں سے ایک رکعت کو باجماعت ادا فرمایا یعنی آپ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی، جب عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے سلام پھیرا

تو آنحضرت ﷺ اپنی نماز کی تکمیل کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے جس سے مسلمانوں کو گھبراہٹ ہوئی اور انہوں نے بکثرت تسبیح پڑھنا شروع کر دیا جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا "بہت خوب!" صحابہ کرام کے بر وقت نماز پڑھنے پر آپ تحسین کا اظہار فرما رہے تھے۔ (بخاری مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ)

۱۱۰۸۔ [بسند سابقہ از ابن شہاب از اسمٰعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص، از حمزہ بن مغیرہ بن شعبہؓ] اسی حدیث کے مانند مگر اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت مغیرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو پیچھے ہٹا دوں لیکن آپ نے فرمایا نہیں رہنے دو۔ (مسلم نسائی ابن ماجہ)

ان دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ "امامت کے فرائض وہ سرانجام دے، جو قرآن کا زیادہ قاری ہو اگر برابر ہوں تو زیادہ فقاہت والا، اگر برابر ہوں تو ہجرت کے اعتبار سے قدیم، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو عمر کے اعتبار سے زیادہ بڑا"، استحباب پر محمول ہے، فرضیت پر نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ و عبدالرحمٰنؓ کی نسبت قرات، فقاہت، ہجرت اور عمر ہر اعتبار سے بڑھ کر تھے۔

ان دو حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے، خواہ وہ کتنا ہی کم مرتبہ ہو کیونکہ ہر مسلمان کی فضیلت و دین کے اعتبار سے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نسبت ہے، وہ اس کی نسبت زیادہ قریب ہے جو حضرت ابو بکرؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ــــ حالانکہ وہ مسلمانوں میں سے افضل ترین تھے ــــ آنحضرت ﷺ سے تھی، اس دلیل سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن اس بارے میں ہمیں کوئی دلیل نہیں ملی کہ بادشاہ اور صاحب خانہ کی موجودگی میں بھی کوئی دوسرا امامت کرا سکتا ہے لہٰذا یہ صورت استحباب پر نہیں بلکہ وجوب پر ہی محمول ہوگی[1]۔ بلکہ اس بارے میں جو دلیل ہے، وہ اس کے وجوب کی شدت میں اضافہ ہی کرتی ہے۔

---

[1] مصنف کا یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ایک سلطان کی بھی تھی اور مرجع امر و نہی کی بھی سلطان کی اطاعت ہم پر اس لیے واجب ہے کہ یہ آپ کا فرمان ہے اور آپؐ کی اطاعت اس لیے واجب ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اس اعتبار سے آپؐ کی ذات اقدس ــــ ہمارے ماں باپ نثار ہوں ــــ ایک سلطان کے مقام و مرتبہ سے بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے اور یہ صحیح ہے جیسا کہ گزر چکا کہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی، جو آپ کی رعایا کے ایک فرد تھے حالانکہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے یہ نماز آپ کی اجازت کے بغیر پڑھائی تھی۔

۸۱۲ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عبداللہ بن محمد نفیلی از محمد بن سلمہ از محمد بن اسحاق از زہری از عبدالملک بن ابی بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام از پدر خود روایت کیا کہ ] حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض شدت اختیار کر گیا تو میں مسلمانوں کے ایک گروہ میں اس وقت موجود تھا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں نماز کے لیے عرض کیا، تو آپ نے فرمایا کسی سے کہو کہ وہ نماز پڑھا دے[1]، عبداللہ بن زمعہ جب مسجد میں آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ موجود تھے لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت موجود نہ تھے، انہوں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ! اُٹھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھایئے، چنانچہ آپ آگے بڑھے اور تکبیر کہہ دی، آپ کی آواز بلند تھی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تکبیر کی آواز کو سنا تو فرمایا "ابوبکر کہاں ہیں"؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان اس (امامت) کا انکار کرتے ہیں[2]"۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا گیا، آپ اس وقت پہنچے جب حضرت عمر نماز پڑھا چکے تھے، اس لیے آپ نے یہ نماز دوبارہ لوگوں کو پڑھائی[3]۔ (ابوداؤد کتاب السنۃ)

۸۱۳۔ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از عبداللہ بن محمد بن عثمان از احمد بن خالد از علی بن عبدالعزیز از حجاج بن منہال از حماد بن سلمہ از داؤد بن ابی ہند از ابونضرہ روایت کیا کہ ] ابوسعید مولیٰ ابی اُسید[4] فرماتے ہیں کہ میں نے جب شادی کی تو شب زفاف صحابہ کرام کی ایک جماعت میرے گھر تشریف فرما تھی، جب نماز کا وقت

---

[1] محلّٰی کے دونوں نسخوں میں ہے کہ "ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں" یہ الفاظ غلط ہیں، ہم نے ان کی تصحیح ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۲۴۸ اور سیرۃ ابن اسحاق جسے ابن ہشام نے مرتب و مہذب کیا ہے صفحہ ۱۰۰۹ اور یہ حدیث ابن اسحاق کی ہے جو مسند احمد کے موافق ہے۔

[2] ابوداؤد، مسند احمد اور سیرت ابن ہشام میں یہ جملہ دوبارہ آیا ہے۔

[3] مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۳۲۲ بسند یعقوب از پدر خود، از ابن اسحاق مروی ہے جس کے آخر میں ہے کہ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے کہا "افسوس! ابن زمعہ تم نے یہ میرے ساتھ کیا کیا؟ جب تم نے مجھے نماز پڑھانے کے لیے کہا تو اللہ کی قسم میرا یہ خیال تھا کہ تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن میں نے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا تو حاضرین میں سے تمہیں زیادہ حق دار سمجھا، ابن سعد نے اس کے مثل اسی کے ہم معنی از واقدی از محمد بن عبداللہ از زہری اپنی سند کے ساتھ جلد ۲ ق ۲ صفحہ ۲۰-۲۱ میں روایت ذکر کی ہے۔

[4] یہ ابوسعید تابعی ہیں، ابن مندہ نے ان کا شمار صحابہ میں کیا ہے لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں ملاحظہ فرمایئے "الاصابۃ"

ہوا، تو حضرت ابوذرؓ آگے بڑھنے لگے تاکہ نماز پڑھائیں مگر حضرت حذیفہؓ نے انہیں پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا کہ صاحب خانہ نماز پڑھانے کے زیادہ حقدار ہیں، انہوں نے ابن مسعود سے پوچھا کیا یہ بات اسی طرح ہے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں! ابوسعید کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں آگے بڑھ گیا اور میں نے نماز پڑھائی حالانکہ میں غلام تھا۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۲)

ابن جریج، عطا سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی جماعت کسی جگہ پڑاؤ ڈالے جب ان میں قریشی، عربی، آزاد کردہ غلام، اعرابی اور غلام ہوں اور ہر ایک کو الگ الگ غلام ملے اور ہر ایک اپنے اپنے خیمہ میں چلا جائے اور نماز کا وقت ہو تو کوئی دوسرے کے خیمے میں چلا جائے تو اس خیمے والا زیادہ حقدار ہے کہ امامت کرلے یا اپنا حق جس کو چاہے دیدے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۱ و مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۱۷)

## ۴۸۸۔ وجہِ فضیلت صرف قرأت و فقاہت و نیکی و عمر ہے نابینا، بینا، خصی، غیر خصی، غلام، آزاد،

ولدِ زنا اور قریشی نماز کی امامت کے لیے سب یکساں ہیں، ان میں سے ہر ایک پنجوقتی نماز کا امام ہو سکتا ہے، وجہِ فضیلت صرف قراءت، فقاہت اور نیکی و عمر رسیدگی ہے۔

امام مالکؒ نے ولدِ زنا کی امامت اور غلام کے پنجوقتی نماز کا امام ہونے کو مکروہ سمجھا ہے لیکن اس قول کی کوئی معقول وجہ نہیں کیونکہ یہ قرآن مجید، صحیح و مستقیم سنت، اجماع، قیاس اور کسی صحابی کے قول سے ثابت نہیں ہے اور پھر لوگوں کے عیوب ادیان و اخلاق کے اعتبار سے ہوتے ہیں ابدان و اعراق (انساب) کے اعتبار سے نہیں ہوتے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔ (الحجرات ۱۳) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

امام مالکؒ کے بعض مقلدین نے آپ کی طرف سے دلیل یہ پیش کی ہے کہ اگر ایسا کوئی امام ہوگا تو اس کے مقتدی جب اس کے بارے میں غور و فکر کریں گے، تو ان کی نماز میں خلل پیدا ہوگا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ بات حد درجہ غلط اور گری ہوئی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ جب کوئی غلیظ یا بھینگا انسان نماز پڑھائے تو ولد زنا کی نسبت مقتدیوں کا خیال ان کی طرف زیادہ جائے گا اور پھر یہ کہ اگر اس سلسلہ میں دین میں کوئی حکم ہوتا تو اللہ تعالےٰ اپنے رسولؐ کی زبانی اسے ضرور بیان فرما دیتا وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا اور پھر پنجوقتہ نماز اور نوافل کی امامت میں فرق کرنا حد درجہ تعجب انگیز ہے۔"

فاسق کی امامت جائز ہے اگرچہ ہم اسے مکروہ سمجھتے ہیں، اگر فاسق زیادہ قاریِ قرآن اور زیادہ فقیہہ ہو تو وہ اس کی نسبت افضل ہے جو اس سے قراءت و فقاہت میں کم مرتبہ ہو اور آنحضرت ﷺ کے علاوہ اور کوئی شخص ایسا نہیں جس سے گناہ سرزد نہ ہوتے ہوں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوٓا اٰبَآءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ — اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی ہیں اور دوست ہیں۔

(الاحزاب - ۵)

نیز فرمایا ہے۔

وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ۔ — اپنے نیک غلاموں کا اور لونڈیوں کا نکاح کراؤ)

(النور-۳۲)

گویا اللہ تعالیٰ نے بطورِ نص فرمایا ہے کہ جس کا باپ معلوم نہ ہو، وہ ہمارا دینی بھائی ہے اور یہ بھی ہمیں خبر دی کہ غلاموں اور لونڈیوں میں سے بھی نیک لوگ ہو سکتے ہیں۔

۸۱۴- [ہم نے بطریق حمام از ابن مُفَرّج از ابن الاعرابی از دَبَری از عبدالرزاق، از ابن جُرَیج روایت ہے کہ] عبداللہ ابن ابی مُلَیکہ نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد و عبید بن عمیر اور مسور بن مخرمہ اور بہت سے لوگ وادی کے بالائی حصہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاتے، تو آپ کا غلام ابو عَمرو مولیٰ عائشہؓ نماز پڑھاتا، جو ابھی تک آزاد نہ تھا، یہ آپ کے خاندان یعنی بنی محمد بن ابی بکر اور عُروہ کے امام تھے ہاں اگر عبداللہ بن عبدالرحمٰن[1] موجود ہوتے تو پھر یہ پیچھے آجاتے اور انہیں نماز پڑھانے کے لیے

[1] (حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

کہتے، حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ جب ابو عمرو مجھے آنکھوں سے اوجھل پائے اور قبر کے گڑھے میں دفن کر دے تو وہ آزاد ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۳ و ۳۹۴)

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ غلام آزادوں کی امامت کرا سکتا ہے (ابن ابی شیبۃ ۲/۲۱۸)

شعبہ، حکم بن عتیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہماری اس مسجد کا امام غلام تھا اور شریح بھی اس مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے (ابن ابی شیبۃ ۲/۲۱۸)

بطریق وکیع از سفیان ثوریؒ از یونس مروی ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ ولد زنا اور دوسرے لوگ برابر ہیں۔ (ابن ابی شیبۃ ۲/۲۱۶)

نیز بطریق وکیع، از ربیع بن صبیح مروی ہے کہ حضرت حسنؒ سے یہ بھی روایت ہے ولد زنا مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہی کی طرح ہے، امامت کے فرائض انجام دے سکتا ہے اور عادل ہو تو اس کی شہادت بھی جائز ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۲۱۶)

بطریق وکیع از ہشام بن عروہ از پدر خود مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے جب ولد زنا کی بابت پوچھا جاتا، تو فرماتیں کہ اس کے والدین کی غلطی کا اس پہ کوئی اثر نہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی — کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(الانعام - ۱۶۴) (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۱۶)

بطریق وکیع، از سفیان ثوری، از یزید ابی العلاء مروی ہے امام زہریؒ نے فرمایا کہ اس عمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے کئی لوگ مساجد کے امام بنے۔ وکیع فرماتے ہیں کہ اس عمل سے آپ کا اشارہ زنا کی طرف تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۲۱۶)

---

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ۱؎ محلی کے قلمی نسخوں میں یہ نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہی ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ تہذیب، میں ذکوان ابو عمرو کے حالات میں ہے کہ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر حضرت عائشہؓ کے امام تھے، وہ نہ ہوتے تو آپ کے غلام ذکوان نماز پڑھاتے طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۰ میں بھی ایوب از ابن ابی ملیکہ اسی طرح مروی ہے اس میں عروہ بن زبیر کی یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان قریشیوں کو نمازیں پڑھایا کرتے تھے کیونکہ وہ زیادہ قاریٔ قرآن تھے جب کہ ان میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر بھی موجود ہوتے

سفیان ثوری، حماد بن ابی سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے ولدِ زنا، اعرابی، غلام اور نابینا کی بابت پوچھا کہ کیا یہ لوگ امامت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں جب یہ اقامتِ صلوٰۃ کے پابند ہوں۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۶)

شعبی فرماتے ہیں کہ ولدِ زنا کی شہادت بھی جائز ہے اور امامت بھی۔ (عبدالرزاق ۲/۳۹۷)

معمر سے روایت ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کیا ولدزنا امام بن سکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اس کا کیا قصور؟ (عبدالرزاق ۲/۳۹۷)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابوزید[1] بیٹھ کر نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ ان کا ایک پاؤں نہیں تھا۔

حضرت طلحہؓ کا ہاتھ شل تھا، آپ کی امامت کے سلسلے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں، آپ مجلسِ شوریٰ کے بھی ممبر تھے۔

بطریق زہری، از حُمَید بن عبدالرحمٰن بن عوف عُبَیداللہ بن عدی بن خیار سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس گئے، جبکہ آپ محصور تھے اور کہا کہ "آپ تو عامۃ المسلمین کے امام ہیں اور ان حالات سے دوچار اور ہمیں امامِ فتنہ نماز پڑھاتے ہیں اور ہم اس میں حرج محسوس کرتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا نماز لوگوں کا سب سے حسین ترین عمل ہے، جب لوگ نیکی کا یہ عمل کریں تو تم بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ مگر جب وہ بُرے کام کریں، تو پھر ان سے اجتناب کرو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ)

حضرت ابن عمرؓ حجاج اور نجدہ کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ ان میں سے ایک خارجی اور دوسرا مخلوق میں سب سے زیادہ فاسق ہے۔ (بیہقی ۳/۱۲۲ و عبدالرزاق ۲/۳۸۷)

ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ نماز ایک نیکی ہے مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کون کون لوگ میرے ساتھ شریکِ نماز ہوتے ہیں۔ (عبدالرزاق ۲/۳۸۶)

---

[1] محلّٰی کے بعض نسخوں میں ابن زید ہے لیکن میرے نزدیک ابوزید کو ترجیح ہے کیونکہ یہ ابوزید عمرو بن اخطب بن رفاعہ انصاری اعرج ہیں جو اپنی کنیت سے مشہور ہیں، سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے نتیجہ میں ان کے سر کے بال بہت کم سفید ہوتے۔

ابن جُرَیج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ اگر کوئی امام نماز بہت زیادہ تاخیر سے پڑھاتا ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ انہوں نے فرمایا مجھے باجماعت نماز ادا کرنا ہی زیادہ محبوب ہے۔ میں نے عرض کیا خواہ سورج زرد رنگ کا ہوجائے اور غروب ہونے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں میں چُھپنے لگے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں جب تک غروب نہ ہو (عبدالرزاق ۲/ ۳۸۴) میں نے عطاء کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا کہ جو امام نماز صحیح طریقے سے نہ پڑھاتا ہو کیا اس سے الگ ہو کر نہ پڑھ لوں؟ فرمایا اسی کے ساتھ پڑھو اور جس قدر استطاعت ہو صحیح پڑھنے کی کوشش کرو، با جماعت نماز کی ادائیگی مجھے زیادہ محبوب ہے، جب امام رکوع سے سر اٹھائے اور رکعت کو پورا نہ کرے تو تم پورا کر لو، اگر سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد پورا نہ کرے، تو تم نماز کو پورا کر لو، اگر تشہد سے کھڑا ہونے میں جلدی کرے، تو تم نہ کرو، تم تشہد پورا کرو، خواہ وہ کھڑا ہی ہوجائے۔ (عبدالرزاق ۲/ ۳۸۸ مختصراً)

بطریق عبدالرزاق، از سفیان ثوری، از عُقبَہ روایت ہے کہ ابو وائل مختار کذّاب کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کر لیا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/ ۳۸۶)

ابو الاشہب سے روایت ہے کہ جب خوارج نے ظہور کیا تو میں نے یحییٰ بن ابی کثیر کی خدمت میں عرض کیا اے ابو النصر! ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی بابت آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا قرآن تمہارا امام ہے، جب یہ نماز پڑھتے رہیں، ان کے ساتھ مل کر پڑھو (عبدالرزاق ۲/ ۳۸۷)

ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ اعمش نے فرمایا کہ میں نے حضرت عَلقمَہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمارا امام نماز صحیح نہیں پڑھاتا، انہوں نے فرمایا لیکن ہم تو صحیح پڑھ لیتے ہیں اور خود اپنی نماز کو صحیح کر لیتے ہیں۔ (عبدالرزاق ۲/ ۳۸۸)

حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ مومن جب منافق کے پیچھے نماز پڑھے، تو اس کو نماز ضرر نہیں پہنچا سکتی اور منافق جب مومن کے پیچھے نماز پڑھے، تو اس کو نماز کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۳۷۸)

قَتَادَہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن مُسَیَّبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم حجاج کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ انہوں نے فرمایا ہمیں اس سے بدتر کے پیچھے بھی نماز پڑھ لینی چاہیئے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی مختار، عبیداللہ بن زیادؒ اور حجاج کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کیا ہو حالانکہ ان سے بڑا فاسق اور کوئی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲)

نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کیا کرو۔

مساجد میں نماز باجماعت ادا کرنے سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں ہوسکتی، جو شخص اسکی دعوت دے اسکی دعوت پر لبیک کہنا اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرنا چاہیئے۔ بعد از کفر مساجد میں نمازوں کو معطل قرار دینے سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لیے ترک جماعت میں تعاون کرنا حرام ہے۔"

روزہ، حج اور جہاد کے بارے میں بھی اصول یہی ہے، جو ان میں سے کسی عمل کی دعوت دے گا ہم اس پہ لبیک کہیں گے اور اگر کوئی ہمیں کسی گناہ کے کام کی دعوت دے گا، تو ہم نہ لبیک کہیں گے اور نہ کسی قسم کا تعاون کریں گے۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوسُلَیْمَانؒ کے بھی ان مسائل کے بارے میں یہی اقوال ہیں۔

## ۴۸۹۔ اگر امام بغیر وضو و بغیر طہارت امامت کرائے

اگر کسی نے حالت جنابت میں یا بے وضو، قصداً یا بھول کر نماز پڑھادی تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور مکمل ہوگی ہاں اگر کسی کو علم ہو تو اس کی یقینی طور پر نماز نہ ہوگی کیونکہ وہ نمازی نہیں ہے جب خود نمازی نہیں ہے، تو اس کی اقتدا کرنے والا نافرمان اور احکام الٰہی کا مخالف ہوگا اور جس کی نماز پڑھتے ہوئے یہ صفت ہو اس کی نماز نہیں

ہو گی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ امام اگر قصد و ارادہ سے بے وضو ہو یا بھول کر، مقتدی کی نماز نہیں ہو گی۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام بھول لینے کی وجہ سے بے وضو تھا، تو مقتدیوں کی نماز مکمل ہو گی اور اگر وہ قصد و ارادہ سے تھا، تو پھر ان کی نماز مکمل نہ ہو گی۔

امام شافعیؒ اور ابوسلیمانؒ کا قول ہمارے قول کی مانند ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

ہمارے قول کے درست ہونے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا - (البقرۃ – ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

اور ہماری طاقت میں یہ نہیں کہ ہمیں امام کے بارے میں یہ علم غیب ہو کہ ان کی طہارت کی صورتِ حال کیا ہے؟ ہر وہ امام جس کی اقتداء میں دنیا میں نماز ادا کی جاتی ہو، ممکن ہے ان میں سے کوئی حالتِ غیرِ طہارت میں ہو خواہ عمداً یا نسیاناً تو اس سے معلوم ہوا کہ شریعت نے ہمیں اس بات کا مکلف نہیں کیا کہ ہم اماموں کی بابت یہ علمِ یقین حاصل کریں کہ وہ طہارت حاصل کیے ہوتے ہیں یا نہیں۔

ہر شخص اپنی نماز پڑھتا ہے، امام کی نماز کا بطلان اگر صحیح بھی ثابت ہو جائے، تو اس سے مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوتی، اسی طرح اگر مقتدی کی نماز باطل ہو تو امام کی نماز کے صحیح ہونے سے یہ صحیح نہیں ہو جائے گی، اس اصول سے اگر کوئی تجاوز کرتا ہے، تو وہ تضاد کا اظہار کرتا ہے کیونکہ حنفیوں اور مالکیوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر امام مغلوب ہو کر بے وضو ہو جائے، تو اس کی طہارت ختم ہو جاتی ہے۔ مالکیوں کے نزدیک اس صورت میں نماز بھی باطل ہو جاتی ہے لیکن اس سے آگے اس مسئلہ میں ان کے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ اس طرح امام کے بے وضو ہونے

سے مقتدیوں کی نہ نماز ٹوٹے گی اور نہ طہارت لہٰذا یہ اصول باطل ہو گیا کہ مقتدی کی نماز امام کی نماز کے ساتھ متعلق ہے، اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے، تو مقتدی کی بھی فاسد ہو جاتی ہے لیکن ہم نے جو صورت ذکر کی ہے اس میں امام کی نماز فاسد ہونے کے باوجود مقتدیوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی انہیں اس پر غور کرنا چاہیئے کیونکہ بزعم خود یہ حضرات اصحاب قیاس ہیں۔

اسی طرح اس مسئلہ میں بھی ان کے ہاں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے تو امام کی نماز کی درستگی اسے درست نہیں کر سکتی تو انہوں نے اپنے ہی اصول کے مطابق یہ فرع کیوں نہ مستنبط کی کہ اگر مقتدی کی نماز درست ہو تو اسے امام کی نماز کی خرابی، خراب نہیں کر سکتی۔ اگر کسی دن قیاس کی کوئی صحیح صورت سامنے آئی ہو تو روئے زمین میں قیاس کی یہ صحیح ترین صورت ہے!

۸۱۵- [ ہم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از فضل بن سہل از حسن بن موسیٰ از شیب از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار از زید بن اسلم از عطاء بن یسار روایت کیا ہے کہ ] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو تمہیں ثواب ملے گا اور اگر ٹھیک نہیں پڑھائی تو بھی تمہاری نماز کا ثواب تمہیں ملے گا اور غلطی کا وبال ان پر ہو گا۔ (بخاری کتاب الصلاۃ) مزید دیکھیے صفحہ ۲۹۲-۲۹۶-۲۹۷

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہماری سب سے عمدہ دلیل یہ ہے جیسے۔

۸۱۶- [ ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سلیم از ابن الاعرابی از ابو داؤد سجستانی از عثمان بن ابی شیبہ از یزید بن ہارون از حماد بن سلمہ از زیاد اعلم روایت کیا کہ ] حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے لیے تشریف لائے، تکبیر ہو گئی مگر آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر آپ تشریف لائے تو آپؐ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپؐ نے نماز پڑھائی جب نماز سے فراغت حاصل کر لی، تو فرمایا میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں، میں حالت جنابت میں تھا۔

صحابہ کرامؓ نے اس تکبیر کو برقرار رہنے دیا، جو آپؐ نے حالتِ جنابت

میں کہی تھی[1]

ہشام بن عُروہؒ، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لوگوں کو حالتِ جنابت میں نماز پڑھا دی، آپ نے تو پھر بعد میں نماز کو دوہرایا مگر ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ لوگوں نے بھی اس نماز کو دوہرایا ہو[2]

بطریق معمر از زہری حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے باپ نے نمازِ عصر لوگوں کو بے وضو پڑھا دی تھی، پھر آپ نے اسے دوہرایا لیکن آپ کے ساتھیوں نے اسے نہیں دوہرایا۔ (عبدالرزاق ۲/۳۴۷)

ابراہیم نخعی، حسن اور سعید بن جبیر سے روایت ہے، کہ جو شخص بلا طہارت نماز پڑھا بیٹھے، وہ تو دوہرائے لیکن مقتدی نہ دوہرائیں۔ (عبدالرزاق ۲/۳۴۸ و ۳۴۹) ان بزرگوں نے یہ کوئی فرق نہیں کیا کہ امام سے ایسا قصد و ارادہ سے سرزد ہو یا بھول کر۔

---

[1] یہ ابن حزم کا خیال ہے لیکن اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں بعض میں ہے کہ آپؐ نے تکبیر تحریمہ کہہ لی تھی اور بعض میں ہے کہ ابھی آپ نے تکبیر نہیں کہی تھی۔ بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "پھر آپ تشریف لائے، تو آپ کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، آپ نے تکبیر کہی تو ہم نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی" اس مسئلہ کا تفصیلی بیان عون المعبود شرح ابی داؤد میں ملاحظہ فرمایئے۔

[2] مؤطا صفحہ ۲۰ میں اس طرح ہے مالک، از ہشام بن عُروہ از زُبَید بن صَلت روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مقام جرف کی طرف نکلا تو وہاں آپ نے دیکھا کہ آپ کو تو احتلام ہو گیا تھا اور آپ نے نماز پڑھ لی ہے لیکن غسل نہیں فرمایا، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا "اللہ کی قسم میں نے تو اب دیکھا ہے کہ مجھے احتلام ہو گیا تھا لیکن مجھے پہلے پتہ ہی نہ چل سکا اور میں نے غسل کے بغیر ہی نماز پڑھ لی" پھر آپ نے غسل فرمایا، کپڑے سے نشانات کو دھویا، جہاں نشانات نظر نہ آ رہے تھے وہاں پانی کے چھینٹے مارے، اذان دی، اقامت کہی اور پھر بڑے سکون سے چاشت کے وقت نماز پڑھی۔ موطا میں یہ روایت بھی ہے مالک، از یحییٰ بن سعید، از سلیمان بن یسار بےشک حضرت عمرؓ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی اور پھر اپنی زمین کی طرف مقام جرف میں گئے، وہاں آپ نے کپڑے میں احتلام کے آثار دیکھے تو فرمایا ہم نے چکنائی پائی اور رگیں ڈھیلی پڑ گئی ہیں، پھر آپ نے غسل کیا، کپڑے سے احتلام کے نشانات کو دھویا اور نماز کو دوہرایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابن حزمؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ "ہمیں یہ خبر نہیں پہنچی کہ لوگوں نے بھی اس نماز کو دوہرایا ہو" یہ انہوں نے ان احادیث سے نتیجہ اخذ کیا ہے یا پھر یہ کسی ایسی روایت کے الفاظ ہیں، جو ہم نے نہیں دیکھی۔ (ابن حزم نے جو روایت بیان کی ہے وہ مصنف عبدالرزاق ۲/۳۴۸ میں ہے)

عطاء کہتے ہیں کہ بے وضو امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو نہ دوہرائیں مگر جنبی امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو دوہرالیں (عبدالرزاق ۲/ ۳۴۹) لیکن یہ تفریق بے معنی ہے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ امام و مقتدی دونوں ہی اس میں نماز دوہرائیں (عبدالرزاق ۲/ ۳۵۰، ۳۵۱ وابن ابی شیبۃ ۲/ ۴۴) لیکن آنحضرت ﷺ کے سوا کسی کا قول حجت نہیں ہے اور پھر حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ سے اس مسئلہ میں آپ کی مخالفت بھی منقول ہے یہ اس صورت میں جب حضرت علیؓ سے یہ روایت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو جائے اس صورت میں نہیں جبکہ سند میں ایک تو عباد بن کثیر ہے، جو مُطّرَح ہے اور دوسرا غالب بن عُبَیدُ اللہ ہے، جو مجہول ہے اور پھر اسے عُبَیدُ اللہ بن زَحَر نے علی بن زید[1] سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔

ہمارے مخالفین نے ایک اور روایت ذکر کی ہے جس کی سند اس طرح ہے: ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ — یہ راوی کذاب ہے — ایک ایسے شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام ہی نہیں لیتا یعنی مجہول سے روایت کرتا ہے، از ابو جابر بیاضی — یہ راوی بھی کذاب ہے — کہ حضرت سعید بن مُسَیَّب سے روایت ہے کہ جو لوگ کسی ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ لیں جو کہ نسیان کے باعث حالتِ غیر طہارت میں ہو تو وہ نماز دوہرالیں۔ (عبدالرزاق ۲/ ۳۵۰ کچھ اختلاف کے ساتھ)

اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو مرسل ہے جو حجت نہیں ہوتی لیکن اس سے مُستزاد اس میں تو دو راوی کذاب اور ایک مجہول ہے، پس صحیح روایت وہی ہے، جو حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے ہے

---

[1] محلی کے دونوں نسخوں میں علی بن زید ہی ہے لیکن عبداللہ بن زحر، علی بن یزید الَہانِی سے روایت کرنے میں معروف ہے (اور مصنف عبدالرزاق میں علی بن یزید ہی ہے ان سے انہوں نے ایک نسخہ روایت کیا ہے۔ ابن حبان، عبیداللہ بن زحر کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ اَثبَاث سے موضوعات روایت کرتے ہیں جب یہ علی بن یزید سے روایت کرے تو وہ طامات میں سے ہوتی ہے اور جب کسی حدیث کی خبر میں عبیداللہ بن زحر، علی بن یزید اور قاسم ابو عبدالرحمٰن جمع ہو جائیں، تو سمجھ لیجئے کہ اس کا متن انہی کے ہاتھوں نے بنایا ہے، ابن حجرؒ، تہذیب میں ابن حبانؒ کا یہ کلام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان تینوں میں سے صرف علی بن یزید متہم ہے باقی دو دراصل صدوق ہیں مگر غلطی کر جاتے ہیں لہٰذا میں اسی کو ترجیح دیتا ہوں کہ اوپر متن میں یہ نام علی بن یزید ہے اگرچہ مجھے وہ اثر نہیں مل رہا جس کی طرف مصنف اشارہ کر رہے ہیں تاکہ اس کی سند کا جائزہ لے سکوں۔ محمد شاکر (وہ روایت مصنف عبدالرزاق کی ہے جیسا کہ متن میں حوالہ دیا جا چکا ہے۔ (شاغف)

یہ روایت حد درجہ صحیح ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں۔

جس شخص کی زبان تلفظ کرتے ہوئے ایک حرف سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتی ہو، یا جس کی زبان میں لکنت ہو یا عجمی زبان ہو یا لحن سے کام لیتا ہو، ان سب کی اقتدا کرنے والوں کی نماز جائز ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرۃ-۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں کرتا۔

ان لوگوں کو صرف اسی امر کا مکلف قرار دیا گیا جس کی انہیں قدرت ہے جس امر کی انہیں قدرت ہی نہیں، اس کا مکلف بھی قرار نہیں دیا گیا، انہوں نے حسب حکم نماز کی ادائیگی کر دی ہے اور جو شخص حسب امر الٰہی نماز ادا کر دے، وہ محسنین میں سے ہے جن کی بابت ارشاد باری ہے۔

مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ (التوبہ-۹۱) نیکو کاروں پر کسی طرح کا الزام نہیں ہے۔

ان لوگوں پر تعجب ہے جو زبان حرکت کر جانے والے، لحن میں مبتلا ہونے والے اور لکنت والے کی نماز اس کے اپنے لیے تو جائز قرار دیتے ہیں مگر ان کی اقتدا کرنے والوں کی نماز کو باطل قرار دیتے ہیں مگر دوسری طرف جو بھول کر حالتِ جنابت میں نماز پڑھ لے، اس کی نماز کو تو باطل قرار دیتے ہیں لیکن اس کی اقتدا کرنے والوں کی نماز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

## ۴۹۰- نابالغ کی امامت

نابالغ کی امامت جائز نہیں، نہ فرض میں اور نہ نفل میں اور نہ نابالغ اذان دے سکتا ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ فرض و نفل میں نابالغ کی امامت جائز ہے اور اسی طرح یہ اذان بھی دے سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ کی نفل نماز میں تو امامت جائز ہے مگر فرض میں جائز نہیں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ نابالغ کی امامت کے جواز کے قائل حضرات کی دلیل حسب ذیل حدیث ہے۔

۸۱۷- [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از موسیٰ بن اسماعیل از حماد بن سلمہ از ایوب سختیانی روایت کیا کہ] حضرت عمرو بن سلمہ جرمی نے فرمایا کہ ہم رہگزر میں رہ رہے تھے اور آنحضرت ﷺ کی خدمتِ اقدس میں آنے جانے والے لوگ ہمارے پاس سے گزرتے

اور ہمیں آپ کے ارشادات سناتے، مَیں اس وقت بچہ تھا مگر حافظہ اچھا تھا، مَیں نے لوگوں سے سُن سُن کر بہت سا قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا، جب میرے والد نے بارگاہِ نبوت میں ایک وفد کے ساتھ حاضری دی تو مَیں بھی اس وفد میں شریک تھا، آپؐ نے نماز کا طریقہ سکھایا اور فرمایا جسے قرآن مجید زیادہ آتا ہو، وہ امامت کے فرائض سرانجام دے، چنانچہ ان میں سے مَیں ہی زیادہ حافظ قرآن تھا کیونکہ مَیں نے پہلے ہی سے حفظ کرنا شروع کیا ہوا تھا لہٰذا انہوں نے مجھے آگے کیا اور میں نے انہیں نمازیں پڑھانا شروع کر دیں، میں نے ان دنوں ایک چھوٹی سی چادر اُوڑھے ہوتی تھی، جب مَیں سجدہ کرتا تو برہنہ ہو جاتا، ایک عورت نے کہا ہم سے اپنے امام کی شرمگاہ کو تو چھپاؤ۔ چنانچہ انہوں نے میرے لیے ایک عُمانی قمیص کو خرید لیا، اسلام قبول کرنے کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی فرحت بخش بات میرے لیے نہ تھی، مَیں سات یا آٹھ برس کی عمر میں امامت کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی، ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ عمرو بن سلمہؓ کا عمل ہے جب کہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ تھی، حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے آپ کی مخالفت بھی نہیں کی لیکن حنفیوں اور مالکیوں کا تو یہ حال ہے کہ صحابی کی مخالفت پر صرف اس وقت طعن و تشنیع کرتے ہیں جب اس صحابی کا عمل ان کی تقلید کے موافق ہو حالانکہ صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال کے سب سے بڑے تارک یہی ہیں۔"

خصوصاً حنفیوں اور مالکیوں میں سے کچھ لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ جس مسئلہ میں کسی صحابیؓ سے کوئی مخالفت منقول نہ ہو، وہ اجماع ہوتا ہے، یہ عمرو بن سلمہؓ صحابی ہیں اور آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے ساتھ ایک وفد میں حاضر ہوئے تھے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں تو قطعاً اس بات کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرار، قول اور عمل کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف دیکھیں، اگر ہمیں یہ علم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور پھر آپ نے اسی طرح اسے برقرار رکھا تو ہم بھی اس کے قائل ہو جائیں گے لیکن جب اس سلسلہ میں کوئی اثر مروی نہیں ہے[1] تو پھر ہم پر واجب یہی ہے، جو

[1] کوئی اثر مروی ہو یا نہ ہو۔ اس پر سب سے زبردست دلیل یہ ہے کہ رب السماوات (باقی نوٹ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

اللہ تعالیٰ نے تنازعہ کے حل کے لیے ہم پر واجب قرار دیا ہے یعنی قرآن وسنت کی طرف رجوع! چنانچہ جب ہم رجوع کرتے ہیں، تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہہ دے اور جو سب سے زیادہ قاری قرآن ہو، وہ نماز پڑھا دے" (بخاری مسلم نسائی دارمی) گویا مؤذن کو حکم ہے کہ وہ اذان کہے اور امام کو حکم ہے کہ وہ نماز کی امامت کے فرائض انجام دے۔ اسی طرح آپؐ کا ایک دوسرا فرمان یہ ہے کہ "چھوٹا بچہ اس وقت تک مرفوع القلم ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے" (بخاری ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ دارمی) تو اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ نہ تو مامور ہے اور نہ مکلف!

جب وہ نہ مامور ہے اور نہ مکلف، تو اسے اذان وامامت کا حکم بھی نہیں ہے، جب اسے ان کا حکم ہی نہیں ہے، تو یہ اس کی طرف سے ادا بھی نہ ہوں گی صرف اسی شخص کے ادا کرنے سے ادا ہوں گی، جسے ان کا حکم ہے اور جو شخص کسی ایسے کی اقتداء کرے، جسے نماز کا حکم ہی نہیں تو اس کی نماز نہیں ہوگی بالخصوص جبکہ اسے یہ علم بھی ہو کہ اسے نماز کا حکم ہی نہیں، اگر اسے یہ علم نہ ہو کہ یہ نابالغ ہے بلکہ اسے بالغ مرد سمجھے، تو پھر اس کی نماز ہو جائے گی، بالکل ایسے ہی جیسے کوئی نہ جاننے کی صورت میں کسی جنبی یا کافر کے پیچھے نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز ہو جائے گی کیونکہ لاعلمی کی ان دونوں صورتوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے[1] وباللہ التوفیق!

نابالغ کی فرض اور نفل میں امامت کے درمیان تفریق بالکل بے اصل ہے کیونکہ یہ دعویٰ بالکل بے دلیل ہے۔

## ۴۹۱۔ عورت کی امامت

عورت عورتوں کو نماز پڑھا سکتی ہے مگر یہ جائز نہیں کہ وہ آدمیوں کی امامت کے فرائض انجام دے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول بھی یہی ہے مگر امام ابوحنیفہؒ

(نوٹ گذشتہ سے پیوستہ) والارض، خالق کائنات، عالم الغیب والشہادۃ کو اس کا علم ہے اور اس کو اس کا بھی علم ہے کہ آئندہ امت اس پر عمل کرے گی لہٰذا بذریعہ وحی وہ اس سے منع کر دیتا لیکن اس نے اسے برقرار رکھا اب ہمارے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے (ابوالاشبال پاکستانی)

[1] یہاں ابن حزمؒ نے جن دونوں روایتوں سے استدلال کیا ہے وہ بالکل بے محل ہے بلکہ یہاں وہ روایت کہ بچوں کو سات سال میں نماز کا حکم کرو اور دس سال پر ان کو مارو جیسا کہ ابوداؤد ترمذی دارمی نے روایت کیا ہے۔ پس سات سال کا بچہ مامور ہوا لہٰذا اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ابوالاشبال۔

اسے مکروہ سمجھتے ہیں ہاں اگر عورت امام بن جائے، تو جائز ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں بلکہ یہ سنت ہے اور امام مالکؒ نے عورتوں کی امامت سے مطلقاً منع کیا ہے۔

## عورت مردوں کا امام کیوں نہیں بن سکتی؟

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ عورت، مردوں کی امام اس لیے نہیں بن سکتی کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورت آدمی کی نماز کو توڑ دیتی (مسلم نسائی ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ وغیرہ) اور صفوں میں اس کا مقام آدمیوں کے پیچھے ہے (مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ) امام کو یقینی طور پر مقتدیوں کے آگے کھڑا ہونا ہوتا ہے یا جب مقتدی اکیلا ہو تو پھر اس کی بائیں جانب کھڑا ہونا پڑتا ہے، لیکن اگر عورت آدمیوں کے آگے کھڑی ہو گی تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائیگی اور مردوں کی بھی، اسی طرح اگر عورت مرد کے پہلو میں کھڑی ہو جائے، تو اس جگہ سے تجاوز کے باعث جو اس کے لیے مقرر کی گئی ہے، خلافِ حکمِ شریعت نماز پڑھے گی۔ (اور اس صورت میں بھی اس کی نماز نہ ہو گی۔)

عورت، عورتوں کی امام اس لیے بن سکتی ہے کہ عورت جب کسی دوسری عورت کے آگے یا پہلو میں نماز پڑھے گی، تو اس سے اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی اور اس بارے میں قرآن و سنت سے ممانعت کی کوئی دلیل بھی نہیں ہے لہٰذا یہ ایک نیکی کا کام ہے اور نیکی کے کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (وافعلوا الخیر) اور یہ نیکی کے کاموں میں تعاون کی ایک صورت بھی ہے یعنی عورت کا امام بن کر عورتوں کو نماز پڑھانا اسی طرح عورتیں اگر اذان و اقامت کہہ لیں تو یہ بھی ایک اچھا کام ہے۔

۸۱۸۔ [ہم نے بطریق محمد بن سعید بن نُبَات از احمد بن عبد البصیر از قاسم بن اَصْبَغ از محمد بن عبد السلام خُشَنی از محمد بن مثنیٰ از عبد الرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری، از مَیْسَرہ بن حبیب نَہْدِی (ابو حازم از ریطہ حنفیہ روایت کیا کہ] اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرض نماز میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیئے۔ (عبد الرزاق ۳/۱۴۱، بیہقی ۳/۱۳۱، دار قطنی ۱/۴۰۴)

۸۱۹۔ [ہم نے بطریق یونس بن عبد اللہ از احمد بن عبید اللہ بن عبد الرحیم از احمد بن خالد از محمد بن عبد السلام

حدثنی ازمحمد بن بشار از یحییٰ بن سعید قطان از زیاد بن لاحق از تمیمہ بنت سلمہ روایت کیا کہ] ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نماز مغرب میں عورتوں کی امامت کے فرائض سرانجام دیئے، عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوئیں اور قراءت جہری کی۔[1]

۸۲۰-[بسند سابقہ از یحییٰ بن سعید قطان از سعید بن ابی عروبہ از حضرت قتادہ مروی ہے کہ] اُم حسن بن ابی حسن نے بیان کیا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ رمضان المبارک میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیا کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۸۸، قیام اللیل ۲۰۷)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ بہترین سند ہے، سب راوی ثقۃ الثقات ہیں سند کیا ہے سونے کی لڑی ہے۔"

۸۲۱-[ہم نے بطریق حمام از ابن مفرج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از ابن جریج از عطا روایت ہے کہ] عورت جب نماز کا ارادہ کرے اپنے لیے اقامت کہہ سکتی ہے طاؤس کہتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اذان و اقامت کہہ لیا کرتی تھیں (عبدالرزاق ۳/۱۲۶)

۸۲۲-[بسند سابقہ از سفیان ثوری، از عمار دھنی از حجیرہ بنت حصین روایت ہے کہ] ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے نماز عصر میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دیئے اور آپ وسط میں کھڑی ہوئی تھیں (عبدالرزاق ۳/۱۴۰، دارقطنی ۱/۴۰۵، مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۸۸) ہم نے اس روایت کو بطریق وکیع از سفیان بھی روایت کیا ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے اور امامت کراتے وقت عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہوگی۔ (بیہقی ۳/۱۳۱ و عبدالرزاق ۳/۱۴۰)

حضرت ابن عمرؓ اپنی ایک باندی کو حکم دیتے وہ رمضان المبارک میں عورتوں کو باجماعت نماز پڑھاتی۔ حضرت عطاء، مجاہد اور حسن بھی فرماتے ہیں کہ عورت فرض و نفل میں عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دے سکتی ہے لیکن عورتوں کے درمیان میں کھڑی ہو، نخعی اور شعبی سے بھی روایت ہے کہ عورت اگر رمضان المبارک میں درمیان میں کھڑی ہو کر عورتوں کو نماز باجماعت پڑھا دے تو کوئی حرج نہیں۔ (قیام اللیل، عبدالرزاق ۳/۱۴۰)

---

[1] یہ حدیث مسئلہ ۳۱۹ میں بھی ہے لیکن مجھے اس سند کے ساتھ کسی اور کتاب میں نہیں ملی۔ (ابو الاشبال شاغف)

امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابو ثورؒ فرماتے ہیں کہ یہ مستحب ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کے فرائض انجام دے بشرطیکہ درمیان میں کھڑی ہو۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"عورت کے آگے کھڑے ہونے سے ممانعت کی بھی بالکل کوئی دلیل نہیں ہے، ہمارے نزدیک وہ عورتوں کے آگے کھڑی ہو کر بھی امامت کے فرائض سرانجام دے سکتی ہے۔ اسی طرح جو حضرات عورت کو عورتوں کا امام بننے سے منع کرتے ہیں، ہمارے نزدیک ان کے پاس بھی کوئی دلیل نہیں بالخصوص جبکہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے اس کا جواز ثابت ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں ذکر کیا، اس مسئلہ میں ان حضرات صحابہ کرامؓ کی کسی دوسرے صحابی سے مخالفت بھی مروی نہیں ہے، اس قسم کی دلیل جب ان کی خواہشات کے موافق ہو تو پھر اسے یہ بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا کرتے ہیں اور اس کی مخالفت کو اجماع کی مخالفت قرار دیا کرتے ہیں لیکن جب حضرات صحابہ کرامؓ کے اقوال و اعمال ان کی خواہشات کے موافق نہ ہوں تو پھر ان کے لیے ان کی مخالفت بہت آسان ہوتی ہے۔ (وباللہ تعالیٰ التوفیق)"

## ۴۹۲۔ امام کا نماز میں بے وضو ہو جانا

اگر امام نماز میں بے وضو ہو جائے یا اسے یاد آئے کہ وہ حالتِ طہارت میں نہیں ہے تو خود باہر آ جائے، اگر کسی کو اپنا قائم مقام بنا دے، تو بہتر ورنہ مقتدیوں میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ کر نماز مکمل کرا دے اور ایسا کرنا ضروری ہے ہاں اگر امام اشارہ سے یہ کہہ دے کہ انتظار کرو، تو پھر انتظار کرنا چاہیئے۔ انتظار اس لیے کہ ابھی ابھی ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو یاد آیا کہ آپ حالتِ جنابت میں ہیں، تو آپ تشریف لے گئے اور یہ اشارہ فرما گئے کہ اپنی اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے انتظار کرتے رہو پھر غسل فرما کر واپس تشریف لائے، تو آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔

قائم مقام بنانے کی صورت میں دلیل یہ ہے جسے پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب قبا تشریف لے گئے تھے، تو مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنا امام بنا لیا تھا مسلمان ابھی نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لے آئے، حضرت ابوبکرؓ نے جب آپ کی آمد کو محسوس کیا تو آپ پیچھے ہٹ آئے اور حضور ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھا دی۔ اور یہ اس لیے بھی کہ با جماعت نماز ادا کرنا فرض ہے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں بھی ذکر کیا لہٰذا با جماعت ادائیگیِ نماز کے لیے کسی امام کا ہونا ضروری ہے یا تو بے وضو ہونے والا امام خود کسی کو امام مقرر کر جائے اور یا پھر خود کوئی آگے بڑھ کر نماز پڑھا دے اور امام بن جائے۔

## امام ابو حنیفہ کا مذہب

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر حالتِ سجدہ میں کوئی امام بے وضو ہو جائے اور وہ تکبیر کہے بغیر سر اٹھا لے اور کسی کو نائب امام بنا دے تو یہ جائز ہے اور سب کی نماز درست ہو گی اگر اس صورت میں امام نے تکبیر کہہ کر کسی کو اپنا نائب بنایا، تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

## امام ابن حزمؒ کا تبصرہ

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ اقوال حد درجہ فاسد اور خلط ملط ہیں، حق کی رونق کا ان پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہے، مجھے نہیں معلوم کہ حالتِ سجدہ میں بے وضو ہونے کی صورت میں امام ان کے نزدیک حالتِ نماز میں ہو گا یا نہیں؟ اور کیا اس وقت اس کی امامت باقی ہو گی یا نہیں؟ دو صورتوں میں سے ایک تو یقینی ہو گی یعنی یہ حضرات اگر یہ کہیں کہ اس صورت میں امام حالتِ نماز میں ہے اور اس کی امامت ابھی تک باقی ہے، تو انہوں نے وضو نہ ہونے کی صورت میں بھی اسے نمازی اور امام تصور کر لیا ہے اور یہ ان کے اپنے ہی ایک دوسرے فاسد اصول کے خلاف ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے اس شخص کی نماز کو باطل قرار دیا ہے، جو کسی ایسے امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو، جو عمداً یا بھول جانے کے باعث حالتِ غیر طہارت میں تھا، پھر ہم ان سے

یہ بھی کہیں گے کہ اگر وہ حالتِ نماز میں ہے اور ابھی تک اس کی امامت باقی ہے، تو تکبیر کہنے سے وہ کیا گناہ سرزد ہو جاتا ہے جس سے اس کی اور اس کے سب مقتدیوں کی نماز باطل ہو جاتی ہے، یہ تو ذکر الٰہی سے تمہاری عداوت ہے اور گویا تمہارے اس قول کا بقیہ کہ جو شخص نماز میں چھینک آنے پر زبان سے "الحمد للہ رب العالمین" کہہ دے، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی لیکن قعدہ میں بقدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد کسی مُحْصَنَہ (عفیفہ و پاکدامن عورت) پر زنا کی تہمت لگانے یا جان بوجھ کر ہوا خارج کرنے سے نماز باطل نہ ہوگی۔ نعالی اللہ!

کس قدر وحشت ناک ہیں یہ اقوال، جنہیں قبول کرنا ہرگز حلال نہیں کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات نہیں ہیں، ہمارے لیے صرف وہ امور حلال ہیں، جن کی بابت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو کیونکہ ہم نے نماز، ذکر الٰہی اور دین کی ہر ہر بات صرف آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس ہی سے سیکھی ہے۔"

اور اگر یہ حضرات یہ کہیں کہ امام کی حالتِ نماز باقی نہیں رہی اور نہ ہی مقتدی اب امامت میں ہیں، تو ہم عرض کریں گے کہ اگر بے وضو ہونے کے باعث وہ امامت وطہارت سے باہر ہو گیا ہے تو اللہ اکبر کہنے کا کیا نقصان ہے کہ اس سے نماز ہی باطل ہو جائے اور اسی طرح مسجد سے باہر نکلنے کا مسئلہ اس قول میں بے پناہ سخاوت پائی جاتی ہے مثلاً مسجد بیت المقدس کا طول آٹھ سو ہاتھ سے بھی کچھ زیادہ ہی ہے اور بعض مسجدوں کا عرض تین ہاتھ کے قریب ہی ہوتا ہے اور اسی کے بقدر طول، ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ان بیہودہ اقوال سے محفوظ رکھا جو کہ صحتِ دماغ کے منافی ہیں۔"

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

اگر کسی ایسے شخص کو قائم مقام بنا دے، جو ابھی ابھی نماز پڑھنے کے لیے آیا ہے اور ابھی تک اس نے تکبیر بھی نہیں کہی یا تکبیر کہہ لی ہے، یا جس نے امام کے ساتھ شروع ہی سے نماز

پڑھی ہے یا انہیں مقتدی آگے بڑھا دیں یا از خود آگے بڑھ جائے یہ سب صورتیں جائز ہیں کیونکہ کسی امام کا قائم مقام بنانا جو ان کے لیے نماز کو پورا کرا دے فرض ہے، کیونکہ نماز کی باجماعت ادائیگی فرض ہے، قائم مقام امام نے اگر پہلی رکعت باجماعت نہیں پائی تھی اور دوسری میں ملا تھا، تو ایک رکعت ان کے ساتھ پڑھ لے پھر جب دونوں سجدے کر چکے تو مقتدیوں کو اشارہ کرے اور وہ بیٹھے رہیں اور خود کھڑا ہو کر دوسری رکعت کو پورا کرے تو بیٹھ کر تشہد پورا کرے پھر امام اور مقتدی سب کھڑے ہو جائیں اور دو رکعت پڑھ لیں، اگر نمازِ مغرب ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لیں، اگر صبح کی ہو تو پھر دو رکعت پڑھتے ہی سے نماز مکمل ہو جائے گی بہر کیف جب تشہد مکمل ہو جائے تو امام بھی سلام پھیر دے اور مقتدی بھی سلام پھیر دیں۔

اگر اس کی دو رکعتیں فوت ہوئی ہوں اور جلسہ میں آ کر ملا ہو تو تکبیر کہے اور مقتدی اس کے جس قدر بھی ممکن ہو تشہد کو جلد مکمل کر کے کھڑے ہو جائیں اور مقتدیوں کے ساتھ مل کر باقی دو رکعتیں پڑھے، جب امام اپنا درمیانی تشہد پورا کرے تو باقی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھے رہیں باقی نماز پڑھنے کے بعد تشہد میں بیٹھے اور تشہد کی تکمیل کے بعد سلام پھیر دے اور مقتدی بھی سلام پھیر دیں، اگر نماز صبح کے تشہد میں آ کر ملا ہو تو پھر بھی اسی طرح اپنی نماز مکمل کرے اور تشہد میں بیٹھ کر تکمیل کے بعد خود بھی سلام پھیر دے اور مقتدی بھی سلام پھیر دیں۔

اگر تین رکعتیں اس سے فوت ہوں اور چوتھی رکعت کے آغاز میں یہ قائم مقام امام بنا ہو تو اس چوتھی رکعت کو مکمل کرے اور دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد خود کھڑا ہو جائے اور مقتدی بیٹھے رہیں، پھر ایک رکعت پڑھ کر جلسہ و تشہد میں بیٹھے، پھر کھڑا ہو کر باقی نماز مکمل کرے مختصر یہ کہ صرف اپنی نماز کی ادائیگی ملحوظ رکھے، اس طرح نہ پڑھے جس طرح اسے مقتدی ہونے کی صورت میں پڑھنا پڑتی کیونکہ اب تو یہ امام ہے اور امام نماز میں کسی کی اتباع نہیں کرتا بلکہ اسکی اتباع کی جاتی ہے مقتدیوں کو البتہ اس کی اقتدا کرنا پڑے گی۔ ان امور میں بھی اقتداء کرنا پڑے گی، جن کی ادائیگی کا وہ ارادہ نہیں رکھتے خواہ اس کے لیے انہیں وقوف کرنا پڑے کیونکہ ممکن ہے کہ ان کی کسی رکعت میں تین سجدے بھی ہو جاتے ہوں

مگر ایک رکعت میں تین سجدے نہیں کیے جا سکتے لہٰذا مقتدیوں کو وقوف کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہر شخص اپنی اپنی نماز پڑھتا ہے :۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۔　　　ہر شخص کی کارکردگی اسی کے لیے ہے

(الانعام۔۱۶۴)

اگر وہ شخص جسے قائم مقام بنایا گیا ہے صفوں کے آخر میں ہو تو وہ قبلہ رخ سیدھا چلتا ہوا امام کے کھڑے ہونے کی جگہ پہ پہنچ جائے کیونکہ امام کے لیے فرض ہے کہ وہ آگے کھڑا ہو اور سب مقتدی اس کے پیچھے ہوں لہٰذا اسے چونکہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ باقی نماز پڑھائے لہٰذا اسے اگر مصلّی کے پاس چل کر بھی جانا پڑے، تو جائے لیکن یہ جائز نہیں کہ چلنے کے دوران اپنے چہرہ کو قبلہ کی طرف سے ہٹائے اِلّا یہ کہ کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے جس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہوں۔

## ۴۹۳۔ امام کے لیے مُصحف سے دیکھ کر قراءت کرنا جائز نہیں کسی کے لیے یہ جائز نہیں

کہ امام بن کر قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرے، اس کی نہ فرض میں اجازت ہے اور نہ نفل میں، اگر کسی نے یہ جانتے ہوئے کہ نماز میں اس طرح جائز نہیں، ایسا کر لیا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر کسی مقتدی کو یہ علم ہو کہ اس کا امام اس طرح قراءت کر رہا ہے اور یہ جائز نہیں، نماز پڑھ لے تو اس کی نماز بھی باطل ہو جائے گی۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے دیکھ کر قراءت کرنا اس لیے جائز نہیں کہ آدمی کو قرآن مجید کا جو حصہ حفظ نہ ہو اس کی قراءت کا اللہ تعالیٰ نے مکلف ہی قرار نہیں دیا (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) کیونکہ یہ اس کی استطاعت سے باہر ہے۔

اور جب وہ مکلف نہیں تو اس کا بتکلف یہ عمل ساقط و باطل ہوگا اور دورانِ نماز مُصحف کی طرف دیکھنا ایک ایسا عمل ہے کہ اس کے جواز کے سلسلہ میں کوئی نص نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے اِنَّ فِي الصَّلَاةِ لَشُغْلًا کہ نماز کی اپنی ایک مشغولیت،

ہے (حوالہ گذر چکا) اسی طرح اگر کوئی شخص کھڑا ہونے سے عاجز ہو مگر وہ عصا یا دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز بھی باطل ہو گی کیونکہ اسے اس کا حکم نہیں ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ اگر کھڑا نہ ہو سکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے، اس کام کے کرنے کی نماز میں ہرگز اجازت نہیں ہے جس کا شریعت نے حکم نہیں دیا۔ اگر یہ امر باعث فضیلت ہوتا تو آنحضرت ﷺ اسے ضرور سرانجام دیتے مگر آپ نے قیام سے عاجز آنے کی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھی ہے اور حکم بھی یہی دیا ہے لہٰذا اگر کوئی ٹیک لگا کر نماز پڑھتا ہے، تو وہ آپ کے حکم کی مخالفت کرتا ہے اور آپ کا یہ مشہور فرمان ہے کہ جو شخص کوئی ایسا کام کرے، جو ہمارے عمل کے مطابق نہ ہو، وہ مردود ہے۔ حضرت سعید بن مُسَیَّب اور حسن کا بھی یہی قول ہے۔[1]

## ۴۹۴۔ امام اور مقتدی کی نیّت کا اختلاف

جو شخص کوئی فرض نماز بھول گیا ہو، خواہ کوئی نماز ہو اور وہ امام کو کوئی دوسری نماز پڑھاتے ہوئے دیکھے، تو اس کے لیے فرض ہے کہ جماعت میں شامل ہو جائے اور فوت شدہ نماز کو پہلے پڑھے، اس طرح نماز ہو جائے گی اور اس سے قطعاً کوئی فرق نہیں پڑتا کہ امام اور مقتدی کی نیت میں اختلاف ہے۔

اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ فرض نماز، نفل پڑھنے والے کے پیچھے ادا کی جائے، یا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نوافل ادا کیے جائیں، یا فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے، کوئی اور فرض پڑھے جائیں یہ سب کچھ درست اور سنت ہے۔

اگر آدمی رمضان المبارک میں کچھ لوگوں کو نماز تراویح پڑھتے ہوئے دیکھے اور اس نے ابھی تک عشاء کی نماز مکمل نہ کی ہو تو فرض کی نیت کر کے جماعت میں شامل ہو جائے، جب امام سلام

---

[1] مُصحف سے دیکھ کر امامت کرانے کے سلسلے میں ابن حزم نے جو کچھ لکھا ہے وہ حق و باطل دونوں کا مرکب ہے لہٰذا اس مسئلے کے صحیح حل کے لیے فتح الباری وغیرہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ حق بات یہ ہے کہ قراءت قرآن کا نماز میں حکم ہے اگر کوئی شخص دیکھ کر پڑھ لے تو جائز ہے حضرت عائشہ کے غلام ان کی امامت مُصحف سے کراتے تھے۔ ابو الاشبال۔

پھیرے اور اس کی نماز مکمل نہ ہوئی ہو تو سلام نہ پھیرے بلکہ کھڑا ہو جائے، اگر امام دو اور رکعتوں کے لیے کھڑا ہو تو یہ بھی اسی کے ساتھ شریک ہو جائے اور ان میں بھی اقتدا کرے، پھر جب امام سلام پھیرے تو یہ بھی سلام پھیر دے، اسی طرح عشاء کے بجائے، اسے اگر فوت شدہ نماز یاد آئے تو اسے بھی پڑھ لے۔

یہ بھی جائز ہے کہ ایک امام ایک نماز کو دو بار یا اس سے بھی زیادہ دفعہ مختلف مساجد میں پڑھائے امام کی پہلی دفعہ پڑھی ہوئی نماز فرض اور باقی سب نفل ہوں گی، جبکہ الگ الگ مسجدوں کے نمازیوں کی یہ نمازیں فرض ہوں گی۔ اسی طرح جس نے ایک بار فرض نماز کو باجماعت ادا کر لیا ہو، اس کے جائز ہے کہ اسی نماز کی ایک بار یا ایک سے بھی زیادہ بار امامت کے فرائض انجام دے۔

اگر کسی کی صبح کی نماز فوت ہو گئی ہو اور وہ لوگوں کو ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے دیکھے، تو ان کے ساتھ دو رکعتیں تو صبح کی نیت سے پڑھ لے اور باقی دو کو ظہر کی نیّت سے پھر اپنی ظہر کی نماز کو مکمل کر لے، اسی اصول کے مطابق ہر نماز کی ادائیگی کر سکتا ہے، امام شافعیؒ اور ابو سلیمانؒ کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابو حنیفہ و مالک فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ امام اور مقتدی کی نیت الگ الگ ہو۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ حنفی بغیر نیّت کے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کیے ہوئے وضو و غسل کی بابت یہ جائز قرار دیتے ہیں کہ اس وضو سے نماز پڑھی جائے اور غسل غسلِ جنابت سے کفایت کر جائے، ان میں سے بعض حضرات اِفطار یا ترکِ صوم کی نیّت کے باوجود رمضان المبارک کے روزے کو جائز قرار دیتے ہیں اسی طرح یہ بھی جائز قرار دیتے ہیں کہ نفل کی نیت سے رکھا ہوا روزہ فرض سے کفایت کر سکتا ہے، زوالِ آفتاب تک افطار کی نیّت کے باوصف روزہ رکھا جا سکتا ہے لیکن یہی حضرات جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نیتوں کو واجب قرار دیا ہے، وہاں یہ انہیں باطل قرار دے دیتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انہیں واجب قرار نہیں دیا، وہاں یہ انہیں واجب قرار دیتے ہیں۔

بعض مالکی جمعہ کے دن کیئے ہوئے غسل جنابت کو غسل جمعہ سے کفایت کرنے والا بھی قرار دیتے ہیں۔ یہاں انہوں نے نیت کو ساقط قرار دے دیا ہے حالانکہ یہاں نیت فرض تھی اور وہاں یہ نیت کو فرض قرار دیتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے فرض قرار نہیں دی۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ دراصل مسئلہ یہاں یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نیت میں اتفاق ویکسانیت واجب ہے یا نہیں؟ جب یہ ثابت ہو جائے کہ ان میں نیت کی یکسانیت واجب نہیں ہے، تو وہ سارے مسائل صحیح ہیں جو ہم نے ذکر کیے ہیں کیونکہ یہ سارے اسی اصول پر مبنی اور اس کا نتیجہ ہیں، چنانچہ ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس کسی بھی اصول سے یہ ثابت نہیں کہ امام اور مقتدی کی نیت میں اتفاق ویکسانیت واجب ہے اور ہر وہ مسئلہ جو قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت نہ ہو وہ غیر واجب بلکہ باطل ہوتا ہے دلائل شرعیہ تو اس کے سقوط پر واضح ہیں لہٰذا اس کے بیان کی حاجت نہیں ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ امام ومقتدی کی نیت کا ایک ہونا واجب نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ یہ امر ویسے ہی محال ہے کہ اللہ تعالیٰ مقتدی کو یہ حکم دے کہ وہ امام کی نیت کے مطابق اپنی نیت بنائے کیونکہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ اور یہ علم غیب ہماری وسعت میں نہیں کہ ہم یہ معلوم کر سکیں کہ امام کی نیت کیا ہے تاکہ اس کی موافقت کر سکیں۔ ہم پر صرف وہی فرض ہے، جو ہماری وسعت میں ہے اور جس کی ہم اپنی نیتوں کے قصد وارادہ کے ساتھ قدرت رکھ سکیں اور ان امور کو ادا کر سکیں، جن کی ادائیگی ہم پر فرض ہے۔ یہ ایک ضروری اور سمعی وعقلی دلیل ہے۔

دوسری دلیل اس سلسلہ میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (النسآء-۸۴) تم اپنے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں ہو۔

یہ نص جلی ان کے قول کے ابطال کے لیے کافی ہے، تاہم اگر یہ حضرات یہ دلیل

پیش کریں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے" (مسلم وغیرہ)

ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ان مقامات کی نشاندہی بھی فرمادی ہے، جن میں امام کی اقتداء فرض ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ "جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی کہو، جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم بھی بیٹھ کر پڑھو"

یہ ہیں وہ مقامات جن میں ہمیں امام کی اقتداء کا حکم ہے، نیت میں امام کی اقتداء کا حکم نہیں ہے کیونکہ نیت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے یا پھر نیت کرنے والے کو!

تعجب کی انتہا ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کیا تھا، وہ خود سب سے پہلے اس کی مخالفت کرتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کی اس وقت اقتداء نہ کرے، جب وہ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے جب پوچھا جاتا ہے کہ یہ کیوں؟ تو جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کا ذکر نہیں فرمایا ہم کہتے ہیں کہ آپؐ نے اس سے منع بھی تو نہیں فرمایا اور اسی طرح نہ اس حدیث میں اور نہ کسی دوسری میں یہ ذکر فرمایا ہے کہ امام و مقتدی کی نیت میں موافقت ضروری ہے۔

اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا جو یہ فرمان تھا کہ "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے، تو تمہیں بھی بیٹھ کر ہی پڑھنی چاہیئے" اس کی مالکیوں نے مخالفت کی ہے، اس سے بڑھ کر اور تعجب انگیز بات کیا ہو گی کہ جس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں، اسی کے ایک حصہ کی خود مخالفت بھی کر رہے ہیں اور جو چیز اس میں مذکور ہی نہیں، اسے یہ واجب قرار دے رہے ہیں! ان جیسی باتوں سے اللہ کی پناہ!

آنحضرت ﷺ کا بالکل صاف صاف ارشاد ہے کہ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی" (صحاح ستہ) یہ فرمان آپ کی طرف سے نص جلی ہے کہ ہر آدمی کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ اس سے معلوم ہوا

کہ صحیح بات یہی ہے کہ امام کی ایک اپنی الگ نیت ہے اور مقتدی کی الگ، دونوں کی نیتوں کو ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں، اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور جو کچھ ہے، وہ بالکل باطل ہے جس میں کوئی شک نہیں (وباللہ تعالیٰ تتأید)!

۸۲۳۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از یحییٰ بن یحییٰ از ہشیم از منصور از عمرو بن دینار روایت کیا کہ] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں عشا کی نماز ادا کرتے اور پھر واپس آکر اپنی قوم کو عشاء کی نماز پڑھاتے۔ (مسلم کتاب الصلاۃ)

۸۲۴۔ [بسند سابقہ از محمد بن عباد از سفیان بن عیینہ از عمرو بن دینار] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھتے اور پھر آکر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے، ایک رات آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کی امامت کرائی اور سورۂ بقرہ شروع کر دی، ایک آدمی صف سے نکل کر الگ ہوگیا، اس نے تنہا نماز پڑھی اور چلا گیا، لوگوں نے اس سے پوچھا اے فلاں کیا تو منافق ہوگیا ہے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں لیکن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کروں گا، چنانچہ اس نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سارا دن کام کاج کرتے ہیں، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی اور پھر واپس آکر جب ہمیں پڑھانے لگے، تو سورۂ بقرہ شروع کر لی، حضور نے حضرت معاذ کی طرف رُخ انور کرتے ہوئے فرمایا معاذ رضی اللہ عنہ! لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو؟ فلاں فلاں سورہ پڑھ لیا کر۔ (مسلم ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پہلے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں اور پھر وہی نماز جا کر اپنی قوم کو پڑھاتے ہیں۔ آپ نے اس بات پر انکار نہ فرمایا بلکہ اسے برقرار رہنے دیا۔

۸۲۵۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عبیداللہ بن عمر بن

مَیْسَرہ از یحییٰ بن سعید قطعان از محمد بن عجلان از عبیداللہ بن مقسم روایت کیا کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ، آنحضرت ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے بعد، اپنی قوم کے پاس آتے اور پھر انہیں یہی نماز پڑھاتے۔ (ابو داؤد کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے یہ متعدد طرق اس لیے بیان کیے ہیں کہ بعض ایسے لوگ جنہیں ان کا دین جھوٹ بولنے سے نہیں روکتا یہ کہتے ہیں کہ یہ الفاظ صرف عمرو بن دینار ہی سے مروی ہیں، ہم نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ عُبَیدُ اللہ بن مقسم سے بھی مروی ہیں جو بالاتفاق ثقہ ہیں پھر یہ کہ اگر عمرو منفرد بھی ہوتے تو پھر کیا تھا؟ کوئی دو مسلمان بھی ایسے نہ ملیں گے، جن کا عمرو کے بارے میں اختلاف ہو، وہ تو آسمانِ دین کا چمکتا ہوا ستارہ، ثقہ، حافظ اور امام ہیں اور بلاشک وشبہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ سے بھی فائق تر ہیں، جن کی آراء کو ان کے مقلدین سنن کے معارضہ کے طور پر پیش کیا کرتے ہیں اور پھر یہ کہ عمرو نے براہ راست حضرات صحابہ کرامؓ سے شرفِ ملاقات حاصل کر کے کسبِ علم کیا ہے۔ عمرو کے لیے کیا یہ کم مرتبہ کی بات ہے کہ وہ زہری، نافع اور حماد بن ابی سلیمان کی طرح امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے شیوخ میں شامل ہیں۔

عمرو کے کئی شاگرد امام مالکؒ وابو حنیفہؒ جیسے بلکہ ان سے بھی جلیل القدر ہیں مثلاً ایوبؒ، منصورؒ، شعبہ، حماد بن زیدؒ، سفیانؒ، اور ابن جریجؒ وغیرہم۔

اور پھر اس مسئلہ میں تنہا حضرت معاذ بن جبلؓ کے اس فعل پر انحصار نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں اس سے بھی زیادہ وزنی دلائل موجود ہیں، جیسا کہ۔

۸۲۶۔ [ ہم نے بطریق یونس بن عبداللہ از احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم از احمد بن خالد از محمد بن عبدالسلام خُشَنی از محمد بن بشار از یحییٰ بن سعید قطّان از اشعث بن عبدالملک حُمرانی از حسن بصری روایت کیا کہ حضرت ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی معیت میں نماز خوف پڑھی، پہلے تو ایک گروہ نے آپؐ کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر دوسرے گروہ نے، اس طرح آنحضرت ﷺ کی چار

رکعتیں ہوئیں مگر مقتدیوں کی دو دو رکعتیں ہوئیں۔ (ابوداؤد اور نسائی کتاب الصلاۃ)

۸۲۷۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن اسحاق بن سُلیم از ابن الاعرابی از ابوداؤد از عبیداللہ بن معاذ بن معاذ عَنبرَی، از پدر خود از اشعث بن عبدالملک از حسن بصری روایت کیا کہ] حضرت ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بوقتِ ظہر نمازِ خوف پڑھائی، لشکر میں سے کچھ لوگوں نے تو آپ کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور کچھ دشمن کے بالمقابل صف آرا رہے، آپ نے دو رکعتیں پڑھا کر سلام پھیر دیا، جنہوں نے آپؐ کے پیچھے دو رکعتیں پڑھی تھیں وہ چلے گئے اور میدان میں جا کر اپنے بھائیوں کی جگہ سنبھال لی اور انہوں نے آ کر یہاں آنحضرت ﷺ کے پیچھے صفیں استوار کر لیں، آپؐ نے انہیں بھی دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا، اس طرح آنحضرت ﷺ کی چار رکعتیں ہوئیں۔ مگر مقتدیوں میں سے ہر ایک کے لیے دو دو رکعتیں ہوئیں۔ (ابوداؤد نسائی کتاب الصلوٰۃ)

حضرت حسن صلوٰۃِ خوف کے سلسلہ میں یہی فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یاد رہے حضرت حسنؒ کا حضرت ابوبکرہؓ سے سماع ثابت ہے

۸۲۸۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن منصور از سفیان بن عُیینہ از ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ روایت کیا کہ] حضرت حسنؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوبکرہؓ سے سنا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو منبر پر جلوہ افروز دیکھا جبکہ حضرت حسن بن علیؓ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے[1] ۔۔۔۔ (بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی)

یہ ابوموسیٰ ثقہ ہیں، ان سے سفیان اور حسین بن علی جُعفی نے روایت کی ہے!

۸۲۹۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن

---

[1] احمد شاکر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت "سنن نسائی"، اور "خصائص علی" میں نہیں ملی البتہ مسند احمد میں یہ جلد ۵ ص ۲۷-۳۸ میں ہے اور سفیان سے ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "ان ابنی ہذا سید" الخ (میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے) بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۰۰ میں یہ حدیث بطریق ابن عُیینہ ہے اور اس میں حسن کے سماع کی صراحت بھی ہے، ابوداؤد، جلد ۴ صفحہ ۳۹۴، حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۷۴، ۱۷۵ میں دیگر اسانید کے ساتھ بھی ہے (یہ روایت سنن نسائی کتاب الجمعہ باب مخاطبۃ الامام وھو علی المنبر کے تحت مذکور ہے۔ ابوالاشبال شاغف)

علی از مسلم بن حجاج از ابوبکر بن ابی شَیبَۃ از عفان بن مسلم از ابان بن یزید عطار از یحییٰ بن ابی کثیر از ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف روایت کیا کہ] حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی معیت میں آئے حتیٰ کہ جب مقام ذَاتُ الرِّقاع میں پہنچے ——— تو اذان شروع ہو گئی، آپ نے ایک گروہ کو دو رکعت نماز پڑھائی، تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور پھر آپ نے دوسرے گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی چار رکعتیں اور باقی قوم کی دو رکعتیں تھیں (بخاری کتاب المغازی مسلم کتاب الصلاۃ)

امام ابنِ حزم فرماتے ہیں:-

یہ حدیث یحییٰ نے ابوسَلَمہ سے سُنی ہے، اور ابوسلمہ نے جابر سے، اس کے علاوہ ہم تک یہ اور بھی کئی طرق سے پہنچی ہے مگر اختصار کے باعث ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے، یہ آنحضرت ﷺ کا آخری فعل ہے، ابوبکرہؓ اس موقعہ پر حاضر تھے اور آپ فتح مکہ و غزوۂ حنین کے بعد طائف کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔"

بعض درماندہ و لاچار قسم کے لوگوں نے خوفِ الٰہی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے یہ سہارا پکڑنے کی کوشش کی ہے کہ حدیثِ جابرؓ میں یہ مذکور نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے دو دو رکعتوں کے مابین سلام پھیرا تھا، ہم عرض کریں گے کہ بالکل غلط! کیونکہ بطریقِ قتادہ، از سلیمان یَشکُرِی، حضرت جابرؓ سے جو روایت ہے، اس میں یہ صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعتوں کے مابین سلام پھیر دیا تھا۔[1]

اگر یہ حضرات اعتراض کریں کہ قُتیبَہ کے سُلَیمان سے سماع کے بارے میں کلام ہے ہم

[1] یشکری کی روایت کو طحاوی نے جلد ا صفحہ ۱۸۷ میں روایت کیا ہے، ابوداؤد نے جلد ا صفحہ ۴۸۴ میں حدیثِ ابوبکرہ کے بعد لکھا ہے کہ اسی طرح اسے یحییٰ بن ابی کثیر، از ابوسلمہ، از حضرت جابرؓ، از آنحضرت ﷺ روایت کیا ہے سلیمان یشکری نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ از جابر، از آنحضرت ﷺ حسن نے حضرت جابر سے بھی اسی طرح روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیرا دوبارہ دو رکعتیں پڑھائیں پھر سلام پھیر دیا، نسائی میں جلد ا صفحہ ۲۳۱ میں اسنادِ صحیحہ کے ساتھ یہ روایت ہے۔ بیہقی نے اسی طرح المعرفۃ میں بطریقِ شافعی از ثقہ ابن علیہ یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی از یونس از حسن از جابر روایت کیا ہے جیسا کہ زیلعی نے نصب الرایۃ ۲۵۱/۱ میں نقل کیا ہے۔

عرض کریں گے کہ تم ہی کہا کرتے ہو کہ مرسل روایت مسند کے مانند ہی ہوتی ہے، مسند کے بارہ میں تم باطل سے جو تعلی کرتے تھے، اب وہ تمہارے پاس آگیا ہے تو اسے کیوں اختیار نہیں کرتے یہ ٹھیک ہے کہ کہا گیا ہے کہ یہ روایت مرسل ہے مگر یہ قول صحیح نہیں ہے اور پھر خاص بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ نے بھی اپنی حدیث میں یہ وضاحت فرمائی ہے کہ آپؐ نے دو دو رکعتوں کے مابین سلام پھیر دیا تھا اور یہ کسی نے روایت نہیں کیا کہ آپ نے سلام نہیں پھیرا۔

اگر یہ صحیح ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ نے دو دو رکعتوں کے مابین سلام نہیں پھیرا تھا، تو یہ بھی ہمارے مخالفین پر بڑا شاق گزرے گا کیونکہ یہ امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے مقلد ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی مسافر چار رکعت نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز فاسد ہوگی ہاں اگر دو کے بعد بقدر تشہد بیٹھ جائے، تو پھر اس کی نماز صحیح ہوگی کیونکہ پھر بعد والی دو رکعتیں نفل شمار ہوں گی۔

اگر آنحضرت ﷺ دو رکعتوں کے مابین بقدر تشہد نہیں بیٹھے تھے، تو اس سے ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی نماز فاسد ہوگی، اور اگر یہ کہنے کی جسارت کر بیٹھیں، تو بلاشک و شبہ کافر ہو جائیں گے۔ اور اگر آنحضرت ﷺ دو رکعتوں کے مابین بقدر تشہد بیٹھے ہوں، تو دوسرے گروہ نے جب آکر نماز پڑھی، تو اس کی یہ فرض نماز تھی جبکہ آنحضرت ﷺ کی یہ نفل نماز تھی لیکن یاد رہے یہ قول ہمارا ہے، ان کا نہیں۔

مالکیوں کا کہنا ہے کہ اگر کوئی مسافر چار رکعت نماز پڑھ لے، تو اس نے نماز میں بہت بُرا کیا ہے لہٰذا اسے اسی وقت نماز کو دوہرا لینا چاہیئے۔ اگر آنحضرت ﷺ کی نماز کے بارے میں کوئی ایسی بات منہ سے نکالنے کی جسارت کرے گا، تو بلاشبہ کافر ہو جائے گا اور اگر وہ یہ کہیں کہ آپؐ نے دو دو رکعتوں کے مابین سلام پھیر دیا تھا تو یہ ان کی طرف سے گویا اقرار ہوگا کہ دوسرے گروہ نے تو آپؐ کے پیچھے فرض پڑھے تھے مگر آپ اس وقت نفل ادا کر رہے تھے۔

اس مسئلہ میں تمام صحابہ کرامؓ کی طرف سے اس صورت پر اجماع صحیح ہے، جو اس وقت

حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ساتھ تھے، جو صحابہ کرامؓ اس وقت موجود نہ تھے، ان پر بھی اس قسم کا مسئلہ مخفی نہیں رہ سکتا، کیونکہ سب آنحضرت ﷺ کے مطیع فرمان تھے۔

امام مالکؒ کے بعض مفتون مقلدین نے یہ سہارا لیا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص تھا کیونکہ آپؐ کی اقتداء میں جو فرض نماز ادا کرنے میں خیر و برکت ہے، وہ دوسروں کی اقتداء میں کہاں؟

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ مسکین حق قبول کرنے کے بجائے، اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایک جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بھی یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ یہ میرے لیے خاص ہے بلکہ صحیح بات وہ ہے، جو بطریق مالک بن حویرثؓ مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم "اسی طرح نماز پڑھو، جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" (بخاری) اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ)

اور یہ کبھی کسی نے نہیں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے کچھ باتیں جائز ہیں جو کسی دوسرے کے ساتھ پڑھتے ہوئے جائز نہیں، ایسی بات صرف وہی لوگ کہہ سکتے ہیں، جو اپنی فاسد تقلید کی مدد کرنا چاہتے ہیں، ونعوذ باللہ من الخذلان!

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے حدیث معاذؓ پر کچھ اعتراضات کیے ہیں، جنہیں ہم ذکر کرتے ہیں اگرچہ حدیث ابوبکرہؓ و جابرؓ کی موجودگی میں اس قسم کے اعتراضات کے ذکر کی ضرورت تو نہیں تاہم حق کی مدد کرنا ہمارے نزدیک باعثِ فضیلت اور باطل کا قلع قمع کرنا تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ امام و مقتدی کی نیت میں اختلاف جائز نہیں اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے بطریق ابن سنجر جرجانی[1] از ابوصالح عبداللہ بن صالح کاتبِ لیث، از لیث، از عبداللہ بن عیاش بن عباس قتبانی از پدر خود از ابوسلمہ از ابوہریرہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ

[1] محلّٰی کے ایک قلمی نسخہ میں یہ نام سحر ہے بغیر نقطوں کے لیکن مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کون ہے!

نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو اس وقت صرف وہی نماز ہوتی ہے جس کے لیے اقامت کہی گئی ہو۔ (مسند احمد ۲/۳۵۲، معانی الآثار ۱/۳۷۲)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ یہ ابو صالح کی روایت ہے اور وہ ساقط ہے"[1]

صحیح حدیث یہ ہے جس کی سند اس طرح ہے:۔ ایوب سختیانی و ابن جریج و حماد بن سلمہ و ورقا بن عمرو زکریا بن اسحاق از عمرو بن دینار، از عطا بن یسار از حضرت ابو ہریرہؓ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے، تو اس وقت صرف فرض نماز ہی ہوتی ہے یہ حدیث ہم باسند اس کتاب میں "کتاب الصلوٰۃ" کے شروع میں بھی بیان کر آئے ہیں (دیکھو مسألہ ۳۰۰)

پھر اگر ابو صالح کی روایت صحیح بھی ہو تو یہ ان کے خلاف حجت ہے، ان کے حق میں نہیں کیونکہ یہ خود اس کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ اس طرح کہ مالکیوں اور حنفیوں سب کا اتفاق ہے کہ جب نماز فجر کے لیے اقامت کہی جا چکی ہو اور کسی نے وتر نہ پڑھے ہوں یا صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو وہ فرض شروع کرنے سے پہلے انہیں پڑھ لے۔ یہ اللہ کی شان ہے کہ اس نے اس چیز کے لیے ان کے استدلال کو آسان کر دیا ہے، جو صحیح ہی نہیں ہے اور جو صحیح ہے، اس کا ابطال آسان کر دیا۔

پھر ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ جو شخص ظہر یا عصر کی فرض نماز پڑھ رہا ہو، اس کے پیچھے نفل نماز پڑھنا درست ہے، ابو صالح کی جس باطل روایت کو انہوں نے صحیح قرار دیا، اب خود ہی سب سے پہلے اس کی مخالفت کر رہے ہیں، ہم تو اس حدیث کی بنیاد پر اس وقت کوئی بات کہیں گے جب یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ صحیح ہے اور پھر اس کے ساتھ دیگر سب صحیح احادیث کو

---

[1] ہرگز نہیں بلکہ ابو صالح ثقہ ہیں اس روایت کے ضعف کی وجہ عبد اللہ بن عیاش بن عباس ہے کیونکہ وہ ضعیف ہے اور یہ روایت مجھے اس سند کے ساتھ نہیں ملی۔

ملا لیں گے جو حضرت معاذؓ، جابرؓ، ابوبکرہؓ اور ابوذرؓ سے مروی ہیں، ہم ان میں سے کسی کو ترک نہیں کریں گے۔

بعض نے ایک اور حدیث ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے جو بطریق عمرو بن یحییٰ مازنی از معاذ بن رفاعہ اصحاب رسول میں سے بنو سلمہ کے ایک آدمی سے روایت ہے، جسے سلیم کہا جاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! ہم سارا دن کام کرتے رہتے ہیں اور شام کو گھروں میں واپس آتے ہیں، تو حضرت معاذؓ بہت لمبی نماز پڑھانا شروع کر دیتے ہیں، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا "معاذؓ! لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے نہ بنو، یا تو اپنی قوم کو ہلکی نماز پڑھاؤ یا پھر میرے ساتھ پڑھی ہوئی نماز پر ہی اکتفا کرو۔ (احمد ۵/۷۴، الطحاوی ۱/۲۳۸، والاستیعاب ۲/۵۷۸)

اس حدیث کے باعث انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت معاذؓ، آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز کو نفل بنا لیتے تھے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ یہ تاویل غلط ہے اور اس کے حسب ذیل چھ اسباب ہیں۔

(۱) یہ بالکل جھوٹ اور دعویٰ بلا دلیل ہے اور اس قسم کا طرز عمل صرف وہی اختیار کر سکتا ہے جو تقویٰ و حیا سے عاری ہو۔

(۲) یہ حدیث ہی صحیح نہیں بلکہ منقطع ہے کیونکہ مُعاذ بن رِفَاعَہؓ نے نہ تو آنحضرت ﷺ ہی کو پایا اور نہ اس شخص کو، جس نے آپ ﷺ کے پاس حضرت معاذ بن جبلؓ کی شکایت کی تھی۔

۸۳۵- [ہم نے بطریق احمد بن محمد طلمنکی از ابن مُفَرِّج از محمد بن ایوب از احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار از محمد بن معمر از ابوبکر عبد الکبیر بن عبد المجید حنفی روایت کیا کہ] اسامہ بن زید نے فرمایا کہ میں نے معاذ بن عبد اللہ بن خبیب[1]

[1] خُبَیْب، تصغیر کے ساتھ ہے، یہ عجیب بات ہے کہ ابن حزم اس سند کے ساتھ حجت پکڑ رہے ہیں جس میں اسامہ بن زید لیثی ہے جس کے بارے میں الاحکام جلد ۵ ص ۱۳۶ میں لکھ چکے ہیں کہ ضعیف ہے اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا اور اس سے مروی حدیث پر یہ مکذوب ہونے کا حکم لگا چکے ہیں حالانکہ آپ کا یہ حکم غلط تھا، پھر اس سند میں معاذ بن عبد اللہ بن خبیب بھی ہے اور ابن حجر نے آپ ہی سے ان کے بارے میں نقل کیا ہے کہ یہ مجہول ہے، تو کیا اب آپ کے نزدیک اسامہ ضعیف کے بجائے قوی اور ابن خُبَیْب مجہول کے بجائے معروف ہو گئے ہیں؟

سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے سنا کہ حضرت معاذ نے ایک حدیث بیان کی اس میں ہے کہ سلیم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں ایسا آدمی ہوں کہ سارا دن کام کرتا ہوں اور شام کو اونگھ آنے لگتی ہے، عشاء کو حضرت معاذ دیر سے آتے ہیں۔ اور ایک رات انہوں نے بہت تاخیر کر دی تو میں نے علیحدہ ہو کر نماز پڑھ لی۔۔۔۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ سلیم غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ (کشف الاستار ۱/۲۵۶)

(۳) آنحضرت ﷺ تو یہ ارشاد فرمائیں کہ "جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے، تو پھر فرض کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں ہوتی" اور فرمان باری تعالیٰ بھی یہ ہو کہ:۔

وَسَارِعُوٓا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ اور اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف لپکو۔

(آلِ عمران-۱۳۳)

پھر حضرت معاذؓ۔ جو دین کا بہت زیادہ علم رکھنے والوں میں سے ہیں ـــــ اپنی فرض نماز کو ضائع کر کے نفل کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں یعنی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرض نماز کے لیے اقامت کہی گئی ہو، حضور ﷺ جیسا امام ہو اور حضرت معاذؓ محض ابوحنیفہؒ و مالک کی رائے کی اتباع کے باعث فرض کو چھوڑ کر نفل کی ادائیگی میں مصروف ہو جائیں، ایسا کہنا تو صریحاً گمراہی ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت معاذؓ کو محفوظ رکھا تھا۔

(۴) یہ بالکل بے ہودہ تاویل ہے، جسے حضرت معاذ کی طرف منسوب کرتے ہوئے انہوں نے شرم و حیا کو بالکل بالائے طاق رکھ دیا ہے اور یہ تاویل بھی ایسی ہے، جو خود ان کے نزدیک بھی جائز نہیں اور وہ یہ کہ فرض نماز تیار ہو مگر بعض نمازی جنہوں نے ابھی تک اس فرض کی ادائیگی نہیں کی ہے، نفل نماز کی نیت کر کے امام کے ساتھ شریکِ جماعت ہو جائیں، بہر حال انہوں نے حضرت معاذؓ کی نسبت ایک ایسی بات کہہ دی ہے جو نہ ان کے نزدیک جائز ہے اور نہ دوسروں کے نزدیک! یہ ایک انتہائی برا فتنہ ہے جو عقل اور دین کو ختم کر دینے والا ہے، معلوم نہیں جو چیز بجائے خود ان کے نزدیک جائز نہیں، اسے حضرت معاذؓ کی طرف منسوب کرتے ہوئے

کونسی راحت نصیب ہوئی ہے!

(۵) تم اس بات کو تو جائز نہیں سمجھتے کہ فرض پڑھنے والے امام کے پیچھے نفل پڑھے جائیں یا نفل پڑھنے والے امام کے پیچھے فرض ادا کیے جائیں کیونکہ تمہارے نزدیک امام اور مقتدی کی نیتوں میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے، تو اب تم نے یہ کیونکر جائز قرار دے دیا کہ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے پیچھے نفل نماز پڑھیں جبکہ آپ فرض ادا فرما رہے ہوں۔ شریعت یا عقل کے اعتبار سے ان دو باتوں میں کیا فرق ہے؟

یہاں یہ ایک صورت پہ دوسری کو قیاس کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی کو اس پہ قیاس کیوں نہ کر لیا کہ نفل حج ادا کرنے والے کے پیچھے فرض حج کی ادائیگی جائز ہے، وقوف، افاضہ اور دیگر تمام مناسک کی ادائیگی میں اس امام کی اقتدا جائز ہے۔ اگر قیاس کی کوئی صورت حق ہو سکتی ہے، تو یہ نہایت احسن اور اصح صورت ہے حالانکہ یہ بزعم خویش اصحاب قیاس ہیں لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہ سنن کو چھوڑ کر محض اپنے نفسوں کے پجاری بنے ہوتے ہیں۔ طلب سنن کے ساتھ اشتغال و اعتنا کو یہ کیوں لازم نہیں پکڑتے!

وللحمد للہ علی عظیم نعمتہ۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ملمع سازی سے کام لیتے ہوئے، کچھ ایسی گفتگو کی ہے جو شعبدہ بازوں کے کلام سے مشابہت رکھتی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے فرق یہ بتایا ہے کہ نفل کے بعض اسباب فریضہ کے اسباب جیسے ہوتے ہیں اور جس نے کسی ایسی نماز کو شروع کر لیا جسے شروع کرتے ہوئے کوئی نیت نہ تھی تو اس کی نماز نفل ہوگی!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا کلام ہے کہ سامع تو کیا شاید متکلم بھی اس کا مفہوم نہ سمجھتا ہو، اسکے قائل کا صحیح مقام ہسپتال ہے، جس میں اس کے دماغ کا علاج کیا جائے اس سے یہ بھی کہا جائے گا کہ اس کلام کو دونوں معاملوں کے درمیان مساوی کر کے دیکھو، کیا تم پھر بھی قبول کر لو گے؟ یہ بات ہی سرے سے باطل اور کذب ہے کیونکہ جو شخص کوئی

نیت کیے بغیر نماز شروع کر لیتا ہے، تو وہ نماز ہی نہیں پڑھتا اور نہ اس طرح نماز پڑھنے کا اسے کوئی ثواب ملے گا کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "وإنما لكل امرئ ما نوى" (بخاری وغیرہ)

ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ اس ہذیان و یاوہ گوئی کرنے والے کی بات کی کوئی اہمیت نہیں، دین میں اہمیت صرف حضور اقدس ﷺ کے کلام ہی کو ہے۔

پھر اگر یہ حدیث صحیح بھی ہو، جو بطریق معاذ بن رفاعہ مروی ہے، تو پھر بھی ان کے مطلب کی نہیں کیونکہ اس کا معنی بالکل واضح ہے آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کہ "إما أن تخفف عن قومك أو اجعل صلاتك معي" کا معنی یہ ہے کہ "اگر تم نے نماز پڑھاتے ہوئے تخفیف سے کام نہیں لیا تو اپنی قوم کو نماز ہی نہ پڑھاؤ بلکہ اسی پر اکتفا کر لو، جو میرے ساتھ پڑھتے ہو"، ان الفاظِ نبوی کا صرف یہی مفہوم ہے، اس کے سوا اور کچھ نہیں۔

بعض نے ملمع سازی سے کام لیتے ہوئے یہ روایت بھی پیش کی ہے جو بطریق قتادہ از عامر احول[1]، از عمرو بن شعیب از خالد بن ایمن معافری[2] روایت ہے کہ مضافات والے اپنے اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی، تو آپ نے اس سے منع فرما دیا کہ وہ دن میں ایک نماز کو دوبارہ پڑھیں۔ (طحاوی ۱/ ۱۸۷)

اس سلسلہ میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جسے میری طرف ابو سلیمان داؤد باب شاذ بن داؤد مصری[3] نے لکھ کر بھیجا فرمایا کہ ہم سے عبدالغنی بن سعید ازدی حافظ نے از ہشام بن محمد بن قرۃ رعینی از ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی از حسین بن نصر از یزید بن ہارون از حسین معلم از عمرو بن شعیب از سلیمان بن یسار روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابن عمر کے پاس مقام بلاط

---

[1] پورا نام عامر بن عبدالواحد احول بصری ہے، یہ عمرو بن شعیب سے روایت کرتے ہیں، عاصم بن سلیمان احول ان کے علاوہ اور شخصیت کا نام ہے، قتادہ دونوں سے روایت کرتے ہیں [2] یہ خالد بن ایمن تابعی ہیں، ابن عبدالبر، ابن اثیر اور ابن حجر نے ایسا ہی کہا ہے [3] محلّی کے دونوں نسخوں میں شاذ ہے مگر ایک نسخہ میں ساد ہے، معلوم نہیں کہ صحیح کیا ہے۔

میں گیا تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا، آپ ان کے ساتھ کیوں نہیں پڑھتے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے خیمہ میں پڑھ لی ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ فرض نماز کو دن میں دو بار پڑھا جائے[1]

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ جب فرض نماز کو دن میں دو بار پڑھتے تھے اس وقت مباح تھی مگر پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ :۔

"ابن عمر کی حدیث تو صحیح ہے، مگر خالد بن ایمن کی روایت کہ وہ حدیث ساقط ہے کیونکہ مرسل ہے" اور پھر یہ کہ ان دو روایتوں میں کوئی ایسی چیز نہیں، جو ان کے لیے حجت بن سکے۔ پہلی بات تو یہ کہ یہ قائل ہی جھوٹا ہے کبھی بھی یہ جائز نہ تھا کہ ایک فرض نماز کو فرض سمجھتے ہوئے دن میں اس کی دوبار ادائیگی کی جائے۔ کیونکہ اس بارے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں فرض کی تھیں ہاں البتہ وتر میں اختلاف ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں فرض کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اگرچہ پانچ ہیں مگر میں ان کا ثواب پچاس کے برابر دوں گا۔ (مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ) گویا اس ملمع ساز کی ملمع سازیاں باطل ہو گئیں!

(۶) آخری وجہ یہ ہے کہ حدیث کا معنی ایک ہی ہے اور وہی حق ہے اور یہ کبھی بھی جائز نہیں اور نہ ہی ہم نے کبھی یہ کہا ہے بلکہ اللہ کی پناہ کہ ہم یہ کہیں کہ ایک دن میں کوئی نماز دوبارہ پڑھی جا سکے، ہم نے تو یہ عرض کیا ہے کہ نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے فرض اور فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہے۔ اور اسی طرح فرض پڑھنے والے کے پیچھے دوسرے فرض بھی پڑھے

[1] مصنف نے بطریق طحاوی اس طرح روایت کیا ہے، شاید یہ کسی دوسری کتاب میں ہے، معانی الآثار جلد ا صفحہ ۱۰۸ میں جو اس سند سے روایت ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "عن سلیمان مولیٰ میمونة" الخ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۲۶ میں بطریق یزید بن زریع از حسین معلم ہے، نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۸ میں بطریق یحییٰ بن سعید از معلم ہے۔ بلاط مدینہ کے قریب ایک معروف مقام ہے

جا سکتے ہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور ہر آدمی کے لیے صرف وہی کچھ ہے جس کی وہ نیت کرے" (بخاری وغیرہ) آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرامؓ میں سے کبھی بھی کسی نے اس سے منع نہیں کیا۔

یہ لوگ جو اس بات کے جواز کے قائل ہیں کہ ایک نماز کو دن میں دو بار ادا کیا جا سکتا ہے، مالکی تو یہ کہتے ہیں کہ وقت کے اندر نماز کو دوہرایا جائے، اور جو شخص ایک نماز کے وقت میں کسی دوسری کو یاد کرے، وہ پہلے موجودہ نماز کو پڑھے اور پھر اس کو جو اسے یاد آئی ہو، پھر اس کو دوبارہ پڑھے جو وہ پہلے بھی پڑھ چکا ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے۔

تعجب ہے کہ یہ حضرات ابن عمرؓ کے قول وعمل سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ اسی مسئلہ میں انہوں نے ابن عمرؓ کی مخالفت کی ہے۔ بعض نے ایک ایسا قول کہا ہے جو پہلے ہی کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قبیح ہے اور وہ یہ کہ حضرت معاذؓ یہ اس لیے کیا کرتے تھے کہ ان دنوں وہ لوگ حافظ قرآن نہ تھے!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس قول کا قائل اللہ کریم سے ڈرتا یا کذب سے حیا کرتا تو وہ باطل کی مدد اس طریقہ سے نہ کرتا جو اس سے بھی زیادہ باطل ہے اگر یہ شخص حضرات صحابہ کرامؓ کی قدر ومنزلت اور ان کے علمی مقام ومرتبہ سے آگاہ ہوتا تو یہ بات نہ کہتا کیونکہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ حبشی، ترکی، صقلی، رومی اور یہودی وغیرہ جب مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں تو ایک جمعہ بھی گزرنے نہیں پاتا مگر ان کے مرد اور عورتیں سورہ فاتحہ اور قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ اور اتنی سورتیں جن سے نماز پڑھ سکیں، ضرور یاد کر لیتے ہیں۔ لیکن اس بے شرم وجاہل نے قطعاً حیا محسوس نہیں کیا اور انصار کے ایک عظیم خاندان اور ان کے چھوٹے خاندانوں یعنی بنوسلمۃ و بنو اُدَیّ[1] کی طرف یہ بات

---

[1] اُدَیّ، حضرت معاذؓ کے اجداد میں سے ہیں۔ آپکا سلسلۂ نسب اس طرح ہے مُعاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائذ بن عدی بن کعب بن عمرو بن اُدَیّ بن سعد بن علی خزرجی، اُدَی سَلِمہ بن سعد کے بھائی ہیں، اس اُدی کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا جیسا کہ شارح قاموس نے "روض" سے نقل کیا ہے، ان میں سے جنکی سب سے آخر میں وفات ہوئی وہ عبدالرحمٰن بن معاذ بن جبل ہیں بنوسَلِمۃ انصار کا بڑا خاندان اور ان کے برادران چچازاد بنواُدَی چھوٹا خاندان ہیں ملاحظہ فرمایئے المشتبہ للذہبی صفحہ ۸، طبقات ابن سعد جلد ۳ ق ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۲۰ شرح القاموس جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۔

منسوب کر دی کہ گویا انہوں نے نماز کے لیے قطعاً کوئی اہتمام ہی نہیں کیا حالانکہ ان میں سے تین آدمی تو ہجرت سے دو سال اور کچھ ماہ قبل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، جبکہ باقی سب حضرات بھی ہجرت سے کافی دیر پہلے مسلمان ہو گئے تھے لیکن تعجب کہ اس قائل کے بقول اتنا عرصہ گویا انہوں نے اسی طرح گزار دیا اور قرآن مجید کا اتنا حصہ بھی یاد نہ رکھا جس سے نماز کی امامت کے فرائض ہی سرانجام دے لیتے حالانکہ عربی ان کی مادری زبان تھی اور یہ لوگ دینی بصیرت کے حامل تھے اَللّٰھُمَّ الْعَنْ مَنْ لَا یَسْتَحِیْ مِنَ الْمُجَاھَرَةِ بِالْبَاطِلِ وَالْکِذْبِ الْمَفْضُوْحِ!

جہلاء کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ مسجد بنی سلمہ، جس میں حضرت معاذ بن جبل رضی امامت کے فرائض سرانجام دیا کرتے تھے کہ اس میں تیئس[۳] تو وہ صحابہ کرام رضی نماز پڑھا کرتے تھے، جنہیں بیعت عقبہ کا شرف حاصل تھا اور تینتالیس[۴۳] ایسے تھے، جنہیں غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت میسر آئی تو کیا ان فضلاء صحابہ کرام میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا، جسے اتنا قرآن مجید حفظ ہو کہ وہ نماز پڑھا سکے۔ اس مسجد میں نماز ادا کرنے والے حضرات صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبداللہ، آپ کے والد، کعب بن مالک ابوالیسر[۱]، حباب بن منذر، معاذ، معوذ، خلاد، بنو عمرو بن جموح، عقبہ بن عامر بن نابی[۲]، بشر بن براء بن معرور جبار بن صخر رضی اللہ عنہم اور دیگر اہل علم و فضل کے اسماء گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

نہایت صحیح ترین طریق سے روایت ہے کہ حضرت کعب بن مالک[۳] فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے قبل ہی میں نے قرآن کریم کی بہت سی سورتیں حفظ کر لی تھیں۔

---

[۱] ابوالیسر کا نام کعب بن عمرو بن عباد بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی ہے۔ طبقات جلد ۳ ق ۲ ص ۱۱۸، ۱۴۰۔

[۲] نابی کا نام نابی بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد ہے۔ طبقات جلد ۳ ق ۲ ص ۱۱۰

[۳] کعب بن مالک، ان تین سعادت مندوں میں سے ہیں جو جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے باعث جن کی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی تھی۔ پورا قصہ صحیحین وغیرہ میں ہے۔

یہ جھوٹ ہے جسے اس جاہل نے پیش کیا ہے محض ایک دعویٰ ہے، جسے اس نے خود ہی افتراء کیا ہے، یہ ایسی غلط بات ہے کہ صحیح تو کجا، ضعیف روایات میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کی غلط اور حد درجہ فرضی باتوں کو درخور اعتنا سمجھا جائے، ہمارا مقصد اس قسم کی باتیں بنانے والوں کی رسوائی، ضُعفاء کو تنبیہ اور تقربِ الٰہی کا حصول ہے۔

ہم ایک بار پھر ان سے کہیں گے کہ فرض کرو کہ یہ مکذوبہ بات اسی طرح ہو، جس طرح تم کہہ رہے ہو تو پھر کیا تمہارے نزدیک یہ صورت جائز ہوگی۔ کیا تم یہ تسلیم کر سکتے ہو کہ مسلمانوں میں سے ایک جم غفیر ہو اور ان میں ایک شخص کے سوا اور کوئی بھی اتنی صلاحیت نہ رکھتا ہو کہ اسے اتنا قرآن مجید یاد ہو کہ جماعت کرا سکے؟ اور یہ بھی کہ ایک پہلے دوسروں کے ساتھ نماز پڑھ کر آئے اور پھر خود جماعت کرائے؟ یقیناً ان کا جواب ہوگا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا تو ہم ان سے عرض کریں گے کہ پھر ایک جھوٹی بات گھڑنے میں تمہیں کیا راحت ملی جب کہ تم اس سے اپنی فاسد تقلید کے نتیجے بھی نہ سی سکے؟۔

پھر ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ تم جس محل پہ چاہو اس روایت کو محمول کر لو لیکن ہمارا یہ سوال بدستور برقرار رہے گا کہ کیا آنحضرت ﷺ نے اسے سکھا کہ اس سے اقرار نہ لے لیا تھا؟ تو پھر تم آنحضرت ﷺ کے فعل و حکم کو باطل کرنے کے درپے کیوں ہو؟

بعض حضرات نے حدیثِ جابرؓ و ابو بکرہؓ کے سلسلہ میں اپنی رسوائیوں پہ یوں پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ شاید یہ نماز میں قصر کا حکم نازل ہونے سے قبل کا واقعہ ہو؟ یا شاید پھر کسی ایسے سفر میں پیش آیا ہو جس میں نماز قصر نہیں کی جاتی؟

ہم عرض کریں گے کہ یہ بھی ایک دوسرا جھوٹ اور سراسر باطل بات ہے کیونکہ حضرت ابو بکرہؓ متاخر الاسلام ہیں، مدینہ طیبہ میں انہوں نے کبھی کسی خوف یا صلوٰۃ خوف کا مشاہدہ نہیں کیا تھا بلکہ مدینہ کے قرب و جوار میں بھی ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مقام نخل و ذات الرّقاع میں پیش آیا اور یہ دونوں جگہیں مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت سے بھی زیادہ دُور ہیں اور یہ بھی صحیح روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں نماز کی

دو دو رکعتیں پڑھنے کا حکم نازل ہوا تھا، ہجرت کے بعد حضر کی نماز کو تو مکمل کر دیا گیا مگر سفر کی نماز بدستور دو رکعت ہی رہی۔ (کتب صحاح سنن والمسانید)

اس وضاحت سے متفق علیہ سنن سے ثابت شدہ حقائق کے ابطال کے لیے انہوں نے جو جو تاویلیں پیش کی تھیں، ان سب کا تار پود بکھیر دیا گیا ہے، پھر آنحضرت ﷺ کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو عمل تھا، وہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔

بطریق حماد بن سلمۃ، از داؤد بن ابی ہند، از عمار عنبری مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک عامل مقام کسکر (فارس کا ایک علاقہ) میں لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاتے کے بعد سلام پھیر دیتا، پھر دو رکعتیں اور پڑھاتا اور سلام پھیر دیتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ خبر پہنچ گئی اور انہوں نے خود بھی آپ کی خدمت میں لکھا کہ میں اپنے اہل وعیال سے تو الگ تھلگ ہوں لیکن چونکہ میں دشمن کے بالمقابل نہیں ہوں، اس لیے میں نے یہ طریق نماز اختیار کیا ہے کہ لوگوں کو دو رکعتیں پڑھانے کے بعد سلام پھیر دیتا ہوں، پھر دو رکعتیں اور پڑھاتا ہوں اور سلام پھیر دیتا ہوں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم ٹھیک کرتے ہو۔

بطریق حمید بن ہلال از عبداللہ بن صامت روایت ہے کہ ہم صحابئ رسول حضرت حکم بن عمرو غفاری کے ساتھ ایک لشکر میں تھے آپ ہمیں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور سامنے ایک نیزہ تھا لیکن صفوں کے آگے سے گدھا گزر گیا، تو آپ نے نماز دوہرا دی اور فرمایا کہ میرے سامنے تو سترہ تھا لیکن جنکے سامنے سترہ نہیں تھا، ان کے سبب سے میں نے نماز دوہرا دی ہے... الحدیث (عبدالرزاق ۲/۱۸)

یہ ایک صحابی رسول کا عمل ہے کہ انہوں نے فرض پڑھنے والوں کی امامت کی۔

بطریق حماد بن سلمہ از داؤد بن ابی ہند، از عطاء خراسانی مروی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ مسجد دمشق میں تشریف لائے جبکہ لوگ نمازِ عشاء پڑھ رہے تھے مگر آپ کو ابھی تک نمازِ مغرب پڑھنا تھی، چنانچہ آپ ان کے ساتھ ہی جماعت میں شریک ہو گئے جب انہوں نے اپنی نماز مکمل کر لی تو آپ نے کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لی اس طرح آپ نے تین رکعتیں تو مغرب کی شمار کر لیں اور دو رکعتوں کو

نفل تصور کر لیا۔ قتادہ نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ پھر اس کے بعد آپ نے نمازِ عشاء پڑھی (عبدالرزاق ۲/۷)

از معمر، از قتادہ، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جو شخص رمضان المبارک میں مسجد میں آتے، جب لوگ نمازِ تراویح پڑھ رہے ہوں اور اس نے ابھی نمازِ عشاء نہ پڑھی ہو اور لوگوں کی بھی صرف دو رکعتیں ہی باقی رہ گئی ہوں، تو انہیں نمازِ عشاء کی نیت سے شریکِ جماعت ہو کر ادا کرے (عبدالرزاق ۲/۹)

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ جو شخص کسی ایسی جماعت کے ساتھ نماز ادا کر رہا ہو کہ ان کا ارادہ تو نمازِ عصر کا ہے مگر اس نے ابھی ظہر پڑھنی ہے، تو یہ ظہر کی نیت کے ساتھ جماعت میں شریک ہو جائے، اس کی اپنی نیت اور ان کی اپنی نیت، حضرت عطاء خود بھی اس طرح کر لیا کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ سے بھی اس طرح مروی ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۶)

حضرت طاؤس سے بھی روایت ہے کہ جب لوگ قیام میں مصروف ہوں اور کسی نے ابھی تک عشاء کی نماز نہ پڑھی ہو تو وہ ان کے ساتھ شامل ہو کر نماز پڑھ لے اور اسے فرض شمار کرے (عبدالرزاق ۲/۶)

ابن جریج نے عطاء سے اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم سے اور عبداللہ بن طاؤس نے اپنے والد سے اس مسئلہ کو اسی طرح روایت کیا ہے یعنی یہ مسئلہ ان جلیل القدر ثقات ائمہ کرام سے بھی مروی ہے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

"گذشتہ سطور میں جن صحابہ کرامؓ کا تذکرہ ہوا، ان کی کسی دوسرے صحابی سے مخالفت منقول نہیں ہے، اس قسم کی بات کو مقلدین اس وقت بہت اچھالا کرتے ہیں، جب ان کی تقلید کے موافق ہو۔"

"اس مسئلہ میں امام اوزاعیؒ، شافعیؒ احمد بن حنبل، ابو سلیمان اور جمہور اصحاب الحدیث کا قول بھی ہمارے قول کے مانند ہے، وباللہ تعالیٰ التوفیق۔"

## ۴۹۵۔ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت

اگر کچھ حضرات مسجد میں اس وقت آئیں جب امامِ راتب فرض نماز

کی جماعت کرا چکا ہو انہوں نے ابھی تک نماز نہ پڑھی ہو، تو پھر سے دوبارہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اذان و اقامت وہی کفایت کر جائے گی، جو پہلے کہی گئی ہے، اگر اذان و اقامت کو بھی دُوہرا لیا جائے تو بہتر ہے۔ حکم صرف نماز کی باجماعت ادائیگی کا ہے۔ اذان و اقامت ہر اس شخص کے لیے کفایت کر سکتی ہے جو اس نماز کے وقت مسجد میں حاضر ہو، جس کے لیے یہ کہی گئی ہوں یا بعد میں آئے۔ احمد بن حنبلؒ اور ابو سلیمانؒ وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔

**امام مالکؒ کا مذہب** امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں دوبارہ جماعت نہیں ہو سکتی اِلاّ یہ کہ امام راتب موجود ہو۔ آپ کے بعض مقلدین نے دلیل یہ دی ہے کہ آپ نے اہلِ ہوس کے سدِّباب کے لیے یہ فرمایا ہے۔

**امام ابن حزمؒ کا تبصرہ** اہلِ ہوس تو ہمارے اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہی نہیں بلکہ وہ تو اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیتے ہیں۔ مساجد میں یہ لوگ نمازیں پڑھتے ہی نہیں، نہ امام کے ساتھ شروع کر کے اور نہ امام کے بعد۔ پس اس احتیاط کی کوئی وجہ نہیں، انہوں نے عجلت سے کام لیتے ہوئے اس سے روک دیا ہے اور ایک ایسے خدشہ کا اظہار کیا ہے، جس کی کوئی حقیقت نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی باجماعت ادائیگی کو فرض قرار دیا تھا۔ مجھے یونس بن عبداللہ قاضی نے یہ خبر دی کہ محمد بن یبقی بن زرب قاضی[1] جب مسجد میں تشریف لاتے اور اگر امام راتب جماعت کرا چکا ہوتا اور انہوں نے ابھی تک وہ نماز نہ پڑھی ہوتی تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں باجماعت نماز ادا کر لیتے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کے لیے مسجد کے ایک کونہ کا انتخاب بھی عجیب ہے۔

امام ابن حزمؒ مزید فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی شخص کسی عذر کے بغیر قلتِ اعتناء، خواہشِ نفس یا امام کے ساتھ دشمنی کے باعث باجماعت نماز کی ادائیگی نہیں کرتا، تو ہم اسے ایسا کرنے سے منع کریں گے

---

[1] یہ قرطبہ کے رہنے والے مالکی فقیہ و قاضی ہیں ان کا ترجمہ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۱۱ میں ہے ان کی تاریخ وفات ۳۸۱ھ ہے۔ ابو الاشبال۔

اور اگر باز نہ آیا تو آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کے گھر کو جلا دیں گے۔

تعجب ہے کہ مالکی یہ کہتے ہیں کہ اگر اس طرح دوبارہ باجماعت نماز ادا کر لیں، تو ان کی نماز ہو جاتے گی مسلمانو! اللہ کے لیے غور کرو کہ انہوں نے باجماعت نماز کی ادائیگی سے جو منع کیا ہے، اس سے انہیں کیا راحت ملی بجز اس کے کہ انہوں نے ایک ایسے عمل سے منع کر دیا جو ستائیس درجہ زیادہ اجر و ثواب کا باعث تھا۔ پھر وہ نماز بھی ہو جاتے گی اس سے بڑھ کر کوئی فاسد قول نہیں ہو سکتا۔

بطریق سفیان ثوری، از یونس بن عُبَیْد از جعد ابی عثمان[1] مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے مگر اس وقت جماعت ہو چکی تھی، آپ نے اقامت کہہ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ باجماعت نماز ادا فرمائی۔ (فتح الباری ۲/۱۰۹ و عبدالرزاق ۲/۲۹۲ و ابن ابی شیبہ ۲/۳۲۱ و بیہقی ۱/۴۰۷)

ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ کے ساتھ اس وقت دس رفقاء تھے آپ نے اذان و اقامت کے بعد جماعت کرائی۔ (عبدالرزاق ۲/۲۹۱)

ایک اور روایت میں ہے جو بطریق معمر و حماد بن سلمہ از ابی عثمان، از حضرت انس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حماد نے مسجد کا نام بھی لیا اور کہا کہ یہ واقعہ مسجد رفاعہ میں پیش آیا۔ (بیہقی ۳/۷۰)

ابن جریج سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عطاء کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر دن یا رات کی کسی نماز کی جماعت ہو جانے کے بعد کچھ لوگ مسجد مکہ میں آئیں، تو کیا ان میں سے کوئی امام بن کر جماعت کرا دے؟ انہوں نے فرمایا "جی ہاں! اس میں کوئی حرج نہیں" (عبدالرزاق ۲/۲۹۱)

سفیان ثوری، عبداللہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ مسجد میں جماعت ہو چکی تھی مگر اس کے بعد میں نے ابراہیم کی امامت میں نماز ادا کی، آپ نے مجھے اپنی دائیں طرف کھڑا کر لیا تھا اور اذان و اقامت بھی نہ کہی۔ (عبدالرزاق ۲/۲۹۲)

مَعْمَر فرماتے ہیں کہ میں مکہ سے لے کر بصرہ تک کے سفر میں ایوب سُختیانی کے ساتھ،

---

[1] جعد ابی عثمان کا نام جعد بن دینار یشکری بصری ہے۔

ایک چشمہ والوں کی مسجد کے پاس سے گزرا، تو جماعت ہو چکی تھی، ایوب نے اذان و اقامت کہی اور پھر آگے بڑھ کر جماعت کرا دی۔ (عبدالرزاق ۲/۲۹۲)

حماد بن سلمہ، عثمان بتیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حسن بصریؒ اور ثابت بنانیؒ کے ساتھ ایک ایسی مسجد میں گیا، جس میں نماز باجماعت ادا کی جا چکی تھی، ثابت نے اذان و اقامت کہی اور حسنؒ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ میں نے عرض کیا" ابوسعید! کیا یہ مکروہ تو نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس میں کوئی حرج نہیں!

اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ میں سے بھی کسی نے حضرت انسؓ کی مخالفت نہیں کی تھی!

۸۳۱۔ [ہم نے بطریق ابی بکر بن ابی شیبۃ از عبدہ بن سلیمان از سعید بن ابی عروبۃ از سلیمان اسود ناجی[1] از ابی متوکل علی بن داؤد ناجی روایت کیا کہ] حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا چکے تھے کہ ایک آدمی مسجد میں آیا، آپ نے فرمایا کوئی ہے، جو اس پر صدقہ کرے؟ ایک آدمی کھڑا ہو گیا اور اس نے اسے جماعت کرا دی[2]

اگر ہمارے مخالفین کو اس طرح کوئی مضبوط دلیل مل جاتی، تو اسے لے کر ایک دم اُڑ پڑتے۔

## ۴۹۶۔ دوبارہ نماز باجماعت کی ایک اور صورت

جب دو یا دو سے زیادہ آدمی مسجد میں آئیں اور وہ دیکھیں کہ امام صاحب کچھ نماز پڑھا چکے ہیں، تو انہی کے ساتھ شریک ہو جائیں، جب امام سلام پھیر دے تو پھر ان کے لیے افضل یہ ہے کہ جب اس نماز کے فوت شدہ حصہ

---

[1] محلّٰی کے دونوں قلمی نسخوں میں اس طرح ہے، ابن حبان نے بھی نام اسی طرح بتایا ہے لیکن اصح بات یہ ہے کہ یہ نام سلیمان اسود ہے، حاکم نے ان کی ولدیت سُحَیم ذکر کی ہے[2] ترمذی جلد ا ص ۴۲۶ آپ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ ابوداؤد جلد ا ص ۲۲۴، ۲۲۵، حاکم جلد ا ص ۲۰۹، صحیح ہے مسلم کی شرائط کے مطابق ہے، ذہبی نے بھی یہی کہا ہے۔ شوکانی نے جلد ۳ صفحہ ۱۸۵ میں اسے احمد، بیہقی اور ابن حبان کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ابن ابی شیبۃ ۲/۳۲۲)

کی تکمیل کے لیے کھڑے ہوں، تو اپنے میں سے ایک کو امام بنالیں اور اس کی اقتدا میں باقی نماز باجماعت ادا کریں کیونکہ انہیں باجماعت نماز کی ادائیگی کا حکم ہے اگر الگ الگ نماز کی ادائیگی کے سلسلہ میں نص نہ ہوتی، تو ان کی یہ نماز جائز نہ ہوتی۔

بطریق عبدالرزاق از ابن سلیمان تیمی مروی ہے کہ لیث نے فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کی معیت میں ابن سابط[1] کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ امام سجدہ کی حالت میں ہے، بعض نے تو سجدہ کر لیا اور بعض ابھی سجدہ کی تیاری کر رہے تھے، امام کے سلام کے بعد ابن سابط نے اپنی جماعت کو کھڑے ہو کر نماز پڑھادی میں نے عطاء سے یہ ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اسی طرح ٹھیک ہے، میں نے عرض کیا کہ یہ ہمارے ہاں اس طرح نہیں کرتے، انہوں نے فرمایا کہ ڈرتے ہیں۔ (عبدالرزاق ۲/۲۹۳)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ لوگ متاخر ظالم بادشاہوں کے اعمال کی پابندی کرتے رہے ہیں۔

معمر، قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو لوگ مسجد میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائیں، جب باقی کی قضا کے لیے کھڑے ہوں، تو ان میں سے کوئی صف میں کھڑے ہو کر امامت کے فرائض سرانجام دے!

[1] لیث سے مراد لیث بن سلیم اور ابن سابط سے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن سابط ہے جو تابعی ہیں ۱۱۸ھ میں فوت ہوئے۔

## ۴۹۷۔ محراب بنانا مکروہ، صفائی واجب اور خوشبو مستحب ہے

مساجد میں محراب بنانا مکروہ ہے ان کی صفائی واجب اور ان میں خوشبو لگانا مستحب ہے، مساجد کے ملازمین سے جو شخص کمائی اور تصرف سے بے نیاز ہو اس کے لیے مساجد ہی میں رہنا مستحب ہے۔ محراب بنانا بدعت ہے آنحضرت ﷺ آگے بڑھ کر اکیلے ہی کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور آپ کے پیچھے پہلی صف بن جاتی۔

۸۳۲ [ہمیں بطریق عبدالرحمٰن ہمدانی از ابراہیم بن احمد بلخی از فربری از بخاری از سعید بن عُفیر از لیث بن سعد از عُقیل از ابن شہاب مروی ہے کہ] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ بروز دوشنبہ مسلمان نماز فجر ادا کر رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے، اچانک رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے پردہ کو سرکا کر دیکھا کہ مسلمان صفیں باندھے فریضہ نماز کی ادائیگی میں مصروف ہیں، آپ نے یہ منظر دیکھا تو تبسّم فرمایا، حضرت ابوبکر پیچھے ہٹنے لگے تاکہ پہلی صف میں مل جائیں آپ کا خیال تھا کہ شاید آنحضرت ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں، مسلمان بھی آنحضرت ﷺ کی صحت یابی سے بے پناہ مسرور ہوئے لیکن آپ نے اپنے دستِ مُبارک سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز کو مکمل کر لو، پھر حجرہ میں تشریف لے گئے اور پردہ الٹ دیا۔ (بخاری کتاب الصلاۃ و کتاب المغازی)

اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ محراب میں ہوتے، تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ سکتے جب

آپ نے پردہ اٹھایا تھا، یاد رہے یہ واقعہ اسی دن کا ہے جب آپ کی وفات حسرت آیات ہوئی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مسجد میں محراب بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔[1]

بطریق سفیان ثوری، از منصور بن مُعتمر، از ابراہیم نخعی مروی ہے کہ آپ امام کے طاق میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں سفیان کہتے ہیں کہ ہم بھی اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ (عبدالرزاق ۲/۴۱۲)

مُعتمر بن سلیمان تیمی، اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت حسن رحمہ اللہ، ثابت بُنانی کے پاس تشریف لائے، تو نماز کا وقت ہو گیا ثابت نے کہا "ابو سعید آگے بڑھیے" ا، انہوں نے فرمایا نہیں آپ زیادہ حق دار ہیں، ثابت نے کہا "اللہ کی قسم میں کبھی آپ کے آگے کھڑا نہیں ہوں گا" تو حضرت حسن رحمہ اللہ آگے تشریف لے گئے لیکن آپ نے محراب میں کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھائی، مُعتمر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اور لیث بن ابی سُلیم کو دیکھا کہ دونوں محراب سے الگ ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/۴۱۳)

حضرت کعب سے روایت ہے کہ آخر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے، جن کی عمریں کم ہوں گی، وہ اپنی مساجد کو مزین کریں گے، اور ان میں نصاریٰ کی نقالی کرتے ہوئے محراب بنالیں گے جب وہ اس طرح کے کام کرنے لگ جائیں گے، تو ان پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ محمد بن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ کا قول بھی اسی طرح ہے۔[2]

**مساجد کی صفائی** مسجد کی صفائی کے سلسلہ میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ

(اللہ کی روشنی) ان گھروں میں ہے جن کی عزت کرنیکا اللہ نے حکم دیا ہے اور یہ حکم بھی دیا ہے کہ ان میں اللہ کا نام لیا جائے جس میں صبح و شام اللہ کی پاکی

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۹ میں ہے کہ حضرت علی محراب میں نماز پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ ابو الاشبال۔

[2] احمد شاکر فرماتے ہیں کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنے دعویٰ کے مطابق محرابوں کی کراہت کے بارے میں کوئی صحیح دلیل پیش نہیں فرمائی (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۹ میں حضرت کعب والی روایت بھی ہے اور دوسرے اسناد کے ساتھ یہ روایت مرفوع بھی ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابن حزم رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ حق و مدلل ہے۔ اس کے علاوہ ابراہیم نخعی وغیرہ کا فتویٰ بھی اسی صفحہ میں مذکور ہے۔ ابو الاشبال۔)

تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ ۔ (النور ۳۶-۳۷) ایسے لوگ بیان کرتے ہیں جن کو ذکر الٰہی اور اقامت الصلاۃ سے دنیاوی کاروبار اور خرید و فروخت غافل نہیں کرتے۔

تعجب ہے کہ کچھ لوگ غروب آفتاب سے قبل نماز مغرب اور قبل از زوال نمازِ جمعہ کے لیے تو مساجد میں آنے کو جائز سمجھتے ہیں لیکن دیگر نمازوں کے اوقات سے قبل مساجد میں آنے کو جائز نہیں سمجھتے۔[1]

۸۳۳۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از ابوداؤد از محمد بن علاء از حسین بن علی جُعفی از زائدہ، از ہشام بن عُروہ از پدر خود روایت کیا کہ] اُم المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں، انہیں خوشبو لگائی جائے اور صاف ستھرا رکھا جائے۔ (ابوداؤد ابن ماجہ کتاب الصلوٰۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

"دور" کا لفظ جو اس حدیث میں آیا ہے، تو اس سے مراد محلّے ہیں مثلاً محلّہ بنی عبدالاشہل، محلّہ بنی نجار، آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہر خاندان کے محلہ میں ایک ایک مسجد ہونی چاہیئے"۔

۸۳۴۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شعیب از اسحاق بن ابراہیم بن راھویہ از عائذ بن حبیب از حمید طَویل روایت کیا کہ] حضرت انس نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں قبلہ کی طرف تھوک دیکھا، تو انتہائی ناراض ہوئے حتیٰ کہ ناراضگی کے باعث آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا، یہ دیکھ کر انصاری عورت اٹھی اور اس نے اسے کھُرچ دیا اور وہاں خوشبو لگا دی تب آپؐ نے اس کی تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا۔[2] (نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

## ۴۹۸۔ وہ امور جو مسجد میں مُباح ہیں

مسجد میں ایسی دُنیوی گفتگو جس میں کوئی

---

[1] ابن حزم نے بطور طنز جملہ معترضہ یہ فرمایا ہے چونکہ آیت مذکورہ میں صبح و شام ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ ورنہ اصل مبحث سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (ابوالاشبال)

[2] مسجد و نماز میں تھوکنے کی بحث مسئلہ ۳۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔

گناہ کا پہلو نہ ہو جائز ہے البتہ ذکر الہی میں مشغول رہنا زیادہ افضل ہے مسجد میں اشعار پڑھنا بھی جائز ہیں بچوں کو تعلیم دینا بھی جائز ہے، اسی طرح اس میں رہنا اور رات بسر کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس سے نمازیوں کو تکلیف نہ ہو، ضرورت کے لیے کسی جانور کو مسجد میں لے آنا بھی جائز ہے اور لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کرنا بھی جائز ہے، مسجد سے گزرنا بھی جائز ہے ہاں اگر کسی نے ہاتھ میں کوئی نیزہ بھالا وغیرہ پکڑا ہو تو اسے آگے پھل یا دھار سے پکڑ لینا چاہیے، اگر ایسا نہ کرنے کے باعث کسی کو نیزہ بھالا وغیرہ لگ جائے تو اسے دیت دینا پڑے گی۔

۸۳۵۔[ ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ ہمدانی از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از زکریا بن یحییٰ از عبداللہ بن نُمیر از ہشام بن عُروۃ از پدر خود روایت کیا کہ] حضرت عائشہ نے فرمایا کہ خندق کے دن بازو کی ایک رگ میں حضرت سعد بن معاذؓ کو زخم لگ گیا تھا، آپ نے ان کے لیے مسجد میں ایک خیمہ لگوا دیا تاکہ قریب رہ کر عیادت کر لیا کریں، اسی مسجد میں بنو غفار کے کچھ لوگوں کے لیے بھی ایک خیمہ نصب کیا گیا تھا، انہوں نے جب دیکھا کہ ان کے خیمے میں خون بہہ کر آ گیا ہے، تو وہ گھبرا کر پوچھنے لگے خیمہ والو! یہ تمہارے خیمہ کی طرف سے آ رہا ہے؟ جب انہوں نے جائزہ لیا تو دیکھا کہ حضرت سعد کے زخم سے خون کا فوارہ پھوٹ رہا ہے اور وہ اسی سبب سے وفات پا گئے۔ (بخاری کتاب الصلاۃ و کتاب المغازی مسلم کتاب المغازی ابوداؤد کتاب الجنائز، نسائی کتاب الصلاۃ)

اسی طرح ہے حدیث سوداء یعنی وہ کالی عورت جو مسجد میں رہا کرتی تھی، یہ حدیث بطریق ابواُسامہ، از ہشام بن عُروہ، از پدر خود از حضرت عائشہؓ مروی ہے (بخاری کتاب الصلاۃ) اہل صفہ بھی مسجد ہی میں رہا کرتے تھے۔

۸۳۶۔[ بسند سابقہ از مُسَدَّد از یحییٰ بن سعید قطّانؒ از عبیداللہ بن عمر از نافع ] حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ مجرّد نوجوان تھے اور مسجد میں سو جایا کرتے تھے۔ (بخاری نسائی کتاب الصلاۃ)

۸۳۷۔[ بطریق مالک، از محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل، از عُروۃ، از زینب بنت ابی سلمہ] مروی ہے کہ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بیمار ہوں؟ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے پیچھے

سوار ہو کر طواف کر لو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ و کتاب الحج و کتاب التفسیر، مسلم ابو داؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الحج)

۸۳۸۔ [بسند سابقہ از عبداللہ بن محمد از عثمان بن عمر از یونس از زہری مروی ہے کہ] عبداللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مسجد میں ابن ابی الحدرد سے اپنے قرض کا تقاضا کیا، جس کے باعث ان کی آوازیں بلند ہو گئیں حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے حجرہ میں ان آوازوں کو سنا اور آپ باہر ان کے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کعب! انہیں نصف قرض معاف کر دو، انہوں نے عرض کیا ٹھیک ہے اللہ کے رسول! میں معاف کرتا ہوں، پھر آپ نے ابو حدرد سے فرمایا جاؤ (اب ان کا باقی) قرض ادا کر دو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ، کتاب الصلح کتاب الاشخاص، مسلم کتاب البیوع ابو داؤد کتاب القضاء، ابن ماجہ کتاب الاحکام)

۸۳۹۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از عمرو ناقد و اسحاق بن ابراہیم از ابن عیینہ از زہری از سعید بن مسیب روایت کیا کہ] حضرت حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ، مسجد میں حضرت حسانؓ کے پاس سے گزرے تو وہ شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے ذرا ان کی طرف گھور کر دیکھا تو انہوں نے کہا میں تو اس وقت بھی مسجد میں اشعار پڑھ لیا کرتا تھا جب یہاں تم سے بہتر ہستی جلوہ افروز تھی" الخ۔ (بخاری بدء الخلق مسلم فضائل، ابو داؤد ادب، نسائی الصلاۃ)

۸۴۰۔ [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابراہیم بن موسیٰ از ولید بن مسلم از اوزاعی از یحییٰ بن ابی کثیر روایت کیا کہ] عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں جب نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ یہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی پڑھوں مگر پھر کسی بچے کے رونے کی آواز جب سن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ اس کی ماں کو مشقت میں ڈال دوں۔ (بخاری مسلم ابن ماجہ کتاب الصلاۃ) یہ حدیث بطریق قتادہ از انس بھی مروی ہے (بخاری مسلم ابن ماجہ کتاب الصلاۃ) نیز رسول اللہ ﷺ نے امامہ بنت ابی العاص بن ربیع کو اٹھا کر نماز پڑھی یہ آپ کی لخت جگر زینبؓ کی صاحبزادی

تھی - (بخاری ابوداؤد نسائی موطا کتاب الصلاۃ)

۴۱۸ - [بسند سابقہ از موسیٰ بن اسماعیل از عبدالواحد از ابو بردہ بُرید بن عبداللہ از ابو بُردہ از جد خود عامر بن ابی موسیٰ] حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ہماری مسجدوں یا بازاروں میں سے گزرے اور اس کے ہاتھ میں کوئی نیزہ ہو تو اس کے پھل کو ہاتھ سے پکڑ لے تاکہ کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے - (بخاری کتاب الصلاۃ و کتاب الفتن مسلم کتاب الادب، ابوداؤد کتاب الجہاد، ابن ماجہ کتاب الادب)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں -

وہ حدیث جس میں مسجد میں اشعار پڑھنے کی ممانعت ہے، وہ صحیح نہیں کیونکہ یہ بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اور یہ ایک صحیفہ سے نقل کرتے ہیں[1]

نیز ہم نے ابن عمر، حسن اور شعبی سے مسجد سے گزرنے کے جواز میں روایتیں نقل کی ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۴۰)

## ۴۹۹ - مساجد میں مشرکوں کا داخلہ

مشرکوں کا سب مساجد میں داخلہ جائز ہے البتہ حرم مکہ میں جس میں مسجد حرام اور کچھ دوسرا علاقہ بھی شامل ہے، اس میں کافروں کے لیے ہرگز داخلہ کی اجازت نہیں ہے - امام شافعیؒ اور ابوسلیمان کا بھی یہی قول ہے -

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی داخل ہو سکتے ہیں البتہ ان کے علاوہ دیگر ادیان سے وابستہ لوگوں کو اجازت نہیں ہے -

---

[1] عمرو بن شعیب والی حدیث کو منتقی میں احمد اور اصحاب سنن کی طرف منسوب کیا گیا ہے امام شوکانیؒ نے جلد۲ صفحہ ۱۶۶ ابن امام ترمذیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت حسن ہے، ابن خزیمہ اسے صحیح کہتے ہیں اور یہی درست ہے کیونکہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی روایت کے بارے میں تحقیق یہی ہے کہ یہ روایت صحیح ہوتی ہے بشرطیکہ عمرو بن شعیب تک سند صحیح ہو۔ دونوں روایتوں میں وجہ تطبیق یہ ہو سکتی ہے اچھے اشعار بشرطیکہ نمازیوں کی نماز میں خلل نہ پڑے تو پڑھ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم۔ (ابوالاشبال)

امام مالکؒ کے نزدیک ہر کافر کا کسی بھی مسجد میں داخلہ مکروہ ہے، آپ کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ج (التوبہ - ۲۸)

یقیناً مشرک پلید ہیں لہٰذا اس سال کے بعد خانہ کعبہ کے قریب بھی نہ جائیں۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"اس آیت مبارکہ سے تو صرف مسجد حرام کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے لہٰذا بغیر نص کے دوسری مساجد کو اس میں داخل کرنا جائز نہیں، حرم تو مسجد کی تعمیر سے پہلے بھی تھا بلکہ اب اس میں کچھ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "ساری زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی ہے، (ابن ماجہ وابوداؤد) اس سے معلوم ہوا کہ سارے کا سارا حرم پاک مسجدِ حرام ہے۔

۴۲۸- [ہم سے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عبداللہ بن یوسف از لیث روایت کیا کہ] سعید بن ابی سعید نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا جو خاندان بنو حنیفہ کے ایک فرد ثُمامہ بن اُثال کو پکڑ لایا اور اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا، آنحضرت ﷺ اس کے پاس تشریف لائے تو فرمایا "ثمامہ کیا حال ہے؟ اس نے کہا خیر" ہے جناب! اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو آپ کا قتل کرنا حق ہو گا اور اگر آپ مجھ پر احسان فرمائیں گے تو میں شکر گزار ہوں گا اور اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو جس قدر آپ چاہیں مانگ لیں" اسی حدیث میں ہے کہ تیسرے دن آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ اسے آزاد کر دیا جائے، چنانچہ آزاد ہونے کے بعد وہ مسجد نبوی سے قریب ایک نخلستان میں چلے گئے، غسل کیا اور پھر مسجد میں واپس آکر (اپنے اسلام کا اعلان کرتے ہوئے) کلمہ شہادت پڑھا" اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اور ساتھ ہی اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے عرض کرنے لگے) اے اللہ کے رسول پہلے کیفیت یہ تھی کہ روئے زمین پر آپ کا چہرہ

سب سے بُرا معلوم ہوتا تھا مگر اب ساری کائنات میں آپ کا چہرہ محبوب نظر آتا ہے، پہلے آپ کا دین سب سے زیادہ بُرا محسوس ہوتا تھا مگر اب آپ کا دین سب سے زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر راوی نے بقیہ حدیث بھی بیان کیا۔ (بخاری کتاب الصلاۃ، وکتاب الاشخاص وکتاب المغازی مسلم کتاب المغازی، ابو داؤد کتاب الجہاد، نسائی کتاب الطہارۃ)

اس حدیث سے امام مالکؒ کا قول باطل ہو گیا۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں اور دیگر کافروں میں فرق رکھا ہے اور انہیں الگ الگ بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ — جو لوگ اہل کتاب سے کافر ہوئے اور جو مشرک ہیں وہ دونوں باز رہنے والے نہ تھے۔

(البینة-۱)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئِينَ وَالنَّصَارَىٰ وَالْمَجُوسَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ (الحج-۱۷) — جو ایمان لائے اور جو یہودی ہو گئے اور جو ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک ہوئے اللہ تعالیٰ ان سب میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔

مشرک وہ ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے، وہ نہیں ہوتا جو شریک نہ بنائے۔

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ :-

امام ابو حنیفہؒ کے پاس اس سلسلہ میں اس کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں لیکن یہ آیات دلیل نہیں بن سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ○ — ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔

(الرحمٰن : ۶۸)

حالانکہ انار بھی میوہ ہی ہے، اسی طرح فرمایا۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ (البقرۃ ۹۸)

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرئیل و میکائیل کا دشمن ہوا۔

حالانکہ جبرئیل و میکائیل علیہ بھی فرشتوں میں سے ہیں، اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الاحزاب ۷)

اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل اس صورت میں صحیح ہوتی اگر اس کی کوئی دلیل نہ ہوتی کہ یہود، عیسائی مجوسی اور ستارہ پرست مشرک ہیں کیونکہ معطوف علیہ اور معطوف اس وقت تک جدا جدا ہوتے ہیں جب تک اس بات کی کوئی دلیل نہ ہو کہ وہ دونوں ایک ہی چیز ہیں یا ایک ہی چیز کے بعض اجزا ہیں، پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان دو آیتوں کی نص کے سب سے پہلے مخالف خود امام ابوحنیفہؒ ہیں کیونکہ آپ کے نزدیک مجوسی مشرک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ بیان کیا ہے لہٰذا اس سے ان کا یہ استدلال باطل ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطف کے ساتھ بیان کیا ہے لہٰذا یہ دونوں گروہ الگ الگ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء ۴۸)

اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

اگر یہاں کفر ہوتا اور شرک نہ ہوتا تو اس کا معنی یہ ہوتا کہ شرک کے خلاف اللہ جس کو چاہے معاف کر دے، یہ ایک ایسی بات ہے، جسے کوئی مسلمان بھی نہیں کہہ سکتا۔

۸۴۳۔ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از اسحاق بن راہویہ از جریر بن عبدالحمید از اعمش از ابووائل روایت کیا کہ ] عمرو بن شرحبیل نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول!

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا "یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا فرمایا ہے" اس نے عرض کیا پھر کونسا؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کردو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر و کتاب الادب و کتاب المحاربین و کتاب التوحید، مسلم کتاب الایمان، ابوداؤد کتاب الطلاق، ترمذی کتاب التفسیر)

۴۴۰۔ [بسند سابقہ از عمرو بن محمد بکیر ناقد از اسماعیل بن علیہ از سعید جریری] عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے یہ تین بار فرمایا اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی شہادت یا جھوٹی بات۔ (بخاری شہادات، مرتدین استیذان، ادب، مسلم ایمان، ترمذی برّ و صلہ و شہادات و تفسیر)

۴۴۵۔ [بسند سابقہ از ہارون بن سعید ایلی از ابن وہب از سلیمان بن بلال از ثور بن زید از ابوالغیث] حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سات تباہ کن باتوں سے اجتناب کرو" عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون سی باتیں ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا جادو کرنا، کسی ایسے نفس کا ناحق قتل جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدانِ جنگ سے فرار ہونا اور غافل، مؤمن اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری وصایا، طب، محاربین، مسلم ایمان، ابوداؤد، نسائی وصایا)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ

اگر یہاں کفر ہو اور شرک نہ ہو تو یہ کفر کبیرہ گناہوں سے خارج ہوگا اور والدین کی نافرمانی اور جھوٹی شہادت اس سے بھی بڑے گناہ ہوں گے حالانکہ اس کا کوئی مسلمان بھی قائل نہیں، تو معلوم ہوا کہ صحیح بات یہی ہے کہ ہر کفر شرک اور ہر شرک کفر ہے، یہ دونوں شرعی اصطلاحیں ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی معنیٰ میں استعمال کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ کی یہ بات کہ مشرک صرف وہ ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے، دو وجہ سے صحیح نہیں۔

اول تو اس لیے کہ عیسائی اللہ تعالیٰ کا ایسا شریک مانتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی مانند پیدا کر سکتا ہو اور امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ مشرک ہی نہیں تو یہ ایک کھلا تضاد ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ براہمہ اور یہ کہنے والے کہ یہ عالم ہمیشہ سے رہا ہے اور اس کا ایک خالق ہے، جو ازل سے رہا ہے اور علی بن ابی طالبؓ اور مغیرہ و بزیغ[1] کی نبوت کے قائل اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتے حالانکہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ مشرک ہیں، اس میں بھی واضح طور پر تضاد موجود ہے۔

ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ لغت میں مشرک صرف اسی کو کہیں گے جس پر تشریک کا لفظ واقع ہو سکتا ہو یعنی صرف وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنا دے، تو اس سے یہ بھی لازم آئے گا کہ کافر صرف اسی کو کہا جائے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرے اور اس کی ذات و صفات کا انکار کر دے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقرار کرے اور انکار نہ کرے، اسے کافر نہیں کہا جائیگا، تو اس کا نتیجہ نکلے گا کہ کافر صرف دہریوں کو ہی کہا جائے اور یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور برہمنوں کو کافر نہ کہا جائے کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے اقراری ہیں، اس کے نہ تو امام ابو حنیفہؒ قائل ہیں اور نہ کوئی مسلمان اس کا قائل ہو سکتا ہے۔

کیا جو شخص بھی کسی چیز کو ڈھانپ لے اسے کافر کہا جا سکتا ہے؟ کیونکہ کفر کے لغوی معنی تو ڈھانپنے کے بھی ہیں جب یہ بات باطل ہے کہ ہر ڈھانپنے والے کو کافر کہا جائے، تو اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ کافر و مشرک یہ دو ایسے نام ہیں جو ہر اس شخص کے لیے رکھے گئے ہیں۔ جو دینِ اسلام میں سے کسی بات کا انکار کرے اس انکار کے باعث یہ آنحضرت ﷺ کا معاند ہو جائے گا کیونکہ آپ نے دینِ اسلام کی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ وباللہ تعالیٰ التوفیق!

---

[1] مغیرہ کا نام مغیرہ بن سعید عجلی مولیٰ بجیلہ ہے، یہ وہی ہے جسے خالد بن عبداللہ قسری نے آگ میں جلایا تھا اور بزیغ بن خالد صالح فتنہ ابن اشعث میں قتل ہو گیا تھا تفصیل کے لیے دیکھئے ابن حزمؒ کی الفصل فی الملل والنحل جلد ۴ صفحہ ۱۸۳-۱۸۶، عبدالقاہر بغدادی کی الفرق بین الفرق صفحہ ۴۲، ۴۴، ۲۱۴، ۲۲۹، ۲۳۵ اور تاریخ طبری جلد ۸ ص ۲۴۰، ۲۴۱

## ۵۰۰۔ مسجد میں کھیل کود بھی جائز ہے

مسجد میں کھیل کود یہ دونوں مباح ہیں۔

۸۴۶ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد، از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از زہیر بن حرب، از جریر بن عبدالحمید از ہشام بن عروہ از پدر خود روایت کیا کہ] ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ عید کے دن مسجد میں حبشیوں نے کھیل کود کا مظاہرہ شروع کر دیا، آنحضرت ﷺ نے مجھے بلایا تو میں نے اپنا سر آپؐ کے کندھے پہ رکھ دیا اور ان کے کھیل کود کو دیکھنا شروع کر دیا حتّٰی کہ میں نے ہی واپس پلٹنے میں پہل کی۔ (مسلم کتاب العیدین)

## ۵۰۱۔ مسجد میں گمشدہ چیزوں کا اعلان جائز نہیں

مسجدوں میں گمشدہ چیزوں کا اعلان جائز نہیں، اگر کوئی ایسا اعلان کرے تو اس سے یہ کہا جائے "تجھے یہ نہ ملے" یا اللہ تعالیٰ تیری اس چیز کو تیرے پاس واپس نہ لوٹائے۔

۸۴۷ [ہم نے بطریق حمام از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از اسماعیل بن اسحاق قاضی حجبی[1] از عبدالعزیز دراوردی از یزید بن خصیفہ از محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو مسجد میں کسی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو اس سے کہو:

لَا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ[2] اللہ تعالیٰ تیری اس چیز کو تیرے پاس واپس نہ لوٹائے

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

لَا وَجَدْتَ[3] تجھے یہ نہ ملے۔

---

[1] معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ حجبی کون ہے؟

[2] بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۴۴۷ میں اسے بطریق محمد بن ابی بکر، از دراوردی روایت کیا ہے نیز مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، بیہقی نے ابوعبداللہ مولٰی شداد بن ہاد از ابوہریرہ بھی روایت کیا ہے۔

[3] مسلم، بیہقی نے اسے بریدہ سے مرفوع روایت کیا ہے، نسائی نے جلد ۱ صفحہ ۱۱۸ میں جابر سے روایت کیا ہے۔

## ۵۰۲- مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں

مسجد میں پیشاب کرنا جائز نہیں، اگر کوئی پیشاب کر دے، تو اس پر پانی کا ایک ڈول ڈال دیا جائے، اسی طرح مسجد میں تھوکنا بھی جائز نہیں، اگر کوئی تھوک دے، تو اسے دفن کر دینا چاہیئے۔ مسجد حرام کے علاوہ کسی دوسری مسجد کو سونے چاندی سے بنانا بھی جائز نہیں۔

۸۴۸- [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعاویہ از احمد بن شعیب از قُتَیبَہ بن سعید از ابوعَوانہ از قَتادَہ روایت کیا کہ] حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ (مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ) حضرت ابوعُبَیدہ بن جَرّاحؓ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۳۶۵) اور حضرت معاویہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

۸۴۹- [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فِرَبری از بُخاری از ابوالیمانُ از شعیب از زُہری از عُبَیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ روایت کیا کہ] حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ لوگوں نے اسے بُرا بھلا کہنا شروع کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اسے چھوڑ دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول، ڈال دو کیونکہ تمہیں آسانی کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے، مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ (بخاری کتاب الطہارۃ و کتاب الادب، نسائی کتاب الطہارۃ)

## آنحضرت ﷺ نے مسجدوں میں صفائی اور ان میں خوشبو لگانا

حکم دیا ہے کہ مسجدوں کو صاف ستھرا رکھا جائے اور ان میں خوشبو لگائی جائے جیسا کہ ہم نے قبل ازیں (مسئلہ ۴۹۷ میں) بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تَنظیف و تَطییب کے جو دو لفظ استعمال ہوئے ہیں، ان کا تقاضا ہے کہ مسجد سے ہر حرام، بدبودار اور ناپاک چیز کو دور کر دیا جائے۔ لٰہذا ضروری ہوا کہ پیشاب وغیرہ کو بھی دور کیا جائے۔

۸۵۰- [ہم نے بطریق عبداللہ بن رَبیع از عمر بن عبدالملک از محمد بن بکر از سلیمان بن اَشعث از محمد بن

صبّاح بن سفیان از سفیان بن عُیَینۂ از سفیان ثوری از ابو فزارہ از یزید بن اصم روایت کیا کہ] حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ مسجدوں کو چونا گچ بنایا جائے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، مسلمانو! تم مسجدوں کو ضرور اس طرح مزیّن کرنے لگو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا تھا۔ (حوالہ مسئلہ نمبر ۳۹۹ میں دیکھو)

۸۵۱۔ [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عمرو بن عباس از عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری از واصل روایت کیا کہ] ابو وائل نے فرمایا کہ میں شَیبۂ یعنی ابن عثمان بن ابی طلحہ حَجَبی کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بھی ایک بار میرے پاس اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے جس طرح آپ بیٹھے ہیں اور انہوں نے فرمایا "میرا ارادہ ہے کہ بیت اللہ سے تمام سونا چاندی نکال کر مسلمانوں میں تقسیم کر دوں"، میں نے کہا کہ پھر آپؓ ایسا کرتے کیوں نہیں؟ انہوں نے فرمایا اس لیے کہ آپ کے پہلے دونوں ساتھیوں نے یہ کام نہیں کیا تھا، انہوں نے کہا ہاں یہ تو درست ہی ہے کیونکہ وہ ایسی شخصیتیں ہیں کہ ان کی اقتدا ملحوظ رکھی جانی چاہیے (بخاری کتاب الحج و کتاب الاعتصام، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب الحج)

ابو درداؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب تم قرآن مجید کے نسخوں کو مُزَیَّن اور مسجدوں کو مُزَخرَف کرنا شروع کر دو گے تو تمہاری تباہی و بربادی شروع ہو جائے گی۔ (عبدالرزاق ۳/۱۵۴)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم اپنی مسجدوں کو مُزَیَّن کرنا شروع کر دے گی تو ان کے اعمال فاسد ہو جائیں گے، (عبدالرزاق ۳/۱۵۴) آپ جب تیم خاندان کی مُزَیَّن مسجد کے پاس سے گزرتے تو فرماتے کہ یہ تیم کا چرچ ہے۔ (عبدالرزاق ۳/۱۵۳)

حضرت عمر بن خطابؓ ہر اس شخص سے یہ فرماتے جو مسجد بنانے کا ارادہ رکھتا کہ مسجد کو سُرخ یا زرد رنگوں میں نہ رنگ کرنا۔

## ۵۰۳۔ مسجد کے اُوپر یا نیچے کوئی گھر نہیں ہونا چاہیے

ایسا گھر نہیں چاہیئے جو کسی کی ملکیت ہو اگر کوئی اس طرح کی مسجد بنائے گا تو وہ مسجد نہیں ہو گی بلکہ وہ جگہ گھر والے ہی کی ملکیت ہو گی، اس کی دلیل یہ ہے کہ جیسے ہوا کو چونکہ ضبط و قرار نہیں لہٰذا وہ کسی کی ملکیت بھی نہیں ہو سکتی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :-

وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ -(الجن-۱۸) مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں -

لہٰذا مسجد کسی ایسی جگہ ہونی چاہیئے جو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ملکیت میں ہو، اس کے علاوہ اور کسی کی ملکیت میں نہ ہو - کیونکہ جب کوئی گھر انسان کی ملکیت میں ہو تو وہ اسے جس قدر چاہے بلند کر سکتا ہے اور اپنے گھر کے اوپر والی ہوا کو اپنی ملکیت سے خارج قرار نہیں دے سکتا اور وہ اسی کی ملکیت ہو گی کسی انسان وغیرہ کی ملکیت نہیں ہو سکتی، اسی طرح جب زمین پر مسجد بنائے اور شرط یہ لگائے کہ ہوا میں وہ جو چاہے کر سکے گا، یہ شرطِ فاسد ہوا کو مسجد کی ملکیت سے خارج قرار نہیں دے سکے گی کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ہر وہ شرط جو کتاب اللہ میں نہ ہو، وہ فاسد و باطل ہے" (صحیح جامع الصغیر حدیث ۴۴۰۶)

ایک وجہ ناجائز ہونے کی یہ بھی ہے کہ جب کوئی زمین پر مسجد بنائے اور فضا کو اپنے لیے رکھ لے تو پھر چھت کی بابت سوال پیدا ہو گا یہ مسجد کی ہے یا مسجد بنانے والے کی؟ اگر چھت مسجد بنانے والے کی ملکیت قرار دی جائے تو یہ بلا چھت مسجد ہو گی اور چھت کے بغیر کوئی عمارت نہیں ہوتی اور اگر چھت مسجد کی قرار دی جائے، تو اس کے لیے پھر اس میں تصرف وغیرہ جائز نہیں کہ اس کے اوپر اور عمارت وغیرہ بنا لے - اور اگر مسجد بلندی پر ہو اور چھت مسجد کے لیے ہو تو یہ ایسی مسجد ہو گی جس کی زمین نہیں ہے اور یہ صورت بھی باطل ہے اور اگر اسے مسجد کے لیے قرار دیدیا جائے تو اس کا اس میں کوئی حق نہ ہو گا اور اس نے پھر گویا اپنے لیے ایسا گھر بنایا جس کی چھت نہیں اور یہ بھی ایک امر محال ہے -

اگر کوئی مسجد کو زیر زمین بنا لے تو پھر اس کے لیے یہ جائز نہ ہو گا کہ اس کی دیواروں کے سروں پر کوئی اور عمارت بناتے - اگر مسجد بناتے وقت وہ کوئی ایسی شرط لگا لے گا

تو شرط باطل ہو گی کیونکہ کتاب اللہ میں یہ موجود نہیں ہے۔ اور اگر مسجد کو اوپر بنالے، تو وہ جب چاہے دیواریں گرالے گا اور اس سے مسجد کا انہدام لازم آئے گا، اسے منع کرنا بھی جائز نہیں کیونکہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اسے اپنے مال میں تصرف کرنے سے منع کیا جا رہا ہے اور یہ بھی جائز نہیں۔

## ۵۰۴۔ مسجدوں میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے

مسجدوں میں خرید و فروخت جائز ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ ۔ (البقرہ-۲۷۵) اور اللہ نے بیع و شراء کو حلال کیا ہے۔

اس بارے میں ممانعت صرف اس حدیث میں ہے، جو بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ" مروی ہے اور یہ ان کا صحیفہ تھا، جس سے روایت کرتے تھے[1] (یعنی ابن حزمؒ کے نزدیک یہ روایت صحیح نہیں ہے)

## ۵۰۵۔ صلاۃ وسطیٰ

صلاۃ وسطیٰ سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس بارے میں لوگوں میں کافی اختلاف ہے چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ و اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ اس سے مراد ظہر کی نماز ہے، ابو سعید خدریؓ سے بھی یہی مروی ہے، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ سے بھی باختلافِ روایت، یہی مروی ہے جملہ صحابہ کرامؓ سے بھی یہی روایت ہے (بیہقی ۱/۴۵۸ و ۴۵۹، عبدالرزاق ۱/۵۷۶، ابن أبي شیبة ۲/۵۰۴ تفسیر قرطبی ۳/۲۰۹) تفسیر در منثور)

---

[1] حدیث عمرو بن شعیب کو ترمذی نے جلد ا صفحہ ۶۲ میں بیہقی نے جلد ۲ صفحہ ۴۴۸ میں روایت کیا ہے شوکانی نے اسے جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں احمد اور اصحاب سنن کی طرف منسوب کیا ہے، ابن خزیمہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جبکہ ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے اور امام بخاریؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد، اسحاق اور کئی دوسرے ائمہ کو دیکھا کہ وہ حدیث عمرو بن شعیب سے استدلال کیا کرتے تھے۔ امام بخاریؒ نے یہ بھی فرمایا کہ شعیب بن محمد بن عبداللہ بن عمرو کا سماع ثابت ہے اور حق بات یہ ہے کہ عمرو کی اپنے باپ اور دادا سے احادیث صحیح ہیں جبکہ عمرو تک سند صحیح ہو اور بہت سی روایات میں یہ تصریح ہے کہ شعیب نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے سماع کیا ہے ہم نے اس مسئلہ کی کئی جگہ تحقیق ذکر کی ہے، والحمد للہ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ اس سے صبح کی نماز مراد ہے، ابن عباسؓ وابن عمرؓ سے بھی بہ اختلاف روایت یہی مروی ہے، حضرت علیؓ سے اس سلسلہ میں کوئی صحیح روایت مروی نہیں ہے، طاؤس، عطاء، مجاہد، عکرمہ اور مالک کا بھی یہی قول ہے، (عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، بیہقی، تفسیر قرطبی، البغوی ۲/۲۳۵ وتفسیر درمنثور، طحاوی) بعض صحابہ کرامؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد نماز مغرب ہے، بطریق قتادہ، حضرت سعید بن مسیبؒ سے بھی یہی روایت ہے (تفسیر قرطبی، البغوی فتح الباری فی تفسیر سورۃ البقرۃ) بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ اس سے عشاء کی نماز مراد ہے (فتح الباری) جبکہ جمہور کا قول یہ ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد ہے۔ (محولہ بالا تمام مقامات پر دیکھو)

جن لوگوں کا قول یہ ہے کہ اس سے نمازِ ظہر مراد ہے، ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز بوقت دوپہر ادا فرمایا کرتے تھے جبکہ لوگ قیلولہ گاہوں یا بازاروں میں ہوتے تھے اور اس وقت آنحضرت ﷺ کے پیچھے ایک یا دو صفیں ہوتی تھیں، اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔ (البقرۃ — ۲۳۸) تمام نمازوں کی نگہداشت کرو۔ اور خاص کر درمیان والی نماز کی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگ نمازیں با جماعت ترک کرنے سے باز آجائیں گے یا پھر میں ان کے گھروں کو جلادوں گا، زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد بھی دو! (احمد ۵/۱۸۳، ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ، تفسیر طبری ۲/۳۴۸، تفسیر قرطبی ۲۰۹/۳ فتح الباری تفسیر سورۃ البقرۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"اس سے کوئی واضح طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ واقعی مراد نمازِ ظہر ہے"

جن لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد نمازِ مغرب ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جب نمازیں فرض ہوئیں تو پہلے نمازِ ظہر پڑھی گئی اس وجہ سے پہلی نماز یہ ہوتی ہے اور اس کے بعد نماز

عصر ہے ، یہ گویا دن کی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد مغرب نماز وسطیٰ ہے جبکہ اس کے بعد دو نمازیں ہی اور ہوتی ہیں اور اس لیے بھی کہ فقہا نے اس نماز کا صرف ایک ہی وقت مقرر کیا ہے (فتح الباری تفسیر سورۃ البقرۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

" یہ بھی کوئی پختہ دلیل نہیں کیونکہ نمازوں کی تعداد پانچ ہے خواہ آپ جہاں سے بھی شمار شروع کر دیں، پس تیسری نماز وسطیٰ ہے جو حضرات صرف ایک ہی وقت کے قائل ہیں، وہ بھی غلطی پر ہیں کیونکہ صحیح بات یہی ہے کہ باقی نمازوں کی طرح اس نماز کے بھی دو ہی وقت ہیں "

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نماز عشاء ہے ، ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس پر نقد و تبصرہ کی ضرورت محسوس کی جائے۔

جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس سے صبح کی نماز مراد ہے ، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ نماز رات کی تاریکی اور صبح کی روشنی میں پڑھی جاتی ہے اور یہ ایک درمیانہ وقت ہے لہٰذا یہ درمیانی نماز ہوئی۔ (بغوی ، درمنثور)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی پختہ دلیل نہیں کیونکہ نماز مغرب کا بھی یہی حال ہے اور اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں کہ اس سے کس کو مراد لیا جائے ؟

انہوں نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ " جو شخص صبح کی نماز باجماعت پڑھے ، اسے رات بھر کے قیام کا ثواب ملتا ہے اور جو عشاء کی نماز باجماعت ادا کرے اسے نصف رات کے قیام کا ثواب ملتا ہے ۔ (مسلم ابوداؤد ترمذی کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس سے نماز صبح کی ظہر ، عصر اور مغرب سے فضیلت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ صرف عشاء سے فضیلت ظاہر ہوتی ہے اور پھر اس میں یہ بھی کوئی ذکر نہیں کہ یہ نماز وسطیٰ ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جو صحیح طور پر ثابت ہے وہ آپ کا یہ فرمان ہے کہ " جس کی نماز عصر فوت ہو گئی گویا اس کا اہل و عیال تباہ ہو گیا۔ (موطا بخاری مسلم بغوی وغیرہ) اسی طرح انہوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بھی ذکر کیا ہے کہ " تمہارے پاس دن اور رات کو باری باری فرشتے

آتے رہتے ہیں اور نماز صبح وعصر میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ (بخاری مسلم نسائی موطا)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں صبح وعصر کا مشترکہ ذکر ہے اور یہ وضاحت نہیں کہ ان میں سے کونسی نماز وُسطیٰ ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کا جو یہ فرمان ہے کہ "اگر تمہیں اس بات کی استطاعت ہو کہ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کی نمازوں سے مغلوب نہ کیے جاؤ، تو ایسا کرو" (بخاری ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ)

یا یہ فرمان کہ جس نے صبح وشام کی دو نمازیں پڑھ لیں، وہ جنت میں داخل ہوگا" (بخاری مسلم وغیرہ۔ ان میں بھی صراحت نہیں (کہ نمازِ وسطیٰ کون سی ہے) نماز صبح کو وسطیٰ کہنے والوں نے یہ بھی دلیل دی ہے کہ قرآن مجید میں ہے کہ:۔

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا۔ (الاسراء۔ ۷۸)

اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجبِ حضورِ (ملائکہ) ہے۔

لیکن اس آیت میں یہ قطعاً ذکر نہیں کہ نمازِ فجر، صلوٰۃ وسطیٰ بھی ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جیسے نماز صبح کا حکم دیا ہے، اسی طرح دوسری نمازوں کا بھی حکم دیا ہے، ارشاد ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ (الاسراء۔ ۷۸)

سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں قائم کرو اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجبِ حضورِ (ملائکہ) ہے۔

اس میں تو سب نمازوں کی ادائیگی کے لیے یکساں حکم ہے اور یہ بھی صحیح حدیث ہے کہ "فرشتے صبح اور عصر کی نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں" حوالہ اوپر گزر چکا اس سے معلوم ہوا کہ صبح کی طرح نماز عصر میں بھی فرشتوں کی آمد ہوتی ہے، اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صبح کے علاوہ دوسری نمازوں میں فرشتے نہیں آتے بلکہ وہ تو سب نمازوں میں آتے ہیں۔

انہوں نے اس سلسلہ میں ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ اس نماز کا پڑھنا بڑا دشوار ہے موسم سرما میں تو سردی کی وجہ سے اور گرما میں نیند اور راتوں کے چھوٹا ہونے کے باعث!

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل کوئی دلیل نہیں کہ اس سے مراد وسطیٰ لی جائے بلکہ مشکل ترین نماز ظہر کی نماز ہے کیونکہ اس وقت گرمی بڑی شدید ہوتی ہے جیسا کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا ہے

امام ابن حزمؒ مزید فرماتے ہیں کہ یہ سارے دلائل جو انہوں نے پیش کئے ہرگز مثبت دلائل نہیں بلکہ یہ تو محض ظنون کاذبہ ہیں، جن کی بابت ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا - (النجم-۲۸)    وہ صرف ظن پہ چلتے ہیں اور ظن یقین کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔

اور آنحضرت ﷺ کا بھی فرمان ہے "ظن سے بچو کیونکہ ظن سب سے جھوٹی بات ہوتا ہے۔ (بخاری مسلم ترمذی موطا) ظنون کاذبہ کے سہارے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے اس سے یہ مراد لی ہے، معاذ اللہ من ذالک۔

ایک جماعت کا کہنا ہے کہ چلئے ہر نماز ہی کا نام صلوٰۃ وسطیٰ رکھ لیتے ہیں (تفسیر قرطبی) لیکن یہ بھی جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ صرف ایک ہی نماز کی صفت بیان فرمائی ہے لہٰذا نہ تو ایک سے زیادہ کو وسطیٰ کہا جا سکتا اور نہ اس کے علاوہ کسی اور کو، جس کا اللہ تعالیٰ نے یہ نام رکھا ہے، قیام حجت کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس سلسلہ میں کوئی اور بات کہتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی بات کہتا ہے۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ واجب ہے کہ ہم معلوم کریں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی واقعی مراد کیا ہے اور اس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے آنحضرت ﷺ کا بیان، کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ - (النحل-۴۴)    تاکہ جو احکام لوگوں کے لیے نازل ہوئے ہیں، وہ ان پہ ظاہر کر دیں۔

پس ہم نے اس طریقہ سے اس پہ غور کیا تو ہمیں یہ احادیث نبویہ ملیں۔

۸۵۲ [ ہم نے بطریق عبدالرحمن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از عبداللہ بن محمد مسندی و عبدالرحمن بن بشر از عبدالرحمن از یحیی بن سعید قطان و مسندی از یزید۔ و یزید و یحیی از ہشام بن حسان

از محمد بن سیرین از عبیدہ سلمانی روایت کیا کہ] حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا، انہوں نے غروبِ آفتاب تک ہمیں نمازِ وسطیٰ سے مشغول رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں ـــــ یا فرمایا کہ پیٹوں ـــــ کو آگ سے بھرے۔ (بخاری کتاب الجہاد کتاب التفسیر، کتاب المغازی کتاب الدعوات ؛مسلم ابوداؤد نسائی کتاب الصلاۃ ؛ترمذی کتاب التفسیر)

۸۵۳ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از محمد بن مثنیٰ از محمد بن جعفر و ابن عدی از شعبہ از قتادہ از ابوحسان مسلم اجرد از عبیدہ سلمانی روایت کیا کہ] حضرت علی نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا انہوں نے ہمیں نمازِ وسطیٰ کی ادائیگی سے مشغول رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھرے۔" یہ ابن ابی عدی کے الفاظ ہیں اور محمد بن جعفر کے الفاظ یہ ہیں کہ" اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں یا ان کے گھروں اور ان کے پیٹوں کو آگ سے بھرے۔" (حوالہ حدیث ۸۵۲ میں دیکھو)

۸۵۴۔ [ہم نے بطریق یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن مسعود از احمد بن رحیم از ابراہیم بن حماد از اسماعیل بن اسحاق از محمد بن ابی بکر مقدمی از یحییٰ بن سعید قطان و عبدالرحمٰن بن مہدی از سفیان ثوری از عاصم بن ابی النجود روایت کیا کہ] زر بن حبیش نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبیدہ سے کہا کہ حضرت علیؓ سے نمازِ وسطیٰ کی بابت پوچھو، چنانچہ انہوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ شاید اس سے نمازِ فجر مراد ہے لیکن غزوۂ احزاب کے دن میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا" انہوں نے ہمیں نمازِ وسطیٰ، نمازِ عصر سے مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں، پیٹوں یا گھروں کو آگ سے بھرے[1]۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس روایت کو بطریق حماد بن زید، از عاصم بن بہدلہ، از زر بن حبیش، از حضرت علیؓ، از آنحضرت ﷺ روایت کیا ہے (مسلم بیہقی کتاب الصلاۃ) نیز بطریق مسلم، از ابوبکر بن ابی شیبہ، و زہیر بن حرب و ابوکریب، ابومعاویہ، از اعمش، از ابی الضحیٰ از شتیر بن شکل، از حضرت علی، از آنحضرت ﷺ بھی روایت کیا ہے (مسلم کتاب الصلاۃ بیہقی و عبدالرزاق ۶/۵۷۶)

---

[1] طبری نے تفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۵ میں اسے محمد بن بشار از عبدالرحمٰن بن مہدی روایت کیا ہے نیز از زکریا ضریر از عبیداللہ از اسرائیل از عاصم بھی روایت کیا ہے، یہ اسانید بہت زیادہ صحیح ہیں۔

شُتَیر تابعی اور ثقہ ہیں، ان کے والد صحابی ہیں، شُتَیر کا حضرت علیؓ سے سماع ثابت ہے (بیہقی وعبدالرزاق ۱/۵۷۶)

علاوہ ازیں یہ اور بھی کئی طرق سے مروی ہے (مسلم و تفسیر طبری) پس یہ آثار اس قدر واضح ہیں کہ ان کے خلاف کسی دوسری بات کی گنجائش ہی نہیں۔ سلف میں سے ایک جماعت سے بھی اسی طرح منقول ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ ذکر کریں گے۔

بعض مخالفین کا کہنا ہے کہ درج ذیل روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نماز عصر نہیں ہے مثلاً بطریق ابن جریج از نافع روایت ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے اپنے مصحف میں اپنے دستِ مبارک سے (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى) کے بعد وصلاۃ العصر کے الفاظ لکھ لیے۔ (عبدالرزاق ۱/۵۷۸)

نیز بطریق عبدالرزاق، از داؤد بن قیس، از عبداللہ بن رافع ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن رافع کو قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ والصلاۃ الوسطی کے بعد وصلاۃ العصر لکھ دینا۔ (عبدالرزاق ۱/۵۷۹ و ابن أبی شیبۃ ۲/۵۰۴)

بطریق مالک، از زید بن اسلم، از قعقاع بن حکیم از ابو یونس مولی ام المومنین حضرت عائشہؓ روایت ہے کہ انہوں نے آپ کے لیے جو مصحف لکھا، اس میں آپ کے حکم سے والصلوۃ الوسطی کے بعد وصلاۃ العصر لکھنے کا بھی حکم دیا اور فرمایا کہ یہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا۔ (تفسیر در منثور ۲/۷۲۲)

بطریق حماد بن سلمہ، از ہشام بن عروۃ از پدر خود روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ کے مصحف میں والصلوۃ الوسطی کے بعد "وصلاۃ العصر" بھی لکھا ہوا تھا۔ (طبری، عبدالرزاق ۱/۵۷۸ در منثور)

بطریق یحییٰ بن سعید قطان، از شعبہ، از ابی اسحاق مروی ہے کہ عمیر بن مریم فرماتے ہیں کہ

میں نے ابن عباسؓ سے سنا کہ آپ نے والصلاۃ الوسطیٰ کے بعد صلاۃ العصر، فرمایا۔[1]

بطریق اسرائیل از عبدالملک بن عمیرؒ مروی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ والصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد وصلاۃ العصر کے لفظ بھی پڑھا کرتے تھے۔ (درمنثور ۱/۲۷)

ان آثار سے ان کا استدلال یہ ہے کہ اس سے نمازِ عصر مراد نہیں ہے۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض حد درجہ فاسد ہے کیونکہ ان میں آنحضرت ﷺ سے کچھ مذکور نہیں ہے یہ سب روایات حضرت حفصہؓ، ام سلمہؓ، عائشہؓ، ابن عباسؓ اور ابیّ بن کعبؓ پر موقوف ہیں ان میں صرف حضرت عائشہ ہی کی ایک روایت ایسی ہے جو کہ مرفوع ہے۔ اور یہ جائز نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے کلام کے معاوضہ میں کسی دوسرے کے کلام کو پیش کیا جائے، اگر وہ روایات کمزور ہیں تو یہ آثار بھی حد درجہ کمزور ہیں۔

پھر ہم یہ بھی کہیں گے کہ تمہارا استدلال عجیب ہے کیونکہ تم ہمارے ساتھ اس امر پہ متفق ہو کہ کسی کے لیے اس کی قرأت جائز نہیں ہے اور نہ کوئی اسے اپنے مصحف میں لکھ سکتا ہے، اسی سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایات ناقابلِ استدلال ہیں۔ ہر وہ چیز جو آنحضرت ﷺ سے ثابت نہ ہو، وہ حجت نہیں ہے کیونکہ بوقت تنازعہ اللہ تعالیٰ نے کتاب وسُنت کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف رجوع کرنے کا حکم نہیں دیا ہے اگر کوئی ان دونوں کے علاوہ کسی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ حکم الٰہی کی نافرمانی اور مخالفت کرتا ہے۔ اور یہ دلیل کافی ہے۔

---

[1] تفسیر طبری ۲/۳۴۹ (و درمنثور ۲/۲۳/۷، ابن ابی شیبہ ۲/۴/۵۰، وبیہقی ۱/۴۶۳) طبری نے بطریق وہب بن جریر، از شعبہ از ابی اسحاق از عمیر روایت کیا ہے اور درمنثور میں بھی عمیر بن مریم ابن ابی شیبہ میں عمیر بن نعیم ہے اور بیہقی میں ہبیرہ بن مریم ہے ان کے حالات نہیں ملے جس سے معلوم ہو کہ صحیح نام کیا ہے ابن سعد نے صرف عمیر ذکر کیا ہے یہ ام فضل بنت حارث ام بنی عباس بن عبدالمطلب کے آزاد کردہ غلام ہیں ان سے اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں بعض روایات میں عمیر مولیٰ ابن عباس ہے یہ انکی ماں کے مولیٰ ہیں جلد ۵ صفحہ ۲۱، ابن حجر نے تہذیب میں انکا نام عمیر بن عبداللہ بتایا ہے، ان کا ایک لڑکا ہے جس کا نام عبداللہ بن عمیر ہے شاید دراصل یہ عمیر ابو عبداللہ ہی ہے جو کہ بعض رُواۃ پر مشتبہ ہو گیا ہے۔

مذکورہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی اس روایت میں تعارض بھی ہے۔ام سلمہ کی روایت جو بطریق وکیع از داؤد بن قیس از عبداللہ بن رافع ہے اس میں "صلاۃ العصر" ہے، یعنی واؤ کے بغیر (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۴/۵۰) ابن عباس کی روایت جو بطریق وکیع از شعبہ از ابو اسحاق سبیعی از عمیر بن یریم ہے، وہ بھی اسی طرح بغیر واؤ کے ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۴/۵۰)

حدیث ام سلمہؓ میں وکیع و عبدالرزاق نے داؤد بن قیس سے روایت کرنے میں اختلاف کیا ہے (یعنی عبدالرزاق نے واؤ کے ساتھ روایت کیا ہے اور وکیع نے بغیر واؤ کے) حدیث ابن عباسؓ میں وکیع و یحییٰ نے شعبہ سے روایت کرنے میں وہی اختلاف کیا ہے اور وکیع یحییٰ و عبدالرزاق سے کم مرتبہ نہیں۔

ابی بن کعب کی روایت از اسماعیل بن اسحاق از محمد بن ابی بکر، از محبوب ابی جعفر از خالد حذاء ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ ابی بن کعب کی قراءت میں صلاۃ الوسطیٰ کے بعد صلاۃ العصر ہے، یہ پہلی روایت سے کم مرتبہ نہیں ہے یعنی اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ ابی بن کعب نے صلاۃ العصر کی قراءت واؤ کے ساتھ کی ہے یا واؤ کے بغیر۔

حضرت عائشہؓ کی روایت جو بطریق عبدالرحمٰن بن مہدی، از ابی سہل محمد بن عمرو انصاری از محمد بن ابی بکر از ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ہے اس میں بھی صلاۃ العصر بغیر واؤ کے ہے۔ (تفسیر طبری)

حضرت عائشہؓ سے صحیح ترین روایت یہی ہے اور ابو سہل محمد بن عمرو انصاری ثقہ ہے، اس سے ابن مہدی، وکیع، معمر اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ نے روایات لی ہیں۔

پس ان مذکورہ روایات سے استدلال باطل ٹھہرا کیونکہ اس سلسلہ میں بعض روایات بعض کی نسبت کچھ زیادہ قوی نہیں ہیں، پس واجب وہی ہے کہ اس طرف رجوع کیا جائے جو آنحضرت ﷺ سے صحیح روایات ثابت ہیں اور آپ سے صحیح بات صرف یہی مروی ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔

اگر یہ حضرات اعتراض کریں کہ حضرات صحابہ کرامؓ سے "صلاۃ العصر" اور "وصلاۃ العصر" کی جو مختلف قراءت ہیں ان کے بارے میں آپ کیا کہیں گے، جب کہ آج ان کی تلاوت بھی جائز نہیں، ان میں صرف حفصہ ہی کی روایت ایسی ہے جو واؤ کے ساتھ ہی مروی ہے بغیر واؤ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہمارا جواب یہ ہوگا کہ یہ جسے آپ اختلافِ روایات سے تعبیر کر رہے ہیں، یہ کوئی اختلاف نہیں کیونکہ "واؤ" ہو یا نہ ہو معنی ایک ہی ہے اور وہ ہے صفت کا عطف صفت پر اس کے علاوہ اور کوئی توجیہہ بیان کرنا جائز نہیں، اس کی مثال یہ آیت کریمہ ہے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اس میں رسول اللہ جو ہیں، وہی خاتم النبیین ہیں، ﷺ!

دوسری مثال یوں جیسا کہ آپ کہتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| أَكْرِمْ إِخْوَانَكَ وَأَبَا زَيْدٍ الْكَرِيْمَ | اپنے بھائیوں خصوصاً ابوزید کریم وحبیب |
| وَالْحَبِيْبَ أَخَا مُحَمَّدٍ۔ | جو کہ محمد کا بھائی ہے، ان کی عزت کرو۔ |

اس میں جو ابوزید ہیں وہی حبیب اور وہی محمد کے بھائی ہیں۔ اسی طرح "وصلاۃ العصر" میں واؤ صلاۃ وسطیٰ کے بیان کے لیے ہے کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ انہوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ صلاۃ عصر سے مشغول رکھا (حوالہ پہلے گزر چکا) قطعاً کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا اس ارشاد میں صفت کا عطف صفت پر ہے، اس تاویل کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ایک قول خود یہ نقل کیا ہے "والصلوٰۃ الوسطیٰ صلاۃ العصر" حضرت عائشہؓ سے بھی یہی روایت صحیح ہے کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے آپ نے نزولِ آیت کے سلسلہ میں بھی جو الفاظ ذکر کیے ہیں، ان میں بھی یہی ہے "صلاۃ العصر" یعنی آپ کو معلوم تھا کہ یہ نمازِ عصر کی صفت ہے، آپ نے آنحضرت ﷺ کو اسی طرح تلاوت کرتے ہوئے سنا تھا، اس طرح یہ اضطراب ختم ہو جاتا ہے، اقوال متفق ہو جاتے ہیں

اختلاف دور ہو جاتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات میں کوئی اضطراب ہو! اگر کوئی شخص اس بات کا انکار کرے، تو پھر وہ نہ اضطراب کو دور کر سکتا ہے اور نہ اپنے مطلوب کو پا سکتا ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں کا پلہ یکساں ہے لہٰذا دونوں روایتوں کو ساقط قرار دینا پڑے گا، اور جو کچھ نبی ﷺ سے ثابت ہے وہی صحیح ہے لہٰذا مضطرب روایتوں کو لیکر اعتراض کرنا باطل ہوگا لہٰذا مخالفین کی تاویلیں باطل ہوں گی۔ وللہ الحمد۔

ان زائد الفاظ کی قرات جائز نہیں کیونکہ اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ امہات المؤمنین رض، ابی بن کعب رض اور ابن عباس رض نے قرآن مجید میں کوئی ایسی بات داخل کی ہو، جو قرآن مجید میں سے نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے یہ لفظ بھی نازل ہوا تھا لیکن بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا، جیسا کہ

۸۵۵۔ [ہم نے بطریق ہمام از ابن مفرج از ابن الاعرابی از دبری از عبدالرزاق از ابن جریج از عبدالملک بن عبدالرحمٰن از ما درِ خود ام حمید بنت عبدالرحمٰن روایت کیا] ام حمید فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رض سے نمازِ وسطیٰ کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا ہم عہد رسالت کے آغاز میں والصلوٰۃ الوسطیٰ کے بعد وصلاۃ العصر وقوموا للہ قانتین بھی پڑھا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۱/۵۷۸)

۸۵۶ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ از یحییٰ بن آدم از فضیل بن مرزوق، از شقیق بن عقبہ روایت کیا کہ] حضرت براء بن عازب رض نے فرمایا کہ پہلے آیت اس طرح نازل ہوئی تھی "حافظوا علی الصلوات وصلاۃ العصر" کچھ عرصہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم اس کی قرات کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر کے آیت مبارکہ اس طرح نازل فرما دی "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ" شقیق کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ وسطیٰ سے مراد عصر ہے، انہوں نے فرمایا میں نے اس کے نزول اور نسخ کی ساری کیفیت بیان تو کر دی ہے؟ واللہ اعلم!

(مسلم کتاب الصلاۃ، ابوعوانہ ۱/۳۵۴ و در منثور ۱/۷۲۳)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ لفظ منسوخ

مگر اس کا حکم باقی ہے جس طرح کہ آیتِ رجم ہے، وباللہ تعالیٰ التوفیق! امہات المؤمنین میں سے جنہوں نے اس لفظ کو اپنے مصاحف میں لکھ رکھا تھا، انہوں نے اسے بطورِ تفسیر لکھ رکھا تھا واللہ اعلم۔

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ سلف میں سے بھی ایک گروہ اسی بات کا قائل ہے، چنانچہ بطریق یحییٰ بن سعید قطانؒ، از سلیمان تیمیؒ، از ابو صالح سمانؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ صلوٰۃِ وسطیٰ سے نمازِ عصر مراد ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۰۶/۲، طبری ۳۴۲/۲)

بطریقِ اسماعیل بن اسحاق، علی بن عبداللہ مدینی از بشر بن مُفَضَّلؒ، عبداللہ بن عثمان، از عبدالرحمٰن بن نافع مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے ایک شخص نے نمازِ وسطیٰ کی بابت سوال کیا، تو آپ نے سائل سے کہا کیا آپ قرآن مجید نہیں پڑھتے؟ اس نے عرض کیا "پڑھتا ہوں"، آپ نے فرمایا اچھا میں ایک آیت پڑھتا ہوں، اس سے آپ سمجھ جائیں گے، آپ نے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ" پڑھی اور فرمایا کہ جیسے اس سے مراد مغرب اور "مِنْ بَعْدِ صَلَاۃِ الْعِشَآءِ" سے مراد عشاء اور "قرآن الفجر" سے مراد نمازِ صبح ہے، اسی طرح (حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطی) صلاۃ وسطیٰ سے مراد نمازِ عصر ہے۔ (تفسیر درمنثور ۷۲۶/۱، عبدالرزاق ۵۳۹/۱، تاریخ بخاری ۳۵۷/۵ و ۳۵۸)۔

بطریقِ زہری، از سالم بن عبداللہ بن عمر مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صلوٰۃِ وسطیٰ سے نمازِ عصر مراد لیا کرتے تھے۔ (طبری ۳۴۳/۲، عبدالرزاق ۵۷۶/۱، درمنثور)

بطریق یحییٰ بن سعید قطان، از سلیمان تیمی از قتادہ، از ابوایوب یحییٰ بن یزید مراغی[1] مروی ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ صلوٰۃِ وسطیٰ سے صلاۃِ عصر مراد ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۵۰۶/۲)

---

[1] محلّی کے دونوں نسخوں میں اس طرح ہے لیکن یہ غلط ہے کیونکہ صحیح نام یحییٰ بن مالک ہے جیسا کہ طبقات ابن سعد جلد ۷ ق ۱ ص ۱۶۴، الکنٰی للدّولابی جلد ۱ صفحہ ۱۰۲ اور "تہذیب" وغیرہ میں ہے۔

قاسم بن محمد نے بھی حضرت عائشہؓ سے اسی طرح روایت کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۵۰۶م)

بطریق سفیان بن عیینہ، از مسعر بن کدام، از سلمہ بن کہیل، از ابوالاحوص از حضرت علی بن ابی طالبؓ روایت ہے کہ نمازِ وسطیٰ وہی ہے جس کے بارے میں حضرت سلیمان بن داؤد سے تفریط ہو گئی تھی یعنی نماز عصر! (طبری ۲/۳۴۴۳، درمنثور ۱/۲۷۷ و ۲۸۷ وابن ابی شیبہ ۲/۵۰۵)

یحییٰ بن سعید قطان، از ابوحیان یحییٰ بن سعید تیمی از پدر خود مروی کہ ایک سائل نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کی خدمت میں عرض کیا "امیر المومنین! نماز وسطیٰ کون سی نماز ہے"؟ اتنے میں عصر کی اذان شروع ہو گئی، تو آپ نے فرمایا یہی ہے۔

حضرت علیؓ و حضرت عائشہ سے اس کے سوا اور کوئی مفہوم صحیح سند کے ساتھ ثابت ہی نہیں۔

قبل ازیں ام المومنین ام سلمہؓ، ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ سے روایات ذکر کی جا چکی ہیں۔

ابوایوب انصاری سے بھی عصر ہی مروی ہے (تفسیر طبری)

یونس بن عبید، حضرت حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد نمازِ عصر ہے، ابوہلال نے قتادہ سے معمر نے زہری سے اور معمر نے ایوب سختیانی، محمد بن سیرین عبیدہ سلیمانیؒ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد نماز عصر ہے۔ سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبل، داؤد اور آپ کے سب اصحاب، اسحاق بن راہویہ اور جمہور اصحاب الحدیث کا بھی یہی قول ہے، ابن مسعودؓ اور سمرہ سے آنحضرت ﷺ کی ایک مرفوع روایت بھی اسی مفہوم کی مروی ہے (درمنثور تفسیر ابن کثیر، ابن ابی شیبہ، تفسیر طبری وغیرہ)

نماز کے بعد بلند آواز کے ساتھ اللہ اکبر

## ۵۰۶۔ نماز کے بعد باآوازِ بلند اللہ اکبر کہنا کہنا بہتر ہے۔

۸۵۷۔ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابن ابی عمر از سفیان بن عیینہ از عمرو بن دینار روایت کیا کہ] ابومعبد[1] مولیٰ ابن عباس جو عمرو کے دادا تھے

---

[1] ابومعبد کا نام نافذ ہے طبقات ابن سعد جلد ۵ ص ۲۱۶ میں ناقد واقع ہو گیا ہے جو تصحیف ہے، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ عمرو کے دادا تھے یا نانا۔

وہ حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے تھے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی تکبیر کی آواز سے ہی یہ پہچانتے کہ آپ نے نماز مکمل فرمالی ہے۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی، کتاب الصلاۃ)

اگر کوئی یہ کہے کہ ابومعبد اس حدیث کو بھول گئے تھے اور انہوں نے اس کا انکار کر دیا تھا؟[1] تو ہم عرض کریں گے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے عمرو اوثق الثقات ہیں اور بھول سے کوئی آدمی مُبّرا نہیں، پس ثقہ کے روایت کرنے سے حجت قائم ہوگئی ہے۔

## ۵۰۷۔ سلام کے بعد امام کا مصلّٰی پر بیٹھنا

سلام کے بعد اگر امام مصلّٰی پر بیٹھا رہے تو بہتر ہے، مُباح ہے مکروہ نہیں، اگر سلام کے بعد فوراً کھڑا ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

۸۵۸ [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسٰی از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابوکامل فضیل بن حُسین جحدری از ابوعوانہ از ہلال بن حمید از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کیا کہ] حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی نماز کا اندازہ لگایا تو میں نے آپ کے قیام، رکوع، رکوع کے بعد اعتدال، سجدہ، دو سجدوں کے مابین جُلسہ، سجدہ، جلسہ اور سلام و انصراف کے درمیان جلسہ کو قریباً قریباً برابر پایا۔ (بخاری مسلم ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ)

۸۵۹ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن مُعَاوِیہ از احمد بن شُعَیب از محمد بن سلمہ از ابن وہب از یونس بن یزید روایت کیا کہ] ابن شہاب فرماتے ہیں کہ مجھے ہند فراسیہؓ نے خبر دی کہ اسے ام المومنین حضرت ام سَلَمہؓ نے بتایا کہ سلام کے بعد عورتیں فوراً کھڑی ہو جاتی تھیں، البتہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے مرد لوگ جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا بیٹھے رہتے، جب آنحضرت ﷺ کھڑے ہوتے تو پھر سب صحابہ کرامؓ بھی کھڑے ہو جاتے۔ (بخاری نسائی ابوداؤد ابن ماجہ

---

[1] مسلم میں اس حدیث کے ذکر کے بعد ہے، عمرو کہتے ہیں کہ میں نے ابومعبد کے پاس اس حدیث کا ذکر کیا، تو آپ نے اس کا انکار کر دیا تھا اور کہا کہ میں نے تو آپ سے یہ حدیث بیان نہیں کی حالانکہ آپ نے اس سے قبل مجھے یہ حدیث بیان کی تھی (مسلم جلد ۱ ص ۱۶۳)

کتاب الصلاۃ۔)

اس مسئلہ کے سلسلہ میں بہت سی صحیح اور مسند روایات ہیں۔

۸۶۰۔ [جیسا کہ بسند سابقہ از یعقوب بن ابراہیم از یحییٰ بن سعید قطان از سفیان ثوری از یعلیٰ بن عطاء مروی ہے کہ] جابر بن یزید بن اسود اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز صبح ادا کی جب آپ نماز پڑھ چکے، تو تشریف لے گئے۔ (ابو داؤد ترمذی نسائی کتاب الصلاۃ)

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ سلف سے بھی یہ دونوں امر منقول ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آپ سلام کے فوراً بعد اس طرح کھڑے ہو جاتے، گویا کھڑا ہونے سے پہلے آپ گرم پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/۲۴۲)

حضرت ابن مسعودؓ سے اس کے خلاف مروی ہے، آپ سے پوچھا گیا کیا جہاں انسان نے فرض نماز پڑھی ہو کیا وہاں نفل بھی پڑھ سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں (عبدالرزاق ۲/۴۱۹) اور اس سلسلہ میں امام وغیر امام کے مابین کوئی تفریق نہیں کی۔

بطریق سفیان ثوری از عبید اللہ بن عمر، از نافع مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جہاں امامت کے فرائض انجام دیتے، اسی جگہ نفل بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ (عبدالرزاق ۲/۴۱۸)

ابن جریج، عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ امام سلام کے کچھ دیر بعد تک بیٹھا رہا کرتا تھا۔ عبدالرزاق ۲/۲۴۶)

ابراہیم بن میسرہ سے روایت ہے کہ حضرت طاؤس سے پوچھا گیا کہ فرض نماز پڑھنے کے بعد نفل کے لیے کیا جگہ تبدیل کر لینی چاہیئے تو انہوں نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دے رہے ہو؟ (عبدالرزاق ۲/۴۱۹)

## ۵۰۸۔ جب امام تشہد میں بیٹھا ہو

جو شخص مسجد میں اس وقت آئے جب امام تشہد میں بیٹھا ہو اور ابھی اس نے سلام نہ

پھیرا ہو تو پھر اس پر فرض ہے کہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے خواہ کسی دوسری مسجد میں ابتداء ہی سے جماعت میں شامل ہو جانے کی امید ہو یا نہ ہو، اگر اس وقت مسجد میں آئے جب امام نے سلام پھیر دیا ہو اور اگر اسے امید ہو کہ کسی دوسری مسجد میں بغیر مشقت کے جا کر وہ جماعت پا سکتا ہے، تو فرض ہے کہ اسی جگہ جا کر باجماعت نماز ادا کرے۔ وہاں دوڑ کر جانا درست نہیں خواہ اسے یہ علم ہی ہو چکا ہو کہ وہاں جماعت شروع ہو گئی ہے۔

۸۶۱۔ [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از ابو نُعیم فضل بن دُکین از شیبان از یحییٰ بن ابی کثیر از عبداللہ بن ابی قتادہ روایت کیا کہ] حضرت ابو قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ جوتوں کی کھڑکھڑاہٹ سنی گئی، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے پوچھا کیا بات تھی؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہم نماز کی طرف جلدی کرتے ہوئے دوڑے تھے، آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو بلکہ جب تم نماز کے لیے آؤ تو بڑے سکون کے ساتھ آؤ، نماز کا جتنا حصہ امام کے ساتھ پا لو اسے پڑھ لو اور جو حصہ نہ پا سکو، اسے بعد میں مکمل کر لو۔ (بخاری مسلم کتاب الصلاۃ)

۸۶۲ [بسند سابقہ از آدم از ابن ابی ذئب از زہری از سعید بن مسیب مروی ہے کہ] حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان روایت کیا کہ جب تم اقامت کو سن لو، تو نماز کے لیے سکون و وقار کے ساتھ آؤ، نماز کا جتنا حصہ امام کے ساتھ باجماعت پاؤ، تو اسے پڑھ لو اور جو حصہ نہ پا سکو، اسے بعد میں مکمل کر لو۔ (بخاری کتاب الصلاۃ)

یہ ارشادات عموم کے حامل ہیں اور ہر اس حصے کو شامل ہیں، جسے آدمی جماعت میں سے پالے، خواہ وہ حصہ تھوڑا ہو یا بہت پس وہ روایت جس میں ہے کہ جس نے امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، اس نے گویا نماز پالی۔ (صحیح جامع الصغیر) اس کی نسبت ان دونوں روایتوں میں ایک امر زائد مذکور ہوا ہے جسے ترک کرنا جائز نہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز کے بالکل

آخری حصہ میں بیٹھے ہیں، آپ نے فرمایا تم نے بھی ان شاء اللہ جماعت پالی۔ (عبدالرزاق ۲/۲۰۵، وطبرانی کبیر ۹۳۵۸)

شقیق بن سلمہ سے روایت ہے کہ جو شخص تشہد کو پالے، اس نے گویا جماعت پالی (عبدالرزاق ۲/۲۰۵)

حضرت حسن جب لوگوں کو بحالت سجدہ دیکھتے، تو ان کے ساتھ سجدہ ریز ہو جاتے۔ (عبدالرزاق: ۲/۲۰۵)

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اذان یا اقامت کو سنے اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہو تو کیا وہ نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اگر اسے گمان ہو کہ وہ اس طرح فرض نماز کی جماعت میں سے کچھ حصہ پالے گا، تو پھر ٹھیک ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؒ ایک قوم کے پاس گئے، تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ چکے ہیں، اتنے میں آپ کو کسی دوسری مسجد کی اذان کی آواز سنائی دی، تو آپ وہاں تشریف لے گئے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۲۰۵)

اسود بن یزید کے بارے میں بھی اسی طرح روایت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۲۰۵)

ابن جریج، عطاء سے اور وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے چل پڑا ہو تو وہ نہایت سکون و وقار کے ساتھ چلے کیونکہ وہ اس طرح بھی نماز ہی کے حکم میں ہے، جو حصہ پالے اسے پڑھ لے اور جو نہ پا سکے، اسے بعد میں مکمل کر لے، عطاء فرماتے ہیں کہ میرا اسی طرح معمول ہے۔ (عبدالرزاق ۲/۲۸۷ و ۲۸۸)

ثابت بنانی سے روایت ہے کہ نماز کی جماعت کھڑی ہو گئی اور حضرت انس بن مالکؓ نے اپنا دستِ مبارک مجھ پر رکھا ہوا تھا اور آرام آرام سے چل رہے تھے، جب مسجد میں پہنچے تو ایک رکعت ہو چکی تھی، ہم نے امام کے ساتھ نماز پڑھی اور فوت شدہ رکعت بعد میں پڑھ لی بعد میں حضرت انسؓ فرمانے لگے ثابت! کیا تمہیں میرے طرزِ عمل سے غم ہوا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، تو انہوں نے فرمایا میرے بھائی زید بن ثابتؓ نے بھی میرے ساتھ اسی

طرح کیا تھا۔ (عبدالرزاق ۲/۲۸۹)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے جو شخص نماز با جماعت پڑھنے کے لیے چل پڑے اور ابھی راستہ میں ہو کہ اقامت ہو جائے تو وہ حسب معمول چال میں تیزی کیے بغیر چلتا رہے، جتنا حصہ امام کے ساتھ پالے اسے پڑھ لے، اور جو حصہ نہ پا سکے، اسے بعد میں پورا کرے (عبدالرزاق ۲/۲۹۰)

سفیان بن زیادؒ[۱] کہتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے مجھے مسجد کی طرف جلد ہی جلدی جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا میانہ روی اختیار کرو کیونکہ آپ حکم نماز ہی میں ہیں، ہر قدم کے عوض اللہ تعالیٰ آپ کا ایک درجہ بلند فرما دے گا یا ایک غلطی معاف کر دے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۳۵۹)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"وہ حدیث جس میں ہے کہ تیز چلنے کے باعث ایک آدمی کا سانس اکھڑا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا "اللہ اکبر کبیراً" (ابوداؤد وغیرہ) اور حدیث ابی بکرہ (مسلم وغیرہ) ان دونوں میں بھی مسجد کی طرف دوڑ کر جانے کی ممانعت ہے۔"

## ۵۰۹۔ نمازی کا دائیں بائیں رُخ کرنا

ہر نمازی کے لیے نماز سے فراغت کے بعد دائیں رخ بیٹھنا مستحب ہے اگر بائیں رُخ بیٹھ جائے، تو مُباح ہے، اس میں نہ کوئی حرج ہے اور نہ کراہت!

۸۶۳۔ [ہم نے بطریق عبدالرحمن بن عبداللہ بن خالد از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از حفص بن عمر از شعبہ از اشعث بن سلیم از پدر خود از مسروق روایت کیا کہ] حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کو جوتا پہننے، بالوں میں کنگھی کرنے اور دیگر تمام امور میں دائیں طرف سے آغاز کرنا انتہائی محبوب

[۱] لسان المیزان میں ہے کہ سفیان بن زیاد زُبیر بن عوام سے روایت کرتے ہیں اور ان سے داؤد بن فراہیج کے علاوہ اور کسی نے روایت بیان نہیں کی، ابن حبان نے آپ کا ثقات میں ذکر کیا ہے، ابن سعد طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۲۸ میں داؤد کے حالات میں لکھتے ہیں کہ مجھے بطریق عبدالملک بن عمرو ابو عامر العقدی از شعبہ از داؤد بن فراہیج خبر پہنچی کہ داؤد نے فرمایا کہ میرے مولا سفیان نے بیان کیا ظن غالب یہ ہے کہ یہ داؤد کے مولی ہیں، اور یہ داؤد تابعی ہیں، انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ سے سماع کیا ہے۔

تھا۔ (صحاح ستہ وغیرہ)

بطریق حجاج بن منہال، از ابو عوانہ از سُدّی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب نماز پڑھ لوں تو کس رُخ منہ کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دائیں طرف رُخ کرتے ہوئے دیکھا۔ (مسلم نسائی کتاب الصلاۃ، و مصنف ابن ابی شیبۃ میں مختصراً ہے ۱/۳۰۵)

بطریق حجاج بن منہال، از ابو عوانہ، از اعمش، از عمارہ بن عُمیر از اسود بن یزید از حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو اکثر و بیشتر بائیں طرف رُخ انور کیئے دیکھا، عمارہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی گود کو قبلہ کے بائیں جانب دیکھا۔ (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ تھوڑے اختلاف کے ساتھ)

## ۵۱۰۔ جب امام رکوع، سجدہ یا جلسہ کی حالت میں ہو

جب امام رکوع سجدہ یا جلسہ کی حالت میں ہو تو بالکل جائز نہیں کہ آدمی تکبیر کہہ کر کھڑا رہے بلکہ تکبیر کہہ کر وہی حالت اختیار کرے جو اس وقت امام کی ہو اور یاد رہے کہ دو تکبیریں کہنی ضروری ہیں ایک تو تکبیر تحریمہ اور دوسری اس حالت کے لیے جس میں اس وقت امام ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ "امام اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے۔" (مسلم وغیرہ) نیز آپ کا فرمان ہے کہ "نماز کا جتنا حصہ پالو، اسے پڑھ اور جتنا حصہ نہ پا سکو، اسے بعد میں مکمل کر لو۔" (حوالہ اوپر گزرا)

آنحضرت ﷺ نے امام کی اقتداء کا حکم دیا ہے اور اقتداء کا تقاضا یہ ہے کہ امام کی ذرہ بھر بھی مخالفت نہ کی جائے، جو شخص تکبیر کہہ کر کھڑا رہا، اس نے تو گویا امام کی اقتداء نہ کی کیونکہ امام تو اس وقت کھڑا نہیں ہوتا، اگر کوئی ایسا کرے گا تو پھر خلافِ حکمِ الٰہی نماز پڑھے گا۔

یاد رہے قیام وغیرہ یا نماز کا جو حصہ فوت ہو جائے، اسے امام کے نماز پورا کرنے کے بعد پڑھنا ہے، اس سے پہلے نہیں! وباللہ تعالیٰ التوفیق۔

# مُسافر کی نماز

## ۵۱۱۔ نماز قصر کی رکعات

سفر و حضر اور خوف ہر حالت میں صبح کی نماز صرف دو رکعت ہے اور اسی طرح مغرب کی تین، ظہر، عصر اور عشاء میں رکعات کی تبدیلی ہوتی رہتی ہے، تندرست ہو یا بیمار حضر میں ان میں سے ہر ایک نماز کی چار چار رکعتیں ہیں، سفر میں دو دو اور خوف میں صرف ایک ایک!

اس مذکورہ مسئلہ میں بالکل یقینی طور پر اجماع ہے، مگر حالتِ خوف میں ایک رکعت ہونے کے بارے میں اختلاف ہے[1]۔

## ۵۱۲۔ حالتِ سفر میں دو رکعتیں فرض ہیں

حالتِ سفر میں مذکورہ نمازوں میں سے ہر نماز کی صرف دو رکعتیں فرض ہیں، خواہ سفرِ اطاعت ہو یا معصیت، یا نہ اطاعت کا ہو اور نہ معصیت کا، حالتِ امن ہو یا خوف اگر کوئی قصد و ارادہ سے جانتے بوجھتے ہوئے پوری نماز پڑھ لے گا، تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر بھول کر ایسا کرے گا تو اسے سلام کے بعد صرف سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

حالتِ خوف میں مذکورہ نمازوں کی صرف ایک رکعت پڑھنا سفر میں مباح ہے اگر کوئی دو رکعتیں پڑھ لے، تو بھی اچھا ہے اور اگر ایک ہی پڑھ لے، تو پھر بھی ٹھیک ہے۔

## امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر سفر میں خواہ وہ اطاعت کے لیے ہو یا معصیت کے لیے نماز قصر کرنا فرض ہے، اگر کسی شخص نے

[1] اس اختلاف کا ذکر مؤلف آنے والے مسئلہ میں و نیز مسئلہ ۵۱۹ میں کریں گے۔

پوری نماز پڑھ لی اور دو کے بعد بقدر تشہد نہ بیٹھا، تو نماز باطل ہو جائے گی اور اسے بہر حال دوبارہ پڑھنا پڑے گی۔

## امام مالکؒ کا مسلک

امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حالتِ سفر میں پوری نماز پڑھ لے، تو اسے فی الفور نماز دوہرانا ہو گا۔

## امام شافعیؒ کا مسلک

نمازِ قصر مباح ہے، اگر کوئی چاہے تو پوری نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک قصر صرف مباح سفر میں ہے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حالت خوف میں نمازِ قصر کی تعداد صرف ایک رکعت بالکل نہیں ہے بلکہ دو رکعتیں ہیں۔

## امام ابن حزمؒ کا تبصرہ

امام ابن حزمؒ فرماتے کہ ہمارے قول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے۔

۸۶۴ [ہم نے بطریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ از ابراہیم بن احمد از فربری از بخاری از مُسَدَّد از یزید بن زُرَیع از معمر از زہری، از عروہ روایت کیا کہ] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نماز کی دو رکعتیں ہی فرض تھیں لیکن جب آنحضرت ﷺ نے ہجرت فرمائی، تو چار رکعتیں فرض کر دی گئیں اور نمازِ سفر کو پہلی حالت پر برقرار رہنے دیا گیا۔ (بخاری کتاب المناقب)

یہ روایت بطریق سفیان بن عیینہ، از زہری، از عروہ بھی مروی ہے (بخاری مسلم نسائی کتاب الصلاۃ)

اور بطریق مالک از صالح بن کیسان از عروہ از عائشہؓ بھی مروی ہے (بخاری مسلم ابوداؤد نسائی) (کتاب الصلاۃ)

نیز بطریق ہشام بن عروہ از پدر خود از حضرت عائشہؓ بھی مروی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۴۹)

۸۶۵ [ہم نے بطریق عبداللہ بن ربیع از محمد بن معاویہ از احمد بن شعیب از محمد بن رافع از محمد بن بشر از یزید بن زیاد بن ابی الجعد از زُبَید یامی از عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ روایت کیا کہ] حضرت کعب بن عُجرہؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ عید الاضحیٰ، عید الفطر، جمعۃ المبارک اور سفر میں صرف دو رکعتیں ہی ہیں، یہی پوری نماز ہے قصر نہیں کیونکہ تمہارے پیغمبر ﷺ کی زبانِ اقدس سے اسی طرح بیان

ہوا اور جو افترا باندھے، وہ خائب وخاسر ہے[1]

۸۶۶- [ہم نے بطریق حمام از عباس بن اصبغ از محمد بن عبدالملک بن ایمن از ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ ناقد از محمد بن صباح جرجرائی از عبداللہ بن رجا از ہشام دستوائی از ایوب سختیانی از نافع روایت کیا کہ] حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز سفر کی دو رکعتیں ہیں، جو شخص سنت کو ترک کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔

یہ روایت ابن عمرؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے! (کامل ابن عدی ۶/ ۲۲۴۸)

۸۶۷- [ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از ابوکریب واسحاق بن ابراہیم از عبداللہ بن ادریس از ابن جریج از عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابی عمار از عبداللہ بابیہ روایت کیا کہ] یعلیٰ بن امیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ (النساء — ۱۰۱)

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دینگے۔

لیکن اب تو لوگ امن میں ہو چکے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی اس بات سے تعجب کا اظہار کیا تھا جس سے آپ تعجب کر رہے ہیں اور اس بارے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا

---

[1] احمد شاکر نے فرمایا مجھے یہ سند سنن نسائی میں نہیں ملی شاید کسی ایسی جگہ ہو کہ مجھے نظر نہ آئی یا پھر شاید سنن کبرای میں ہو، (کبری صلاۃ باب ۶۳ میں ہے) نسائی نے اسے از علی بن حجر از شریک از زُبید جلد ۱ صفحہ ۲۱۲،۲۱۱ میں، از عمران بن موسیٰ از یزید بن زُریع، از سفیان بن سعید از زُبید جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ میں روایت کیا ہے لیکن ان میں کسی جگہ کعب بن عجرہ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کہ جو افترا باندھے، وہ خائب وخاسر ہوا، کا ذکر نہیں ہے، نسائی نے سند اول سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی نے حضرت عمرؓ سے نہیں سُنا اور یہ بات صحیح ہے کیونکہ ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب حضرت عمر کی خلافت کے صرف چھ سال باقی تھے، یزید بن ہارون نے بھی ثوری سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا، یزید بن ہارون اس میں متفرد ہے، یہ کہنا غلط ہے ملاحظہ فرمایئے تہذیب، کعب بن عجرہ کی اس میں زیادتی صحیح سند سے ثابت ہے، جو کہ مرسل کے موصول ہونے پر دلالت کناں ہے، ابن ماجہ نے اسے جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ میں از محمد بن عبداللہ بن نمیر، از محمد بن بشیر روایت کیا ہے، اس میں بھی کعب بن عجرہ کی زیادتی موجود ہے۔

تھا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تم پر فرمایا ہے، پس اللہ تعالیٰ کے صدقہ کو قبول کر لو۔ (مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ ترمذی کتاب التفسیر)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نماز کی دو رکعتیں فرض کی تھیں، پھر ہجرت کے بعد حضر میں چار رکعتیں فرض کر دیں اور سفر میں دو رکعتوں کو فرض رہنے دیا جب سفر کی نماز ہے ہی دو رکعتیں، تو پھر کسی کے لیے ان سے تجاوز جائز نہیں اگر کوئی تجاوز کرتا ہے، تو وہ خلافِ امرِ الٰہی نماز پڑھتا ہے اور اگر اسے اس بات کا علم ہے، تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلہ میں کسی سفر کی تخصیص بھی نہیں فرمائی لہٰذا اسے عام ہی رکھنا چاہیئے اور پھر اس صدقہ کو بھی رد نہیں کرنا چاہیئے جسے اللہ تعالیٰ نے قبول کرنے کا حکم دیا ہے، جو اسے قبول نہ کرے وہ نافرمان ہوگا۔

جس نے بعض سفروں کی تخصیص کی ہے اور کہا ہے کہ سفرِ معصیت حرام ہے لہٰذا اس کے لیے یہ حکم نہیں ہے؟ ہم عرض کریں گے کہ یہ ٹھیک ہے کہ سفر حرام ہے لیکن ہے تو سفر لہٰذا اس کا وہی حکم ہوگا جو کہ سفر کا ہے، تم کہتے ہو کہ یہ سفر حرام ہے لیکن پانی نہ ہونے کی صورت میں تم اسے تیمم کی اجازت دیتے ہو اور اس کے ساتھ نماز کی ادائیگی درست قرار دیتے ہو، جیسے تم فرض قرار دیتے ہو لہٰذا نماز و تیمم اور قصر کے مابین کیا فرق ہوا؟ جیسے کہ زنا حرام ہے لیکن اس میں بھی ایسے ہی غسل کرنا ہوتا ہے جیسے صحبت حلال میں کیونکہ زنا سے بھی آدمی جنبی ہو جاتا ہے اور اس میں بھی ختنہ سے ختنہ ملتا ہے اور وہی حکم ہوگا جو اس سلسلہ میں حلال کا ہوتا ہے۔ یا جو شخص ڈکیتی کرتے ہوئے زخمی ہو جائے اور کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو اسے اجازت ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے، اس اعتبار سے اس شخص میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے زخمی ہوا ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کا یہ حکم عام ہے کہ "کھڑے ہو کر نماز پڑھو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لو"

اگر ہم سے کوئی یہ کہے کہ جو شخص غیر سبیلِ حق میں سوار ہو کر یا لڑتے ہوئے یا چلتے ہوئے نماز پڑھ لے، تو اس کی نماز نہیں ہوگی، تو ان دونوں صورتوں میں کیا فرق ہے؟

ہم عرض کریں گے کہ یہ اس لیے کہ انہوں نے اپنی نمازوں میں کچھ ایسی حرکتیں کی ہیں، جو جائز نہ تھیں لہٰذا اس سے ان کی نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ نماز میں چلے ہیں جبکہ چلنا حرام ہے اور قتال بھی حرام ہے، مالکیوں پر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ نے تو نماز کے قصر کے سلسلہ میں سفر کو عموم پر رکھا تھا مگر انہوں نے اپنی آراء سے سفر کی تخصیص کر دی ہے اور کہا ہے کہ سفرِ معصیت میں قصرِ نماز جائز نہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تحریم مردار کے سلسلہ میں تخصیص کی تھی اور عموم کو باطل قرار دیا تھا جیسا کہ درج ذیل ارشادات سے واضح ہے۔

| | |
|---|---|
| فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام-١٤٥) | اگر کوئی مجبور ہو جائے لیکن نہ تو نافرمانی کرے اور نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔ |
| فَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ: ٣) | اگر کوئی بھوک میں مجبور ہو جائے جبکہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرنے والا ہو تو بے شک اللہ کریم بخشنے والا مہربان ہے۔ |

لیکن انہوں نے اپنی آراء سے کہا ہے کہ مردار و خنزیر کھانا مضطر کے لیے حلال ہے خواہ وہ گناہ کا ارتکاب کرنیوالا بغاوت و سرکشی کرنیوالا ڈکیتی کرنے والا، اور مسلمانوں کے مالوں اور جانوں کا ضائع کرنے والا ہو، یہ بہت عجیب معاملہ ہے۔

بعض حضرات نے اس سلسلہ میں یہ دلیل دی ہے کہ اس پر اپنے نفس کو قتل کرنا حرام تھا لہٰذا مردار کھانا جائز ہے، ہم عرض کریں گے کہ اس نے اپنے نفس کو قتل تو نہیں کیا بلکہ اس کے لیے اسی وقت مردار کھانا حلال ہو جائے گا، جب وہ اپنی فاسد نیت سے توبہ کرے گا اور توبہ اس پر ہمیشہ کے لیے فرض ہے۔

ابو سلیمان اور ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ قصر صرف حج، عمرہ اور جہاد کے سفر میں ہے اور سلف کی ایک جماعت سے بھی یہی منقول ہے جیسا کہ ہم نے بطریق محمد بن ابی عدی از شعبہ از اعمش

از عمارہ بن عمیر، از اسود روایت کیا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ صرف حاجی یا مجاہد نماز قصر کرے (شرح معانی الآثار ۱/۴۲۷، عبدالرزاق ۲/۵۲۱)

طاؤس سے جب قصر نماز کی بابت سوال ہوتا، تو آپ فرماتے کہ جب ہم حج یا عمرہ کا سفر کرتے ہیں، تو دو رکعت پڑھتے ہیں۔

ابراہیم تیمی کا بھی یہی خیال تھا کہ قصر صرف حج، عمرہ یا جہاد کے سفر میں ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۴۴۶) ان کا استدلال اس آیت مبارکہ سے ہے۔

| | |
|---|---|
| وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ | اور جب تم سفر پہ جاؤ تو تم پہ کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے۔ |

(النساء — ۱۰۱)

انہوں نے یہ بھی دلیل دی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صرف حج، عمرہ اور جہاد ہی کے سفر میں قصر کیا ہے؟

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔

"اگر صرف یہ آیت اور آنحضرت ﷺ کا فعل ہی ہوتا، تو پھر ان کی بات درست تھی لیکن اس سلسلہ میں جو یہ امر وارد ہے کہ سفر کی نماز صرف دو رکعتیں ہیں یا آپ نے جو صدقۃ الٰہی قبول کرنے کا حکم دیا ہے، یہ اس آیت و عمل کی نسبت ایک زائد امر ہے جسے ترک کرنا جائز نہیں"

شافعیوں کا کہنا یہ ہے کہ مسافر کو اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو دو رکعتیں پڑھ لے اور چاہے تو چار پڑھ لے جیسا کہ "لَا جُنَاحَ" سے بھی یہ واضح ہو رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا مباح ہے فرض نہیں، نیز انہوں نے یہ روایت بھی پیش کی ہے، جو بطریق عبدالرحمٰن بن اسود، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی معیت میں مدینہ منورہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک عمرہ

کے لیے سفر کیا اور مکہ میں آکر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں! دورانِ سفر میں نے نماز میں قصر بھی کیا اور پوری بھی پڑھی اور اسی طرح افطار بھی کیا اور روزہ بھی رکھا؟ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ یہ طرزِ عمل بہت اچھا ہے۔" (نسائی و بیہقی کتاب الصلاۃ)

بطریق عطاء حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ دورانِ سفر پوری نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے اور قصر بھی فرمالیا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۵۲م) حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں سب صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں پوری نماز پڑھی، تو سب نے پوری ہی پڑھ لی (عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبۃ) خود حضرت عائشہؓ جن سے یہ روایت ہے کہ "نماز دو دو رکعت فرض تھی"، نے سفر میں پوری نماز پڑھی ہے (مصنف ابن ابی شیبۃ ۲/۵۱م)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:-

"یہ ہیں ان کے سب دلائل لیکن ان میں سے کوئی دلیل بھی ان کے حق میں نہیں کیونکہ آیت میں جو قصر مذکور ہے، وہ اور ہے اور اس وقت جو ہمارے سامنے زیر بحث ہے وہ اور جیسا کہ ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ابھی بیان کریں گے۔ ان کی بیان کردہ پہلی دو حدیثیں بھی قابلِ احتجاج نہیں کیونکہ وہ حدیث، جو بطریق عبدالرحمٰن بن اسود ہے، اس میں علاء بن زُہیرؒ منفرد ہے، اس کے علاوہ اور کسی نے اسے روایت نہیں کیا اور یہ راوی مجہول ہے[1]۔ اسی طرح حدیثِ عطاء میں مُغیرہ بن زیاد منفرد ہے، اس کے علاوہ اور کسی نے اسے روایت نہیں کیا اور اس کی بابت امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے۔

[1] حافظ ابن حجرؒ نے "تہذیب" میں اس علاء کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے کہ ابن حزمؒ انہیں مجہول کہتے ہیں لیکن عبدالحق نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ وہ ثقہ و مشہور ہیں اور قصر کی بابت انہوں نے جو روایت ذکر کی ہے وہ صحیح ہے، لیکن ابن حبان کی رائے اس کے خلاف ہے، انہوں نے ضعفاء میں لکھا ہے کہ یہ ثقات سے ایسی روایات ذکر کرتے ہیں جو اثبات کی احادیث کے مشابہ نہیں ہیں لہٰذا اس کی ان روایات سے احتجاج باطل ہے، جو ثقات کے موافق نہ ہوں، ذہبیؒ نے اس کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یحییٰ نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

کہ یہ ضعیف ہے اور ہر وہ حدیث جسے یہ مسند بیان کرے، وہ منکر ہوتی ہے۔

" حضرت عثمانؓ اور عائشہؓ کے فعل کی بابت یہ عرض ہے کہ انہوں نے ایسی تاویل کی ہے جس میں دوسرے صحابہ کرامؓ نے ان کی مخالفت کی ہے" جیساکہ

۸۶۸ [ہم نے بطریق احمد بن عمر غذری از ابوذر ہروی از عبداللہ بن احمد بن حمویہ سرخسی از ابراہیم بن خزیم از عبد بن حمید از عبدالرزاق از معمر از زہری از عروہ روایت کیا ہے کہ] حضرت عائشہؓ سے روایت ہے (اسی میں ہے) زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ دوران سفر پوری نماز کیوں پڑھتی تھیں جبکہ یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دو دو رکعت فرض کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ نے جو منیٰ میں پوری نماز پڑھنے کے سلسلہ میں تاویل کی تھی، آپ کی بھی اس مسئلہ میں وہی تاویل تھی۔ (کتاب التفسیر)

بطریق عبدالرزاق، از زہری مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعتیں اس لیے پڑھی تھیں کہ آپ کا حج کے بعد قیام کا پروگرام تھا، صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی رفاقت کے باعث یہی پروگرام بنالیا لہٰذا انہوں نے بھی پوری نماز پڑھ لی (فتح الباری ۲/۱۷ ۴ وشرح معانی الآثار ۱/ ۴۲۵)

اس سلسلہ میں بہت سے صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ و حضرت عائشہؓ سے اختلاف کیا ہے جیساکہ بطریق عبدالرزاق، از عبداللہ بن عمر، از نافع مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب منیٰ میں امام کے ساتھ نماز پڑھتے تو چار رکعت پڑھ لیتے مگر گھر جاکر دوہرا لیتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ (تھوڑے فرق کے ساتھ موطا امام مالک میں ہے و معانی الآثار ۱/ ۴۰۷)

بطریق عبدالرزاق، از سعید بن سائب بن یسار مروی ہے کہ داؤد بن ابی عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے منیٰ میں نمازِ سفر کی بابت پوچھا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ منیٰ میں دو دو رکعتیں پڑھتے تھے لہٰذا اگر تم چاہو تو قصر کرلو اور اگر چاہو تو پوری کرلو! (کتاب التفسیر)

بطریق عبدالوارث بن سعید تنوری از ابو التیاح از مورق عجلی مروی ہے کہ صفوان بن محرز نے فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے نماز سفر کی بابت بتائیے؟ انہوں نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہیں آپ میری تکذیب نہ کر دیں، میں نے عرض کیا بالکل نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ نمازِ سفر صرف دو رکعت ہے، جو شخص سنت کی مخالفت کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا (عبدالرزاق ۵۱۹/۲ و ۵۲۰)

بطریق سعید بن منصور از مروان بن معاویہ فزاری از حمید بن علی عقیلی مروی ہے ضحاک بن مزاحم نے کہا کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سفر میں چار رکعتیں پڑھے، وہ اسی طرح ہے جیسے حضر میں دو رکعتیں پڑھے۔ (کنز العمال و مجموعۃ الرسائل والمسائل لابن تیمیہؒ ۵۱/۲)

بطریق سفیان بن عیینہ، از جعفر بن محمد مروی ہے محمد فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ منیٰ میں بیمار ہو گئے تو حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجیے؟ انہوں نے فرمایا اگر تم چاہو تو تمہیں آنحضرت ﷺ کی نماز یعنی دو رکعتیں پڑھا دیتا ہوں، لوگوں نے کہا نہیں امیر المومنین کی نماز یعنی چار رکعتیں پڑھائیے حضرت عثمانؓ نے بھی انکار کر دیا (کہ دو پڑھائی جائیں)

بعد میں آنے والے لوگوں سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس سفر میں پوری نماز پڑھنے کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا نہیں سفر میں نماز کی دو ہی رکعت ہیں، ان کے علاوہ اور کچھ درست نہیں۔

جب کسی مسئلہ میں حضرات صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف ہو، تو اس کے رفع کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ اس کو قرآن و سنت کی طرف لوٹا دیا جائے۔ مگر مالکیوں اور حنفیوں نے یہاں بدترین تضاد کا ثبوت دیا ہے یہ حضرات جب کسی صحابی کے قول کو لینا اور اس کی روایت کو رد کرنا چاہتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ راوی اپنی روایت کو زیادہ بہتر جانتا ہے اور اس کی نسبت یہ ظن کرنا جائز نہیں کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی ہے، مگر صرف اس صورت میں کہ ان کے پاس کوئی ایسا علم ہو، جسے انہوں نے اپنی روایت سے بہتر سمجھا ہو۔

لیکن یہاں ان حضرات نے حضرت عائشہؓ کی روایت کو تو لے لیا ہے مگر آپ کے عمل کو ترک کر دیا ہے اور نہایت بری بات یہ کہی کہ حضرت عائشہؓ حضرت عثمانؓ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے والے صحابہ کرامؓ نے (معاذ اللہ) فاسد نماز پڑھی لہٰذا ان کے لیے لازم تھا کہ اس نماز کو اسی وقت دوہراتے یا پھر کبھی دُوہرا لیتے۔

ہم نے یہ جو عرض کیا تھا کہ نمازِ خوف کی ایک ہی رکعت ہے، تو اس کی دلیل یہ ہے۔

۸۶۹ [ ہم نے بطریق عبداللہ بن یوسف از احمد بن فتح از عبدالوہاب بن عیسیٰ از احمد بن محمد از احمد بن علی از مسلم بن حجاج از یحییٰ بن یحییٰ وسعید بن منصور و ابو الربیع زہرانی و قتیبہ از ابو عوانہ از بکیر بن اخنس از مجاہد روایت کیا کہ ]
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی زبانی حضر کی نماز چار رکعت، سفر کی دو رکعت اور خوف کی ایک رکعت فرض قرار دی ہے۔ (مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ کتاب الصلاۃ)

علاوہ ازیں بطریق حُذیفہؓ، جابرؓ، زید بن ثابتؓ، ابوہریرہؓ، اور ابن عمرؓ ان سب صحابہ کرامؓ سے بھی آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی حد درجہ صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے (کتب صحاح و مسانید و مصنف عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ) اور فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔

| | |
|---|---|
| وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (النساء - ۱۰۱) | اور تم جب سفر کو جاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر کے پڑھو بشرطیکہ تم کو خوف ہو کہ کافر لوگ تم کو ایذا دیں گے۔ |

۸۷۰ [ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہشام بن سعید خیر نے از عبدالجبار بن احمد مُقرئ طَویل از حسن بن حُسین بن عبدویہ بُجیرمی از جعفر بن محمد بن حسن اَصفہانی از ابوبشر یونس بن حبیب بن عبدالقادر از ابوداؤد طیالسی از مسعودی عبدالرحمٰن بن عبداللہ میری طرف لکھا کہ ] یزید فقیر یعنی یزید بن صہیب نے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے پوچھا کیا میں سفر میں دو رکعتوں والی نماز میں بھی قصر کروں؟ انہوں نے فرمایا نہیں سفر میں دو رکعتوں والی نماز میں قصر نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ ایک رکعت نماز تو صرف

میدانِ کارزار میں ہوتی ہے۔ (منحۃ المعبود ۱/۱۵۱)

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:۔

اسی آیت کے پیش نظر ہم نے یہ کہا تھا کہ دورانِ سفر نمازِ خوف میں اگر چاہو تو ایک رکعت پڑھ لو اور اگر چاہو تو دو رکعت پڑھ لو کیونکہ قرآن مجید میں لفظ "لا جُناحَ" آیا ہے کوئی ایسا لفظ نہیں آیا جس سے امر وجوب ثابت ہوتا ہو، صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کی معیت میں ایک رکعت بھی پڑھی ہے اور دو رکعتیں بھی پس اس سلسلہ میں اختیار ہے جس کے مطابق چاہے عمل کر لیا جائے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا ہے۔"
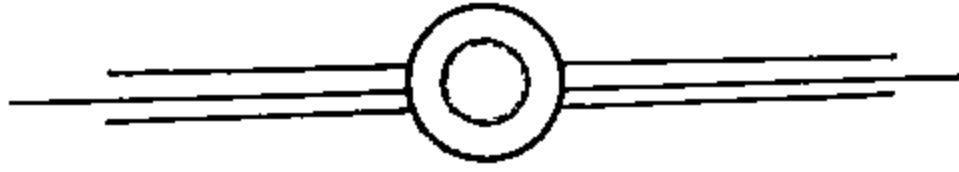
المحلی مترجم (اردو) جلد سوم تمام ہوئی۔ جلد چہارم کا آغاز کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ مسائل مسئلہ نمبر ۵۱۳ "قصر صلوٰۃ کی مسافت" وغیرہ سے ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللہ

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ